بسم اللہ الرحمن الرحیم
اعجازِ حدیث
مصنفہ
مولانا محمد صادق سیالکوٹیؒ
www.KitaboSunnat.com
نعمانی کتب خانہ
حق سٹریٹ ، اردو بازار ، لاہور ۲

(بغیر اجازتِ مصنف کوئی صاحب قصدِ طبع نہ فرمائیں)

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ (پ ۲۸ ع)

اور جو دے تم کو (اپنے قول و فعل سے) رسولؐ، پس پکڑ لو اس کو۔

مقامِ خویش اگر خواہی دریں دیر
بحق دِل بند و راہِ مصطفےٰ رَو

اِعجازِ حدیث

اس کتاب میں یہ دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ قرآنِ مجید کے احکام اور مسلمان کی زندگی کے تمام دین و دنیا کے کام صرف حدیث ہی کی روشنی میں انجام پاتے ہیں۔ مومن پیدائش سے لیکر تادمِ واپسیں حدیث ہی کی آغوش میں ہے اور کسی کو اس کی ضرورت حجیت اور خاتمیت سے مجالِ انکار نہیں ہے

تالیف

حکیم مولانا محمد صادق صاحب سیالکوٹی
مصنف کتبِ کثیرہ

ناشر: نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
گوجرانوالہ میں ملنے کا پتہ: مکتبہ نعمانیہ، اُردو بازار گوجرانوالہ
قیمت: ۲۰/- روپے

زُلفش ہزار دل بیکے تارِ مُو بہ بست
راہِ ہزار چارہ گر از ہر چہار سُو بہ بست

(حافظ شیرازیؒ)

مطبوعہ:۔

فہرست مضامین

آغازِ کلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دُنیا میں ھدایت کی ضرورت

عالم کون و فساد میں بھولے بھٹکے انسان کے لئے ہدایت ازبس ضروری ہے۔ دنیا کے کسی کام کو لیجئے، زندگی کے کسی شعبے پر غور کیجئے، ہر امر، ہر معاملہ، رہنمائی کا محتاج ہے۔ سینکڑوں قسم کی کاریگریوں، ہنروں، صنعتوں، حکمتوں، حرفتوں، جوہروں، خوبیوں ـــ سائنس کی لاتعداد قسموں اور بے شمار فنون کا حاصل کرنا بغیر رہبری کے محال ہے۔ پہلی جماعت سے لے کر ایم۔اے تک کے زمانے کا ہر دن منت پذیر ارشاد ہے۔ نجاری، معماری، خیاطی، حداوی اور ایسے ہی سینکڑوں پیشے سیکھنے سے ہی آتے ہیں۔ کمپونڈر سے لے کر ایم۔بی۔بی ایس تک سب ہی زانوئے تلمذ تہ کرتے ہیں: قرآن۔ حدیث، تفسیر، فقہ، صرف، نحو، منطق، فلسفہ، معانی، بلاغت، مناظرہ کا علم حاصل کرنے

کے لئے اساتذہ کی ضرورت ہے۔ غرض! وہ کونسا کام ہے جس کے لئے پوچھنے اور سمجھنے کی حاجت نہ ہو۔ ایک مسافر کسی شہر میں جائے تو اُسے منزل پر پہنچنے کے لئے گلی اور بازار تک دریافت کرنا پڑتا ہے دوراہے، تراہے اور چوراہے پر روشنی کی ضرورت ہے، بیشک قدم قدم پر انسان پیشوائی کا دست نگر ہے۔ یہ حال تو دنیا کی زندگی کا ہے، آخرت کی منزل کو پانے کے لئے بھی ہدایت کی سخت ضرورت ہے۔

آخرت کی ہدایت کیلئے

خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں پر بڑا احسان کیا کہ ان کی آخرت کی ہدایت اور نجات کی منزل پر پہنچنے کے لئے۔ سرچشمۂ ہدایت۔ قرآن مجید نازل کیا۔ آخرت کے راہی کی پوری پوری پیشوائی کی خاطر کتابِ ہدیٰ عطا کی۔ ارشادِ خداوندی ہوتا ہے :۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ (پ۲ ع)

مہینہ رمضان کا ہے جس میں قرآن اتارا گیا ہے (یہ قرآن) لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور (اس میں) رہنمائی اور (حق و باطل کی) تمیز کے واضح حکم (موجود) ہیں۔

اس آیت میں خدا نے بتایا ہے کہ لوگوں کے لئے (دراصل راہِ آخرت کا) ہادی اور پیشوا صرف قرآنِ مجید ہی ہے۔ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لئے ایک معجزہ ہے۔ ہدایت کی روشن دلیلوں سے بھرپور ہے۔

قرآن کی پیشوائی

نجاتِ آخرت کے لئے اولادِ آدم کو ارشاد ہوتا ہے :۔

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ (پ ۱ ع ۴)

(اے اولادِ آدم!) پس جو آوے گی تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت، پھر جو پیروی کرے، (صرف) ہدایت میری کی پس نہیں ڈر اوپر ان کے، اور نہ وہ غم کھائینگے"

اس آیت میں فرمایا کہ وہی لوگ بے خوف وخطر آخرت میں نجات پائیں گے جو صرف خدا ہی کی ہدایت کی پیروی کریں گے، صرف وحیٔ الٰہی پر عمل کریں گے، قرآن ہی کو اپنا پیشوا بنائیں گے۔

موسیٰ اور ہارونؑ کو ہدایت

خدا کے انبیاء بھی خدا کی ہدایت کے محتاج ہوتے ہیں۔ بلکہ ان کو ہر قدم اور ہر لمحہ کے بعد ہدایتِ خداوندی کی ضرورت ہوتی ہے۔ بغیر وحی (ہدایتِ الٰہی) کے وہ کچھ بھی تبلیغ نہیں کر سکتے اور نہ لوگوں کو صراطِ مستقیم کی دعوت دے سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت موسےٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرماتا ہے۔

وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ○ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ (پ ۲۳ ع ۷)

اور دی ہم نے ان دونوں (حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ) کو کتاب بیان کرنیوالی، اور دکھائی ہم نے ان کو راہ سیدھی"

معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کو خدا نے ہدایت دی اللہ نے راہِ مستقیم دکھائی۔ سیدھے راستے پر چلایا۔

اٹھارہ پیغمبروں کو ہدایت

اللہ تعالیٰ نے ساتویں سپارے، سولہویں رکوع میں حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحٰقؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت نوحؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت ایوبؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت ہارونؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت یحییٰؑ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت الیاسؑ، حضرت اسمٰعیلؑ، حضرت الیسعؑ، حضرت یونسؑ، حضرت لوطؑ۔ ان اٹھارہ پیغمبروں کا نام لے کر فرمایا۔

هَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

"ان سب کو ہم نے ہدایت کی سیدھی راہ کی طرف۔"

آگے فرمایا:-

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔

یہ ہے ہدایت اللہ کی، راہ دکھاتا ہے، ساتھ اس کے جس کو چاہے اپنے بندوں سے۔ اور اگر (یہ اٹھارہ پیغمبر) شرک کرتے (کسی غیر اللہ کو اللہ کے ساتھ) البتہ کھوئے جاتے ان سے جو کچھ کہ تھے وہ عمل کرتے۔"

لے اس آیت پر غور کریں کہ خدا اٹھارہ پیغمبروں کو کہتا ہے کہ اگر یہ شرک کرتے تو میں ان کے تمام اعمال برباد کر دیتا۔ جب شرک نبیوں کے عملوں کو مٹا دیتا ہے تو نبیوں کو خدا کہنے، اماموں کا رتبہ نبیوں سے بڑھانے، سجدے کرنے، نذریں چڑھانے، شہیدوں سے مرادیں مانگنے، اولیاء اللہ کو مصائب میں پکارنے، یا خواجہ المدد کہنے، یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ (بانی مکتبہ)

ہدایتِ خداوندی پر عمل کرنے کا طریقہ

ثابت ہوا کہ نجاتِ آخرت کے لئے خدا کی ہدایت کے بغیر کوئی چارہ نہیں، اور یہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ کہ خدا کی ہدایت، اس کی وحی ہوتی ہے جو پیغمبر پر نازل ہوتی ہے ہماری ہدایت کے لئے قرآنِ مجید حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ یہ قرآنِ مجید قوانینِ الٰہی کا مجموعہ اور ہدایت کا خزانہ ہے یہی دینِ اسلام ہے۔ صراطِ مستقیم ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا کے نازل کردہ ان قوانین اور احکام پر عمل کس طرح کیا جائے؟ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کا حکم تو دیدیا لیکن ان چیزوں کو کس طرح عمل میں لایا جائے؟ قرآن خاموش ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ جس پیغمبر پر یہ مجموعہ احکام اترا ہے، اس کی عملی صورت ناطق قرآنؐ — عامل فرقانؐ، حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سیکھنا ہے کہ اس چشمۂ ہدایت کی سقایت کے فرائض صرف حضرت انورؐ نے ہی سرانجام دیئے ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہوتا ہے :۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ (پ ۲۸ ع ۱۱)

" وہ اللہ ہے جس نے بھیجا اَن پڑھوں میں پیغمبرؐ، اُن کی

(بقیہ حاشیہ ص۱۶) کا وظیفہ پڑھنے والوں کی نمازوں، روزوں، حج، زکوٰۃ، صدقات، خیرات کا کیا انجام ہوگا؟ مسلمان بھائیو! للہ سوچو! کہ آپ کدھر جارہے ہیں؟

جنسِ بشر) ہی میں سے۔ پڑھتا ہے ان پر نشانیاں اس کی اور پاک کرتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور حکمت، اور بے شک تھے (یہ لوگ) پہلے اس سے یقیناً کھلی گمراہی میں"۔

حدیثیں قرآن سکھاتی ہیں

مذکورہ آیت میں چند باتیں غور طلب ہیں۔

(۱)۔ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ۔ سے ثابت ہوا کہ حضورؐ جنسِ بشر سے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲)۔ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ۔ سے ثابت ہوا کہ حضورؐ اللہ کے احکام لوگوں پر پڑھتے تھے۔

(۳)۔ يُزَكِّيْهِمْ۔ سے ثابت ہوا کہ حضورؐ ان کو (شرک، کفر اور اخلاقی نجاستوں سے مشیت کے ماتحت) پاک کرتے تھے، ظاہر ہے کہ خدا کی آیتوں، حکموں، ہدایتوں پر جب تک عمل نہ کیا جائے پاکیزگی حاصل نہیں ہو سکتی۔ تو حضورؐ خود اُن حکموں، آیتوں پر عمل کر کے دکھاتے تھے اور نیک بخت آپ کی اتباع کر کے پاک ہوتے تھے۔ آپ کی اتباع کا نام حدیث اور سنت ہے۔ ثابت ہوا کہ قرآنی آیات سے ہرگز انسان تزکیہ حاصل نہیں کر سکتا جب تک اتباعِ رسولؐ نہ کرے، حدیثوں پر عمل نہ کرے، سنتِ پاک کے چشمۂ صافی سے "آبِ حیات" نوش جان نہ کرے۔

(۴)۔ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ۔ سے ثابت ہوا کہ حضورؐ لوگوں کو تعلیم دیتے تھے کتاب کی۔ غور کیجیے کہ جب حضورؐ نے لوگوں کو خدا کا حکم سنایا کہ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ۔ نماز قائم کرو، یہ محض

تلاوتِ حکم ہے، تعلیم نہیں ہے۔ تعلیم یہ ہے کہ حضورؐ نے نماز عملاً پڑھ کر دکھائی اور پھر فرمایا۔ صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ۔ (بخاری شریف)۔ نماز پڑھو۔ جس طرح کہ تم نے دیکھا ہے کہ میں نماز پڑھتا ہوں؟ یہ ہے حضورؐ کی تعلیم کتاب! اس تعلیم کتاب کا نام ہے حدیث اور سنت۔ ثابت ہوا کہ رسولِ خدا کی تعلیم کتاب (حدیث) کے بغیر قرآن پر عمل نہیں ہو سکتا۔ سنت اور حدیث کا انکار کر کے کوئی نماز نہیں پڑھ سکتا اور نہ ہی دوسرے قرآنی احکام پر عمل ہو سکتا ہے۔

(۵)۔ وَالْحِكْمَةَ ــــ سے ثابت ہوا کہ حضورؐ کتاب کی حکمت یعنی اس کے معارف، شناسائیاں، دانائیاں، مطالب، معانی، حقائق، مصالح، مقاصد، مرادیں، غرضیں اور اس کا فلسفہ سکھاتے تھے۔ یہ کام جو حضورؐ کرتے تھے، اس کام کا نام ہی حدیث ہے۔ یعنی حکمت کا سکھانا حدیث ہی سے عبارت ہے۔ رحمتِ عالمؐ کی قرآن کے متعلق تعلیم اور حکمت۔ تفسیر اور تشریح احادیث کی جگمگاتی شمعیں ہیں۔ بغیر ان شمعوں کی روشنی کے قرآن "پڑھا" نہیں جا سکتا۔

قرآن کی وضاحت حدیث سے

قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہوتا ہے:۔

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ (پ۱۴، ع۱۲)

اور (اے پیغمبرؐ!) ہم نے تیری طرف یہ قرآن نازل کیا تاکہ وضاحت

کرے تو واسطے لوگوں کے وہ چیز کہ اتاری گئی ہے طرف ان کی، اور تاکہ وہ (عمل کی) فکر کریں"

اس آیت میں دو باتیں خاص طور پر قابلِ غور ہیں:۔

(۱)۔ اَنزَلنَا اِلَیکَ الذِّکرَ۔ قرآن خدا تعالیٰ نے حضرت اکرمؐ پر اتارا ہے۔ یعنی اصل ہدایت خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے جس پر مدار ہے نجات کا ۔۔ اس ہدایت پر کیسے عمل کرنا ہے؟ ۔۔ جواب آگے آتا ہے!

(۲)۔ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ ۔ تاکہ (ہدایت خداوندی پر عمل کرنے کی) تو وضاحت کرے، قرآن کی تشریح، تفسیر، وضاحت، اے پیغمبر تیرے ذمہ ہے۔ یعنی ہدایت ہماری طرف سے ہے اور اس کی وضاحت (ہمارے حکم سے) تیری طرف سے ہے۔ غور کریں کہ خدا نے کیسے صاف الفاظ میں قرآن کا بیان، اس کی وضاحت، اور تفسیر، رسولِ خدا کے ذمہ لگائی ہے۔ ہاں تو یہ وضاحت اور تشریح حدیث ہی تو ہے۔ پس قرآن، اور رسولؐ خدا کی وضاحتِ قرآن دو چیزیں ہوئیں۔ ان دو چیزوں کو قرآن اور حدیث کہتے ہیں۔ رسولِ خدا کے بغیر کوئی ہستی خدا کی مرضی کے مطابق قرآن کی وضاحت اور تشریح نہیں کر سکتی، کیونکہ خدا نے لِتُبَیِّنَ فرما کر یہ منصب صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی عطا فرمایا ہے۔ کوئی امتی بیانِ قرآن کی پلصراطؔ پر چڑھ کر جہنم میں گرے بغیر نہیں رہ سکتا۔

قرآن کی وضاحت خدا کراتا ہے

خدا قرآن کو حضورؐ کے

دل پر نازل کرتا ہے اور پھر اس کی سمجھ، وضاحت اور تشریح بھی دل میں ڈالتا ہے۔ اس خدا کی دل میں ڈالی ہوئی تشریح، وضاحت اور بیان کو پھر حضورؐ لوگوں کو بتاتے ہیں اور عمل کی راہ دکھلاتے ہیں۔ ارشاد باریتعالیٰ ہوتا ہے:۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝ (پ۲۹، ع۱)

"مت حرکت دے زبان اپنی کو ساتھ قرآن مجید کے (اے پیغمبرؐ) تو کہ جلدی کرے تو ساتھ اس کے، تحقیق ہمارے ذمہ ہے جمع کرنا اس کا (تیرے دل میں) اور پڑھنا اس کا (تیری زبان سے)، پھر جس وقت پڑھیں ہم اس کو، پس پیروی کر ہمارے پڑھنے کی پھر تحقیق ہمارے ذمہ ہے کھولنا اس (کے معنوں) کا (تیرے دل پر)۔"

حضرت جبریلؑ جب حضورؐ کے پاس وحی لے کر آتے، اور حضورؐ کے آگے پڑھتے۔ تو حضورؐ جبریلؑ کے آیت ختم کرنے سے پہلے ہی پڑھنا شروع کر دیتے۔ تاکہ بھول نہ جائیں۔ یعنی جبریلؑ کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ حضورؐ جلدی جلدی پڑھنے لگتے، اس پر خدا نے فرمایا کہ قرآن کے بھولنے کے ڈر سے اتنی جلدی جلدی نہ پڑھ (اے پیغمبرؐ! سن!) قرآن کا تیرے دل میں جمع کرنا اور یاد رکھوانا اور پھر تیری زبان سے پڑھوانا ہمارے ذمہ ہے۔ تسلی اور خاطر جمع رکھو۔

فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ — پھر جب ہم (جبریلؑ کی زبان

پر) تیرے آگے قرآن پڑھیں۔ تو (جبرائیل کے ساتھ سہج سہج اطمینان سے قرآن پڑھ!

ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ ۔ پھر بے شک قرآن کے معنوں کا کھولنا، اس کے مطلب و مفہوم کا واضح کرنا تیرے دل پر ہمارا کام ہے۔ یعنی تجھ سے قرآن کی تشریح اور تفسیر کرانا ہمارے ذمہ ہے۔

حدیث منزّل من اللہ ہے

آیت مذکور میں ایمانداری سے غور کریں۔ تو یہ بات صاف ثابت ہو جاتی ہے کہ جس طرح قرآن خدا نے اتارا ہے، اسی طرح قرآن کا بیان (یعنی حدیث) بھی منزل من اللہ ہے، غور فرمائیں کہ کیا کیا بات خدا نے اپنے ذمہ لی ہے؟

(۱) قرآن کا حضورؐ کے قلب پاک میں جمع کرنا خدا کا ذمہ ہے۔

(۲) قرآن کا حضورؐ کی زبان سے پڑھوا دینا خدا کا ذمہ ہے۔

(۳) قرآن کی تشریح، تفسیر، وضاحت اور بیان حضورؐ کی زبان سے کرانا خدا کے ذمہ ہے۔

یہ قرآن کا بیان، وضاحت اور تشریح حدیث ہی تو ہے۔ پھر قرآن کو اگر آپ حضورؐ کے سینہ میں پورے کا پورا جمع ہونا، محفوظ ہونا اس لئے مانتے ہیں کہ خدا نے اس کے متعلق اِنَّ عَلَیْنَا فرمایا ہے کہ ہمارا کام ہے، ہمارا ذمہ ہے تو اسی طرح یہ بھی مانیں کہ خدا نے حضورؐ کے دل پر قرآن کا بیان، سمجھ، مطلب اور مفہوم بھی نازل کیا ہے کیونکہ اس کا مطلب اور بیان بتانے کے متعلق بھی خدا نے اِنَّ عَلَیْنَا فرمایا ہے کہ ہمارا کام ہے، ہمارا ذمہ ہے۔

اس آیت سے دو چیزیں ثابت ہوئیں۔ قرآن اور بیانِ قرآن۔
پھر قرآن کو ماننا اور بیانِ قرآن (حدیث) کا انکار کرنا ایمانداری ہے؟
کس قدر افسوس کی بات ہے کہ دو باتوں کی خدا ضمانت دیتا ہے
قرآن کی اور بیانِ قرآن کی۔ پھر قرآن تو موجود رہے اور بیانِ قرآن
(یعنی قرآن کی تشریحِ رسولؐ) گم ہو جائے، ناپید ہو جاتے یا واجب
العمل نہ رہے، حجت نہ رہے۔ یاد رکھیں کہ قرآن بھی خدا نے اتارا
اور قرآن کا بیان یعنی تشریح بھی حضورؐ کے دل پر اللہ نے اتاری۔
دونوں حجت ہیں۔ ایک کا ماننا دوسرے کے ماننے کو مستلزم ہے اور
ایک کے انکار سے دوسرے کا انکار لازم آتا ہے۔ منکرِ حدیث،
منکرِ قرآن ہے۔ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (نماز قائم کرو) کو تو مانا جائے کہ یہ
قرآن ہے اور اس کے بیان، یعنی تشریح ۔ نماز کے مسنون طریقے کا
انکار کرنا مسلمان رہنا ہے؟ قرآن پر ایمان اور صاحب قرآن
کے عمل بالقرآن کا انکار، قرآن کے ایک حصے کو ماننا اور اس کے
دوسرے حصے کا انکار کرنا ہے۔

بتاؤ؟ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ کی رُو سے خدا کی ایک ذمہ داری تو
موجود ہے کہ قرآن موجود ہے، اور اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ کی رُو سے
خدا کی دوسری ذمہ داری کیا ہوئی، اگر قرآن کا بیان (حدیثِ رسولؐ)
موجود نہیں!

ہمیں کہنے دیجئے کہ انکارِ حدیث سے رسالت کا انکار لازم ہے
کیونکہ قرآن کی تشریح، تفسیر اور بیان رسالت کا منصب ہے۔ تو
رسالت کے منصب کے انکار سے رسالت کا انکار ہو گیا۔

فعل قول پر مقدم ہے

قرآن مجید میں خدا نے فرمایا ہے :-
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ (پ ۲۸ ع)

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، کیوں کہتے ہو جو کچھ کرتے نہیں کرتے"

خدا نے فرمایا ہے کہ جس بات پر تم خود عامل نہیں ہو وہ دوسروں کو کیوں کہتے ہو۔ باپ پکا بے نماز ہو اور اولاد کو کہے کہ نماز پڑھو۔ تو اولاد کیا نماز پڑھے گی ؟ اس ارشادِ خداوندی سے معلوم ہوا کہ قول سے پہلے فعل ہے۔ یعنی جو بات تم نے دوسرے کو کہنی ہے، پہلے خود عمل کرو، پھر کہو۔ عمل پہلے ہے اور کہنا پیچھے۔

اب فرمائیے کہ جب رسولؐ خدا نے لوگوں کو کہا تھا ــــ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ۔ نماز قائم کرو، نماز پڑھ کر کہا تھا یا بغیر نماز پڑھے کہا تھا۔ ظاہر ہے کہ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۔ کے ماتحت حضورؐ نے پہلے نماز پڑھی اور پھر فرمایا۔ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ یعنی "نماز قائم کرو" کا اعلان عملی صورت میں کیا۔ معلوم ہوا کہ فعل پہلے اور قول پیچھے ہے۔ بتلائیے اس قول اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ۔ کا فعل ــ قرآن میں عملی شکل میں کہاں ہے؟ قرآن میں نہیں ہے۔ کہاں ہے؟ حدیث شریف میں! تو ثابت ہوا کہ دین کے اقوال قرآن میں ہیں اور افعال حدیث میں ہیں۔ اگر قرآنی اقوال کے افعال موجود نہ ہوں تو قرآن بیکار اور صاحبِ قرآن بے عمل ٹھہرتا ہے۔ اور یہ ہو نہیں سکتا کہ اللہ کا رسولؐ قرآن تو سنائے، اور اس پر عمل نہ کرے۔ حالانکہ قرآن کہتا ہے۔

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ (پ ۲۸ ع)

"خدا کو یہ بات سخت ناپسند ہے، یہ کہ، کہو جو کچھ کہ نہیں کرتے"
جب عمل کے بغیر کہنا خدا کے غضب کا موجب ہے تو کس طرح ہو سکتا ہے کہ حضرتِ انورؐ نے بغیر عمل کے قرآن سنایا ہو۔ یاد ہے کہ حضورؐ نے عمل کر کے پھر اس عمل کی تبلیغ کی ہے۔ پہلے حضورؐ قرآن کے عامل ہیں، پھر مبلّغ ہیں۔ عمل پہلے ہے، تبلیغ پیچھے ہے تو تبلیغ قرآن کا عمل (جو مقدم ہے) کہاں ہے؟ کہیں نہیں ہے۔ (معاذ اللہ) جب عمل نہیں ہے تو تبلیغ بھی نہ ہوئی۔ فعل نہیں ہے تو قول بھی نہ ہوا۔ کیونکہ پیغمبرؐ کا قول بغیر فعل کے نہیں ہوتا۔ سمجھ آئی آپ کو! فعلِ رسولؐ (حدیث) کے انکار سے ساری قرآنی تبلیغ کا انکار اور ابطال لازم آتا ہے۔ پھر سنو! فعل (حدیث) موجود ہے تو قول (قرآن) بھی ہے۔ فعل نہیں، تو قول بھی نہیں۔ خوب یاد رکھیں کہ پیغمبرؐ (معاذ اللہ) کبھی بے عمل نہیں ہو سکتا کہ اس کا "قال" موجود ہو اور "حال" نہ ہو! صرف سنائے اور کر کے نہ دکھائے!

بھولیں نہیں کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم عاملِ قرآن تھے حضورؐ نے اپنے عمل (سنت اور حدیث) کے ساتھ قرآن امت کو دیا ہے۔ قرآن بھی موجود ہے اور قرآن پر حضورؐ کا عمل ــ حدیث اور سنت بھی موجود ہے۔ یہی موضوع ہے ہماری اس کتاب کا کہ حدیثوں کی روشنی سے ہی قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ مسلمان بحیثیت مسلمان ہوتے کے ساری زندگی حکماً قرآن پر اور عملاً حدیث پر گزارنے کے لئے مجبور ہے۔ حدیث مسلمان کو خدا کے حکم پر چلاتی ہے اسے کردار کا مسلمان بناتی ہے۔ اس کی ہمہ گیری سے کسی مسلمان کو مفر

نہیں، ہر امتی پیدائش سے موت تک اس کی آغوش میں ہے، طوعًا وکرہًا اس کو ماننا ہی پڑتا ہے۔ ہر کوئی اس کی حجیت کے فتراک کا شکار ہے۔

بیشک اصل ہدایت خدا کی طرف سے قرآن ہی ہے اور قرآن پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی خدا ہی کی طرف سے ہے۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ کے حکم سے عاملِ حدیث ہی عاملِ قرآن ہے۔ راہِ رسولؐ پر چلنے والا ہی خدا کا حکم ماننے والا ہے۔ چنانچہ ہم نے اس کتاب میں صرف احادیثِ خیرالوریٰ کے دیپ ہی جگائے ہیں اور ان کی روشنی میں ہی مسلمان کا پیدائش سے لے کر قبر کی لحد تک زندگی گزارنا دکھایا ہے۔ دیکھئے زیست کی ندی سنن کے خلد زاروں میں نور کے نغمے بکھیرتی بہہ رہی ہے۔ ربابِ حیات کی ترنم ریزیاں زخمۂ "روایت" کی منت پذیر ہیں۔ حَدَّثَنَا کے پھولوں سے دامانِ ہستی زرنگار ـــــ اور عمرِ رواں کی مست بہاریں قدح کشانِ "بادۂ رحیق" ہیں۔

ہماری خلوصِ دل سے دعا ہے کہ خدا مسلمان بھائیوں اور بہنوں کو اس کتاب کے پڑھنے سے قرآن اور حدیث کا عامل بنائے، ان کے سینوں کو "اسوۂ رسولؐ" کے نور سے بھرے اور انہیں "اعجازِ حدیث" کا گرویدہ بنا کر فلاحِ دارین کی معراج پر پہنچائے۔ ؎

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

محمد صادق
سیالکوٹ

مارچ ۱۹۵۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَ
نُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ
شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ
يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ
فَلَا هَادِىَ لَهٗ ه وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا

---

[1] نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ وہ جامع اور مبارک خطبہ ہے جو حضورؐ اپنے ہر وعظ اور تقریر کے شروع میں پڑھا کرتے تھے۔ اور یہ خطبہ بالفاظِ مختلف مسلم، ابوداؤد ترمذی وغیرہ میں موجود ہے۔

عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔ اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ۔

(ترجمہ)" سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ (اس لئے) ہم اس کی تعریفیں کرتے ہیں اور (اپنے ہر کام میں) اسی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہم اسی (ربّ العالمین) سے اپنے گناہوں کی بخشش چاہتے ہیں۔ اور اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اسی (پاک ذات) پر ہمارا بھروسہ ہے۔ ہم اپنے نفس کی شرارتوں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں اور اپنے نفس کی برائیوں سے (بھی) اس کی پناہ میں آتے ہیں۔ (یقین مانو) کہ جسے اللہ راہ دکھائے، اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ (خود ہی) اپنے در سے دھتکار دے اس کے لئے کوئی راہبر نہیں ہو سکتا۔

اور ہم (تہِ دل سے) گواہی دیتے ہیں کہ معبودِ برحق (صرف) اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور (اسی طرح اعماقِ قلب سے) ہم اس بات کے بھی گواہ ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس کے (خاص) بندے، اور (آخری) رسولؐ ہیں۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد (یقیناً) تمام باتوں سے بہتر بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور تمام راستوں سے بہتر راستہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اور تمام کاموں میں بدترین کام وہ ہیں جو خدا کے دین میں اپنی طرف سے نکالے جائیں (یاد رکھو) دین میں جو کام نیا نکالا جائے وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔

مسلمان کی پیدائش

بچے کے کان میں اذان

عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَذَّنَ فِیْ اُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ حِیْنَ وَلَدَتْهُ فَاطِمَةُ بِالصَّلٰوةِ۔ (ترمذی۔ ابوداؤد)

(ترجمہ) حضرت ابی رافع روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ اذان دی مانند اذان نماز کے حسن بن علی رض کے کان میں، جب جنا اس کو حضرت فاطمہ رض نے"۔

حدیث کی تعلیم

پیدا ہوتے ہی بچے کے کان میں اذان دینے کا یہ مطلب ہے کہ اس کو سب سے پہلے یہ سنا دیا جائے کہ تو نے عقیدۂ توحید پر جینا اور تازیست اپنے خالقِ برتر کے حضور رکوع و سجود کرتے رہنا ہے تاکہ اس کے دل و دماغ کی لوح پر توحید اور عبادتِ نماز کا پیغام نقش ہو جائے۔ خبردار! اللہ کی ذات اور صفات میں کوئی پیغمبر، ولی، شہید بزرگ، جن، فرشتہ وغیرہ شریک نہیں اور نماز کسی حال میں معاف نہیں۔

ف حضرت حسین رض سے ایک مرفوع روایت ابو یعلی موصلی میں آئی ہے کہ جس کے ہاں لڑکا پیدا ہو، وہ اس کے دائیں کان میں اذان دے اور بائیں کان میں تکبیر کہے۔
(صادق)

دعائے برکت اور تحنیک

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُؤْتیٰ بِالصِّبْیَانِ فَیُبَرِّکُ عَلَیْہِمْ وَیُحَنِّکُھُمْ۔ (صحیح مسلم)

(ترجمہ) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لڑکے لاتے جاتے تھے کہ پیدا ہوتے تھے پس حضرت انورؐ ان پر دعائے برکت کرتے اور ان کی تحنیک کرتے تھے۔

تحنیک کا مطلب یہ ہے کہ کھجور یا کوئی میٹھی چیز چبا کر بچے کے تالو میں لگائیں۔

حدیث کی تعلیم

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی متبع سنت بزرگ بچے کی تحنیک کرے اور اس کے لئے دعائے خیر و برکت کرے کہ لوگ حضرتِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بچے لاکر تحنیک اور دعائے برکت کراتے تھے۔ ہاں تو بزرگ کی بزرگی کا معیار قرآن اور حدیث کا اتباع، اور اعلیٰ کردار و تقویٰ ہے۔ خواہ کوئی ہی کیوں نہ ہو۔

عقیقہ، بال مونڈنا اور نام رکھنا

عَنْ اُمِّ کُرْزٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ وَعَنِ الْجَارِیَةِ شَاةٌ۔ (ابوداؤد)

حضرت اُمّ کرزؓ روایت کرتی ہوئی کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ لڑکے کی

طرف سے (عقیقہ میں) دو بکریاں ہیں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری"۔

سمرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تُذبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ وَيُسمّٰى وَ يُحلَقُ رَأسُهٗ (ترمذی نسائی)

(ترجمہ) "بچے کی طرف سے ذبح کیا جائے ساتویں دن، اور نام رکھا جائے۔ اور مونڈا جائے سر اس کا"۔

حدیث کی تعلیم معلوم ہوا کہ ساتویں دن بچہ کے بال مونڈنے، اس کا نام رکھنا اور عقیقہ کرنا مسنون ہے۔ سنت کا درجہ اور اجر حاصل کرنے کے لئے پوری کوشش کریں۔ کہ یہ سب کام ساتویں دن ہی انجام پذیر ہوں۔

لے لڑکے کی طرف سے (اگر طاقت نہ ہو تو) ایک بکری بھی کر سکتے ہیں۔ جیساکہ حدیث میں ہے۔ عَقَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحَسَنِ بِشَاةٍ (ترمذی) حضرت انورؐ نے امام حسن کی طرف سے ایک بکری عقیقہ کیا۔"

لہ یہ ضروری نہیں کہ لڑکے کی طرف سے بکرے اور لڑکی کی طرف سے بکریاں ہی ہوں۔ چنانچہ حضرت انورؐ فرماتے ہیں۔ لَا يَضُرُّكُمْ ذُكْرَانًا أَوْ إِنَاثًا۔ (ابوداؤد) نہیں ضرر کرتا تم کو نر ہوں یا وہ مادہ" لیعنی عقیقہ میں لڑکے کیلئے نر جانور اور لڑکی کے لئے مادہ ہونا ضروری نہیں۔ جو بھی ملے عقیقہ کرلیں۔ (صادق)

تہ سر مونڈ کر ان بالوں کے ہموزن چاندی للہ دیں۔ حضرت انورؐ نے اپنی بیٹی فاطمہؓ کو کہا۔ مونڈ سر حسنؓ کا اور للہ دے بالوں کے ہموزن چاندی۔ (ترمذی)

نام اچھا رکھیں

حضرت ابی درداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِاَسْمَاءِ كُمْ وَاَسْمَاءِ اٰبَاءِكُمْ فَاَحْسِنُوْا اَسْمَاءَ كُمْ ۔ (ابوداؤد)

(ترجمہ) "پکارے جاؤ گے قیامت کے دن تم ساتھ اپنے ناموں کے، اور ساتھ اپنے باپوں کے ناموں کے۔ پھر اچھے رکھو نام اپنے"۔

حدیث کی تعلیم

اچھے نام اللہ کے ناموں سے پہلے عبد یا امتہ لگانے سے بنتے ہیں۔ پھر نبیوں کے نام بھی اچھے نام ہیں، پھر ہم خود بھی بے شمار نام تجویز کر سکتے ہیں جن کا مفہوم اور مطلب بڑا پاکیزہ، بڑا معنی خیز اور شرعًا ہر طرح جائز ہو مشرکانہ نسبتوں، غلامانہ ذہنیتوں اور گھٹیا خیالوں کے حامل نام بہت بُرے نام ہیں۔ ہم تاکیدًا گزارش کرتے ہیں کہ نام رکھتے وقت قرآن اور حدیث پر بالغ نظر رکھنے والے عالم کا ضرور مشورہ لے لیا کریں۔

بچے کا ختنہ کرنا

ختنہ کرنا، جس کو "مسلمانی" کہتے ہیں، واقعی مسلمانی کی پختہ نشانی ہے۔ ہندوؤں کی چوٹی جو ہندو

لہ اگر کسی کے والدین نے اس کا بُرا نام رکھ دیا ہو تو اُسے اپنا نام اچھے نام سے بدل لینا چاہیئے۔ رسولِ خدا نے کئی لوگوں کے ناموں کو بدل دیا تھا۔ ایک عورت کا نام برہ تھا نیکوکار۔ آپنے فرمایا۔ لَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ "ذمہ راہو اپنے نفسوں کو سَمُّوْهَا زَيْنَبَ۔ فرمایا۔ اس کا نام زینب رکھ دو"۔ (مسلم) ایک عورت کا نام تھا عاصیہ (گنہگار)۔ آپنے اس کا نام جمیلہ رکھ دیا (مسلم) کیونکہ عاصیہ نام میں قنوطیت پائی جاتی ہے حضرت انورؐ اتنی اتنی باتوں پر بھی ناموں کی اصلاح فرمادیتے تھے پھر جن کے نام مشرکانہ اور غلامانہ ذہنیت کے ہیں۔ ان کو ضرور اپنے نام بدل لینا چاہیئے۔ (صادق)

ہونے کی نشانی ہے، کاٹی جا سکتی ہے۔ زنار اتار سکتے ہیں۔ سکھوں کا کڑا، کاچھا، کیس وغیرہ جو سکھی کے نشان ہیں، مٹاتے جا سکتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کی نشانی "مسلمانی" نہیں مٹائی جا سکتی، یہ پختہ اور مضبوط نشانی ہے، اسلام کے پختہ اور مضبوط ہونے کی دلیل اور اسلام کی بے شمار خوبیوں میں سے ایک خوبی ہے، یہ خوبی اور اسلام کی پکی نشانی بھی آپ کو حدیث[1] سے ہی ملے گی۔ چنانچہ:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسنؓ۔ اور حضرت امام حسینؓ کا ختنہ کیا۔" (نیل اوطار)

حضرت انور صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ختنہ کرنا سنت ثابت ہوا۔ اگر حدیث کی ہم تک رسائی نہ ہوتی۔ تو اس جسمانی اور روحانی فائدوں بھری سنت سے ہم محروم رہ جاتے کہو حدیث زندہ باد! اہل حدیث پائندہ باد!!

رزق حلال سے بچے کی پرورش

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اَخَذَ الْحَسَنُ ابْنُ عَلِیٍّ تَمْرَةً مِّنْ تَمْرَةِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِیْ فِیْهِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَخْ کَخْ لِیَطْرَحَهَا ثُمَّ

[1] منکرینِ حدیث کو چاہیئے کہ وہ اپنے بچوں کی پیدائش پر نہ اُس کے سر کے بال (منحات) دور کریں، نہ ان کا نام رکھیں۔ نہ عقیقہ کریں، نہ ختنہ کریں۔ نہ ان کے کان میں اذان کہیں، کیونکہ یہ باتیں حدیث میں آئی ہیں، اور انکارِ حدیث سے ان کا انکار لازم آتا ہے ظاہر ہے کہ سب مسلمان ان حدیثوں پر عمل کرتے ہیں تو پھر وہ حدیث کے عامل، اہل حدیث ہوئے پھر حدیث کا انکار کتنی حیرانی کی بات ہے۔ (صادق)

قَالَ اَمَا شَعَرْتَ اَنَّا لَا نَاْكُلُ الصَّدَقَةَ ۔ (بخاری مسلم)

حضرت ابی ہریرۃ رضؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت حسن بن علیؓ نے (خوردسالی میں) زکوٰۃ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور منہ میں ڈال لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دور کر۔ دور کر تاکہ پھینک دیں اس کو، پھر فرمایا۔ کیا نہیں جانتا تو کہ ہم (بنی ہاشم) نہیں کھاتے زکوٰۃ۔"

اور پھر یہ بھی فرمایا ہے حضرت انورؐ نے:۔

وَاِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَّلَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ ۔ (مسلم)

زکوٰۃ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے، اور اولادِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے حلال نہیں ہے۔"

حدیث کی تعلیم حضرت حسنؓ خورد سال بچے تھے۔ زکوٰۃ کی کھجوروں کے ڈھیر سے ایک کھجور لے کر منہ میں ڈال لی رسولِ خدا نے وہ کھجور ان کے منہ سے تھکوا دی۔ بالکل جس طرح کوئی خطرناک چیز، بچہ منہ میں ڈال لیتا ہے اور اس کی ماں اس کے منہ میں انگلی ڈال کر نکال باہر پھینکتی ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کی کھجور کو روحانی طور پر خطرناک سمجھ کر حضرتؐ نے منہ سے نکلوا دی اور خوب تھکوا کر منہ صاف کرا ڈالا۔ اور فرمایا۔ تجھے معلوم نہیں۔ یعنی تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ صدقہ آلِ محمدؐ پر حرام ہے۔

اس حدیث سے سبق ملا کہ ماں باپ کو چاہیئے کہ وہ اپنے بچوں کی پرورش رزقِ حلال سے کریں۔ کوئی حرام چیز بچوں کو نہ کھلائیں، نہ پلائیں۔ بلکہ حرام چیز مثل ریشم اور سونا چاندی کے

بھی بچوں کو نہ پہنائیں کہ یہ چیزیں مردوں پر حرام ہیں۔ بچہ شیرخوار ہو تو ماں دودھ بھی حلال کی روزی سے پیدا شدہ پلائے۔ اور اپنے اخلاق بہت بلند اور پاکیزہ رکھے۔ خیالات تک ستھرے اور اُجلے ہوں کہ ماں کی خوراک، عادات اور اخلاق کا اثر دودھ کے ذریعے بچے کو پہنچتا ہے۔

نذرِ لغیر اللہ

ایک بات نہایت قابلِ غور ہے کہ کیا کھجور کی اصل ناپاک اور حرام ہے؛ جس طرح مردار، بہتا لہو، شراب اور سوّر کا گوشت وغیرہ حرام ہیں۔ کیا کھجور اس طرح حرام اور پلید ہے؟ ہرگز نہیں! کھجور پاک اور حلال ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے کھایا کرتے تھے۔ صحابہؓ کھاتے تھے اور آج بھی سب مسلمان اِسے کھاتے ہیں۔ پھر حضرت حسنؓ کے منہ سے حضورؐ نے کیوں تھکوا دی؟ اس لئے کہ وہ زکوٰۃ کی کھجور تھی، اور زکوٰۃ کا کھانا رسولِ خدا نے آلِ محمدؐ پر (خدا کے حکم سے) حرام کر دیا تھا۔ اس لئے حضرت حسنؓ پر وہ کھجور زکوٰۃ کی کھجور ہونے کی وجہ سے حرام تھی۔

دودھ حلال اور پاک ہے۔ لیکن اگر کوئی کسی کی بھینس سے چوری دوہ لائے، تو ایسے دودھ کا پینا حرام ہے۔ چوری کا ہونے کے سبب شریعت نے اس پر حرام ہونے کا حکم لگا دیا ہے۔

دودھ، گھی، غلہ، کپڑے اور بے شمار کھانے پینے کی چیزیں جو سراسر حلال اور پاک ہیں۔ اگر رشوت کی ہوں، تو پھر حرام ہو جائیں گی۔ یعنی رشوت کے سبب حرام ہوگئیں۔ ایسے ہی تمام حلال اور پاک کھانے، پینے اور پہننے کی چیزیں جب غیر اللہ کی نذر کی جائیں گی

تو حرام ہو جائیں گی۔ کیونکہ نذر عبادت ہے اور عبادت غیر اللہ کی حرام ہے۔ اس لئے نذر لغیر اللہ حرام ہے۔ پس غیر اللہ کی نذر نیاز نہ خود کھائیں اور نہ بچوں کو کھلائیں کہ اس کا کھانا دوسری چیزوں کی طرح شرعاً حرام ہے۔ گوشت ہو، دودھ ہو، حلوہ ہو، کھیر ہو، چاول ہو، روٹی ہو، پھل ہو، شربت ہو، غرض کوئی بھی کھانے پینے کی چیز ہو، غیر اللہ کی چیز ہونے کے سبب حرام ہو چکی ہے۔ یہ حنفی مذہب کا فتویٰ ہے۔ ملاحظہ ہو ردالمختار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ پاک میں، نہ غیر اللہ کی نذر نیاز دی اور نہ دینے کا ارشاد فرمایا۔ آپ کے سوا لاکھ سے زائد صحابہؓ میں سے کسی ایک نے بھی غیر اللہ کی نیاز، نذر نہیں دی۔ نہ غیر اللہ کی منت مانی اور نہ چڑھاوا چڑھایا۔

اولاد کی تربیت

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَعْطَى اللّٰهُ اَحَدَكُمْ خَيْرًا فَلْيَبْدَأْ بِنَفْسِهٖ وَ اَهْلِ بَيْتِهٖ ۔ (صحیح مسلم)

"جابر بن سمرہ رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب خدا تم میں کسی کو مال دے تو اسے چاہیئے کہ اوّل خرچ کرے اپنی جان پر، اور اپنے گھر والوں (بیوی بچوں) پر۔"

حدیث کی تعلیم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مال کا اولین مصرف اپنی جان، بیوی کی ذات اور بچوں کی پرورش وغیرہ بتایا ہے۔ خود کھائے پیئے، پہنے اور بیوی بچوں کو حسب حیثیت کھلائے، پہنائے اور بچوں پر خرچ کرے۔ بچوں پر مال نچھاور کرکے ان کو اچھا کھلائے، اچھا پہنائے، تعلیم دلائے اور اعلیٰ اخلاق سکھائے۔ ان کے لئے دین و دنیا کی ترقی اور فلاح وبہبود کے وسائل مہیا کرے۔ انہیں لائق سے لائق تر بنانے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے۔ ایک ترقی کے بعد دوسری ترقی پر پہنچانے کی کوشش کرے۔ دوسری ترقی سے تیسری ترقی کی راہ تلاش کرے۔ اسی طرح معراجِ درجات کی آخری منزل تک لے جانے کے لئے تگ و تاز میں رہے۔ ہر ممکن کوشش سے ان کی کشتِ حیات کو علوم عصریہ اور دینیہ کے سرچشموں سے سیراب کرے۔

بچوں کی تادیب عَنْ اَیُّوْبَ بْنِ مُوْسٰی عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدَهٗ مِنْ نَحْلٍ اَفْضَلُ مِنْ اَدَبٍ حَسَنٍ۔ (ترمذی۔شعب الایمان)

روایت ہے ایوب بن موسیٰ سے کہ نقل کی اپنے باپ موسیٰ سے، موسیٰ نے نقل کی ایوب کے دادا سے یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باپ نے اپنے بیٹے کو نہیں دیا، کچھ دینا بہتر نیک ادب سے۔"

حدیث کی تعلیم فرمانِ خیرالانامؐ کا مطلب یہ ہے کہ باپ کا اپنے بیٹے کو نیک ادب سکھانے سے کوئی کام بہتر نہیں ہے

باپ اپنے فرزند کے نکاح میں پری پیکر عورت لاوے۔ سونے چاندی کے ڈھیر اس کو بخش دے۔ کوٹھی، باغیچے، کاریں، اور خدام مہیا کر دے۔ ہر قسم کی نعمتوں کے انبار لگا دے۔ پر نیک ادب سکھانے کے مقابلہ میں یہ سب کچھ ہیچ ہے۔ ادب حسن بھلائی کا وہ آفتاب ہے جس کے سامنے اچھائیوں کے بیشمار ستارے بے نور ہیں۔ گویا حضرت انورؐ والدین کو ترغیب دے رہے ہیں کہ وہ اولاد کو ادب کی دولت سے مالا مال کریں۔ ان کی تادیب میں پوری پوری جد و جہد کریں۔

اولاد کی تربیت پر حضرتؐ کی معیت

رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:۔

اَنَا وَامْرَاَۃٌ سَفْعَاءُ الْخَدَّیْنِ کَھَاتَیْنِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔

(بخاری شریف) "میں اور عورت سیاہ رخساروں کی، مانند ان دو انگلیوں کے ہوں گے دن قیامت کے"

یعنی جو عورت اولاد کی خدمت کرکر تباہ حال ہوگئی ہو، ان کو بنانے سنوارنے کی خاطر اپنی زینت اور آرائش ترک کر چکی ہو۔ بچوں کی بہبودی کے غم اور اندوہ سے اس کے چہرے کا رنگ سیاہ ہوگیا ہو۔ اولاد کو "کندن" بناکر خود "منور"[1] بن جانے والی عورت کو حضرت انورؐ اپنی معیت میں بہشت کی خوشخبری دے رہے ہیں۔ بچوں کو ادب کے زیور سے آراستہ کرنیوالی۔ مشقتوں اور مصیبتوں کے پہاڑ اٹھانے والی خاتون قیامت کو سرورِ رسولاںؐ کے ساتھ جنت میں ہوگی! غور کریں کہ اولاد کی اچھی تربیت کرنے اور انہیں اچھا ادب سکھانے کا کتنا

[1] منور۔ لوہے کا میل۔ خبث الحدید۔

والدین کی مجرمانہ غفلت

مرتبہ ہے۔
جو والدین بچوں کی تعلیم و تادیب کا خیال نہیں کرتے اور بچے اَن پڑھ، جاہل، بے ادب اور آوارہ ہوکر رہ جاتے ہیں، تہذیب اور اخلاق سے بیگانہ ہوتے ہیں، نہ دین کا شعور رکھتے ہیں اور نہ دنیا میں اپنا مقام سمجھتے ہیں، ایسے بچوں کے والدین مجرمانہ غفلت کے مرتکب ہوتے ہیں، دنیا میں کفِ افسوس ملنے کے علاوہ قیامت کو خدا کے ہاں بھی جواب دِہ ہوں گے کہ انہوں نے اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کے لئے کیوں کوشش نہیں کی؟

تادیب خیرات سے بہتر ہے

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ یُّؤَدِّبَ الرَّجُلُ وَلَدَهٗ خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ یَّتَصَدَّقَ بِصَاعٍ (ترمذی)

جابر بن سمرہ رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ البتہ ایک ادب سکھانا اپنے بیٹے کو ایک صاع[1] (ساڑھے تین سیر) غلہ خیرات کرنے سے بہتر ہے۔

حدیث کی تعلیم

ایک ادب شرعی کا سکھانا ایک صاع غلہ خیرات کرنے سے خدا کے نزدیک اجر میں بڑھ کر ہے۔ انسانیت صدہا ادب کی محتاج ہے۔ جب والدین اولاد کی زندگی کے ہر ہر پہلو میں ادب کے چراغ روشن کرینگے

---

[1] مدنی صاع پونے تین سیر کا ہوتا ہے۔

تو کس قدر اجر کے مستحق ہوں گے۔ اور پھر جب تک اولاد زندہ رہے گی۔ ماں باپ کے لئے یہ صدقہ جاریہ قائم رہے گا۔

بیٹی کی تربیت پر بہشت

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ اُنْثٰى فَلَمْ يَئِدْهَا وَلَمْ يُهِنْهَا وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهُ عَلَيْهَا يَعْنِي الذُّكُوْرَ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ۔ (ابوداؤد)

"روایت ہے ابن عباسؓ سے، کہا انہوں نے، کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، جس کی ہوئی ایک بیٹی[1] (یا بہن) پھر نہ گاڑا اس کو زندہ، اور نہ حقیر و ذلیل رکھا اس کو، اور نہ ترجیح دی (کھلانے پلانے، پہنانے وغیرہ میں) اپنے لڑکوں کو اس پر، داخل کرے گا اللہ اس کو (ساتھ سابقین کے) بہشت میں"

[1] حضور فرماتے ہیں مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَنَا وَهُوَ هٰكَذَا وَضَمَّ اَصَابِعَهُ (مسلم) جو دو بیٹیوں کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائیں، آئے گا وہ شخص قیامت کے دن اس حال میں کہ میں اور وہ اکٹھے ہوں گے، اسی طرح اور ملائیں انگلیاں اپنی"۔ بخاری مسلم میں ایک یا دو یا دو سے زیادہ بیٹیوں کے ساتھ احسان کرنے والے کے متعلق حضورؐ نے فرمایا۔ کہ وہ بیٹیاں اپنے باپ اور دوزخ کے درمیان پردہ ہوں گی۔

حدیث کی تعلیم اس حدیث میں بیٹوں اور بیٹیوں کے ساتھ یکساں محبت کرنے کا حکم آیا ہے، اور ایک جیسا کھلانے پلانے کا ارشاد فرمایا گیا ہے۔

سب سے بہتر گھر وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرُ بَیْتٍ فِی الْمُسْلِمِیْنَ بَیْتٌ فِیْهِ یَتِیْمٌ یُحْسَنُ عَلَیْهِ۔ (ابن ماجہ)

"حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں، کہ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بہتر گھر وہ ہے، کہ اس میں یتیم ہوں۔ کہ احسان[1] کیا جائے طرف اس کے۔"

حدیث کی تعلیم جس گھر میں یتیم (اپنا ہو یا بیگانہ) کی بڑی محبّت خیر خواہی اور رواداری سے پرورش کی جائے یہاں تک کہ اپنی اولاد، اور یتیم کے درمیان کوئی فرق نظر نہ آئے تو ایسے گھر کو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم خَیْرُ بَیْتٍ فِی الْمُسْلِمِیْنَ فرما رہے ہیں "مسلمانوں کے گھروں میں بہترین گھر"۔ حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمایا:

مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی یَتِیْمَةٍ اَوْ یَتِیْمٍ عِنْدَهٗ کُنْتُ اَنَا وَهُوَ فِی الْجَنَّةِ کَهَاتَیْنِ وَقَرَنَ بَیْنَ اُصْبُعَیْهِ

(ترمذی)

[1] یتیم کو تعلیم و تادیب کی خاطر مارنا، سزا دینا وغیرہ احسان کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ یہ خیر خواہی اور بھلائی ہے، لوگ اپنی اولاد کو بھی اصلاح کے لئے مارتے ہیں۔

(ترجمہ) جو شخص احسان کرے، طرف یتیم لڑکی کے، یا یتیم لڑکے کے، کہ پاس اس کے ہے، (یعنی اس کی پرورش میں ہے، اور وہ یتیم خواہ اپنا ہو یا اجنبی ہو) ہوں گا میں (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اور وہ (یتیم کی پرورش کرنے والا) بہشت میں مانند ان دونوں (انگلیوں) کے۔ اور ملائیں دونوں انگلیاں اپنی (یعنی اس طرح اکٹھے ہوں گے)۔

ملاحظہ: چونکہ احادیث میں اولاد کی تعلیم، تربیت، تادیب وغیرہ کے تاکیدی ارشادات آئے ہیں۔ اس لئے ہم ان کو ذرا تفصیل سے بیان کرتے ہیں، تاکہ والدین اولاد کی تعلیم و تادیب کی طرف ضروری توجہ دیں، اور ان شرعی آداب کی بنیادوں پر ان کی زندگی کا محل تعمیر کریں۔ تاکہ بچے بڑے ہو کر ملک، قوم، اور مذہب و ملت کے لئے سہارا بنیں۔ ان کی دنیا بھی بنے اور دین بھی سنورے۔

اولاد کی تعلیم

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ

(مشکوٰۃ۔ کتاب العلم)

(ترجمہ) اور روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے، کہا انہوں نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، طلب کرنا علم کا

ہر مسلمان پر فرض ہے۔

حدیث کی تعلیم

علم کے معنی ہیں جاننا، واقفیت، آگاہی، دانائی، دانش، بدّیا، ہُنر، فن، جوہر، وغیرہ،

جب تک کوئی شخص کسی چیز کو نہ جانے، اس کا علم نہ رکھے اس سے نہ فائدہ اٹھا سکتا ہے، اور نہ اس کے ضرر سے بچ سکتا ہے۔ مثلاً سم الفار (زہر) کا علم نہ ہوتا، کہ یہ زہر ہے، اور زہر مہلک ہوتا ہے، تو اس سے پرہیز کرنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا، اسی طرح مشک (کستوری) اور مروارید (موتی) کی ہمیں واقفیت نہ ہوتی تو ان کے بیش بہا فائدوں سے محروم رہتے، معلوم ہُوا کہ علم ایک نور ہے، بڑی بابرکت روشنی ہے، جس سے لا پتہ چیزوں کا پتہ چلتا ہے، مجہول اشیاء معروف ہو جاتی ہیں، غیر معلوم پہچانی جاتی ہیں، اور پوشیدہ ظاہر ہو جاتی ہیں، تو علم والا آنکھوں والا ہُوا۔ روشنی والا بینا ہُوا۔ اور بے علم اندھا اور نابینا ہُوا۔

کیا آپ چاہتے ہیں، کہ آپ کی اولاد دین اور دنیا کی باتوں سے اندھی اور نابینی رہے؟ نہیں! تو پھر ضرور ضرور اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کو دین اور دنیا کا علم پڑھائیں، انہیں ہرگز ہرگز "اندھا" نہ رکھیں اسی لئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان پر علم کا حاصل کرنا فرض (ضروری) قرار دے دیا ہے، کہ اُمت میں کوئی اَن پڑھ اور جاہل نہ رہے۔

اَن پڑھ رہنے کا نقصان

دین کے علم سے اَن پڑھ، اور جاہل

رہنے کا نقصان یہ ہے کہ عباداتِ خداوندی، احکامِ الٰہی، اور ضروریاتِ دین سے انسان بے خبر، اور بے عمل ہو کر آخرت برباد کر لیتا ہے اور مرنے کے بعد جہنم میں چلا جاتا ہے۔ کس قدر نقصان ہے بے علم رہنے سے؟ اور بے علم اگر مولویوں، اور پیروں پر اعتقاد اور بھروسہ کرے، اور ان کے منہ سے جو نکل آئے، اسے دین سمجھ کر عمل کرتا رہے، تو ہو سکتا ہے، کہ مولوی، اور پیر اس کی جہالت کا فائدہ اٹھا کر اُسے شرک اور بدعت کی راہ پر چلا کر جہنم میں جھونک دیں، جیسا کہ یہودیوں کے علماء اور مشائخ، خانہ ساز مسائل بنا بنا کر عوام کا لانعام سے مال ہتھیاتے تھے، اور انہیں بے ایمان بنا کر اللہ کی راہ سے روکتے تھے، ارشادِ خداوندی ہوتا ہے:۔

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ۝ (پ ع ۹)

"اور بعض ان (یہود) میں سے اَن پڑھ ہیں، جو کتاب (توراۃ) کو نہیں سمجھتے، سوائے اکاذیب کے، (یعنی ان جھوٹی باتوں کے، کہ جو اُن کے علماء اور مشائخ خود گھڑ کر ان کو سناتے ہیں) اور نہیں وہ مگر خیالی تکے چلاتے"۔

یعنی اَن پڑھ یہودی اپنے علماء و مشائخ کی گھڑی ہوئی کہانیاں سُن سُن کر ان پر عمل کر کے عاقبت برباد کرتے تھے، ــــ خانہ ساز مسائل سے علماءِ سوء دنیا کماتے، اور عوام کو بے ایمان بناتے تھے اس صورت کو قرآن نے اور واضح کیا ہے، تاکہ مسلمان اور متنبہ ہوں

يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا إِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُوْنَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ (پ ۱۰ ع)

"مسلمانو! (تم ہوش کرنا ۔ کہ یہود کے) اکثر علماء اور مشائخ لوگوں کا مال ناحق ہضم کر جاتے ہیں، اور (ان سادہ لوحوں کو) راہِ خدا سے روکتے ہیں"

چادر زہرا بیچ کھانے والے

یعنی یہود کے علماء اَن پڑھوں کو غلط مسائل بتا کر ان کے مال ڈکو جاتے ہیں، اور ان کو گھر کی شرع پر چلا کر اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔ کیونکہ خدا کی، اور رسول کی بتائی ہوئی بات پر عمل کرنا خدا کی راہ پر چلنا ہے ۔ اور پیروں، بزرگوں، عالموں کی بے سند خرافات پر چلنا خدا کی راہ کو چھوڑنا ہے، یہود کے عالموں، اور درویشوں کا یہ حال بتا، سُنا کر اللہ اُمتِ محمدیہ کو متنبہ کر رہا ہے ۔ کہ وہ بھی یہود کی طرح اَن پڑھ رہ کر اپنے مولویوں اور پیروں، کی من مانی باتوں کو دین سمجھ کر عمل میں نہ لائیں، بلکہ خود آپ دین کا علم دکم ازکم بقدر ضرورت[1]) ضرور حاصل کریں ۔ تاکہ چادر زہراؓ چرا کر بیچ کھانے والے شیخ حرم، انہیں دھوکا نہ دے سکیں، طلسمِ ورع کا شکار بنا کر "کند چھری" سے ذبح نہ کریں ۔

---

[1] تمام عورتوں کو اور مردوں کو کم ازکم قرآن کا ترجمہ اور حدیث بلوغ المرام یا مشکوٰۃ ضرور پڑھنی چاہیئے، اتنا پڑھنے سے انشاء اللہ وہ اپنے دین سے اچھی طرح واقف ہو جائیں گے اور علماءِ سوء کے دامِ تزویر سے بچ نکلیں گے (صادق)

عوام کی بے علمی سے فائدہ

عوام کی بے علمی اور جہالت سے بہت سے علماء و مشائخ خوب فائدہ اٹھاتے ہیں، ان کے بے سند احکام کو عوام دین سمجھ کر عمل میں لاتے ہیں۔ "بزرگوں" کے منہ سے جو کچھ نکل آئے۔ پیراؤں کے لئے شریعت بن جاتی ہے، اس طرح صدہا امور عوام میں نیکی اور کارِ ثواب کے تصور سے مروج ہیں۔ جن کی جان پہچان سے کتاب و سنت انکاری ہے۔

مال کھانے کے ہتھکنڈے

قبروں پہ عرس[1] کرنا لوگوں کو کارِ ثواب بتایا گیا ہے، ہر سال اس طرح لاکھوں روپیہ قبروں پہ نذر، نیاز، اور چڑھاوے کی صورت میں جمع ہوتا ہے۔ جو "بعض لوگ" کھا جاتے ہیں، جاہل عوام قبروں پر سجدے کرکر، نذریں چڑھاکر، اور اہلِ قبور سے استمداد و فریاد کرکر گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اس طرح سالانہ لاکھوں روپیہ کی آمدن کے علاوہ اور بے شمار روپیہ نذر لغیر اللہ کی صورت میں آئے دن بعض لوگ کھاتے رہتے ہیں۔

---

[1] حدیث شریف میں سرورِ رسولاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا (مشکوٰۃ) میری قبر پہ (سال کے سال) میلہ نہ لگانا۔ یعنی عرس نہ کرنا۔" جب آپ کے روضہ اقدس پر عرس منع ہے اور آج تک ایک بار بھی عرس نہیں ہوا، تو اور کس کے لئے جائز ہو سکتا ہے؟ معلوم ہوا کہ عرس محض ایک دکانداری ہے، جس کے ذریعہ لاکھوں کروڑوں روپیہ ناجائز طور پر عوام سے ہتھیایا جاتا ہے۔

رجب کے مہینے میں امام جعفر صادقؒ کے کونڈے بھرنے پر عوام ہزاروں روپیہ خرچ کر ڈالتے ہیں ، جو بعض حضرات ہضم کر جاتے ہیں ، لوگوں کو بتا رکھا ہے ، کہ جو یہ کونڈے بھرے گا ۔ وہ امام جعفر صادق کی توجہ اور نظر سے سارا سال خوش و خرم رہے گا ۔

ہر ماہ شیخ جیلانیؒ کی گیارھویں دینے سے سارا مہینہ خیریت سے گزرے گا ۔ آمدن اچھی ہو گی ، اور شاہ جیلانیؒ کی نظر آفات سے بچائے گی ۔ اس نظریہ کے تحت لوگ گیارھویں پکاتے اور خانہ ساز مسئلہ بتانے والوں کو کھلاتے ہیں ۔

معراج کی رات کو ایک نیا ختم نکلا گیا ہے ، جو اچھا کھانا پکا کر بھولے مسلمان مسئلہ سازوں کو کھلاتے ہیں ۔ اور ان کی زبانی ثواب پاتے ہیں ۔

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے دن بھی ختم دلوایا جاتا ہے ، جو اچھی چیزیں پکوا کر بعض حضرات کھاتے ہیں اور لوگوں کو ثواب دارین کا خانگی وعدہ دیتے ہیں ۔

میلاد النبیؐ کی تقریب پر میلاد پڑھتے ہیں ۔ اور کھانوں اور مٹھائیوں سے پیٹ بھرتے ہیں ۔ اور نقدی سے جیبیں ۔

مرنے والے کی روح آوارہ پھرتی رہتی ہے ، اور روحوں میں نہیں مل سکتی ۔ جب تک "روح ملانے" کا ختم نہ دلوایا جائے ۔ چنانچہ شب برات کو بڑے اہتمام سے کھانے اور کپڑے جمع کر کے ختم دلوایا جاتا ہے ۔ یہ سب چیزیں "بعض لوگ" اپنے گھر

لے جاتے ہیں۔ اور پھر متوفی کی روح روحوں میں جا ملتی ہے۔

بدھ کے روز ربیع الاوّل کے مہینے میں رسولِ خدا کو مرض سے قدرے افاقہ ہوا تھا۔ اس خوشی میں ایک ختم دلاؤ۔ عوام لبیک کہہ کر ختم دلاتے اور ان حضرات کو کھانا کھلاتے اور "اجرِ عظیم پاتے ہیں۔"

مرنے والوں کا تیسرا، دسواں، چالیسواں، اور برسی کی رسمیں[1] کروائی جاتی ہیں، اور ان پر کھانے، کپڑے، اور نقدی اکٹھی کر کے "بعض لوگ" (یہ صدقات خیرات) اپنے پیٹ میں ڈال لیتے ہیں بے شمار قبریں مختلف دکھوں، دردوں، مرضوں، کربوں، سے نجات دلوانے والی متعین کر رکھی ہیں۔ ان قبروں پر سادہ لوحوں کی بھیڑ رہتی ہے، نذروں، نیازوں، منتوں کی صورت میں — بکرے، دنبے، مرغے، گائے، بھینسیں، گندم، چاول، پلاؤ کی دیگیں، ہر قسم کے کپڑے، مال و دولت کے انبار چڑھاوا چڑھتا ہے، جن سے "بعض مجاور پلتے پوستے" رہتے ہیں۔

---

[1] ایصالِ ثواب کی نیت سے اللہ کے نام پر صدقات و خیرات کر کے فقراء و مساکین کو کھلانا، پلانا، پہنانا بغیر قیدِ زمان و مکان درست ہے، ثواب موتی کو پہنچتا ہے لیکن چوتھا، تیرھواں، برسی وغیرہ ہندو کرتے تھے، ان ہندوانہ رسموں کی صورت میں صدقات کرنا بدعت ہے۔ یہ کام نہ حضورؐ نے کئے، نہ کرنے کو کہا۔ نہ یہ رسمیں صحابہؓ۔ تابعینؒ، تبع تابعینؒ میں پائی گئیں، پھر مسلمانوں کے لئے یہ رسمیں کیونکر روا ہو سکتی ہیں؟ مسلمانو! اگر محبت رسولؐ ہے تو ہر کام سنت کے مطابق کرو۔

"سر پکڑ کر بیٹھنے والوں" کے "سر پر ہاتھ دھرنے والے" سال میں دو بار دورہ کرتے ہیں۔ اور بھولے کلمہ گوؤں سے ششماہی اکٹھی کرکے ہزاروں روپیہ لے جاتے ہیں، یہ دیتے ہیں کہ مرشد صاحب کی ان پر نظر رہے اور مصائب[1] نہ آئیں۔

غور کریں۔ کیا یہ کام رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت اور صحابہؓ کے تعامل میں پائے جاتے ہیں؟ ہرگز نہیں!۔ یاد رکھیں، یہ باتیں بعض لوگوں نے محض کھانے کے لئے، دنیا کا مال اکٹھا کرنے کے لئے — مذہب کے نام سے نکال رکھی ہیں۔ بے علم مسلمانوں کی بے علمی، اور جہالت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ان کا مال بھی کھا رہے ہیں۔ اور انہیں شرک، اور بدعت

---

[1] رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہؓ، اور اہلِ بیت رضوان اللہ علیہم پر اتنی سخت مصیبتیں آئیں کہ ان کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جب وہ پاک ہستیاں اپنی ذات سے مصائب کو ٹال نہ سکیں، بلکہ اللہ کی رضا پر راضی رہیں۔ تو اور کون ایسا ہو سکتا ہے جو مریدوں پر نظر کرکے ہموم و غموم، اور مصائب کو دور کرے، خُدا فرماتا ہے۔ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ۔ (پ ۱۴۴) "اے پیغمبر! کہہ دے نہیں اختیار رکھتا میں واسطے جان اپنی کے نفع کا، اور نہ نقصان کا، مگر جو چاہے اللہ" جب ختم نبیاںؐ جلب منفعت اور دفع مضرت پر قادر و مختار نہیں۔ تو اور کون قدرت اور اختیار والا ہو سکتا ہے۔ پھر آج کل کے "حاجت روا" اور "مشکل کشا" بھولے مسلمانوں کا مال ہضم کرنے کے لئے دم مارتے ہیں۔ اور "تجارت" کو فروغ دینے کے لئے "ایجنسیاں" کھول رہے ہیں۔ بخدا، ہم آپ کو یہ سچی بات بتا رہے ہیں۔ اور کتاب و سُنت سے دلائل لا رہے ہیں۔

پر چلا کر اللہ کی راہ سے بھی روک رہے ہیں، سچ فرمایا خدا تعالیٰ نے :-

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط (پ۱۰ ع)

"مسلمانو! (ہوشیار رہنا) تحقیق بہت سے علماء و مشائخ لوگوں کے مال ناحق ہضم کر جاتے ہیں، اور ان (بے علموں) کو راہِ خدا سے روکتے ہیں۔"

اسی لئے تو امت کے سب سے بڑے خیر خواہ حضرت رَحْمَتٌ لِّلْعَالَمِيْنَ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مرد عورت کو علم حاصل کرنے کی تاکید فرمائی ہے، تاکہ کوئی بھی اَن پڑھ، اور جاہل رہ کر مذہب میں دھوکا نہ کھا سکے، بلکہ ہر مذہبی چیز بغیر قرآن اور حدیث کی سند کے نہ مانے، نہ عمل میں لائے۔

علم کے فضائل اور برکات

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ مَنْ سَلَكَ طَرِیْقًا یَّلْتَمِسُ فِیْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ بِهٖ طَرِیْقًا اِلَی الْجَنَّةِ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بَیْتٍ مِّنْ بُیُوْتِ اللّٰهِ یَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَیَتَدَارَسُوْنَهٗ بَیْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّكِیْنَةُ وَغَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِیْمَنْ عِنْدَهٗ وَمَنْ بَطَّأَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ یُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ۔ (صحیح مسلم)

"حضرت ابی ہریرۃؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص تلاشِ علم میں کوئی راہ چلتا ہے، تو اللہ اس کے لئے بسبب اس کے بہشت کی طرف راہ آسان کرے گا۔ اور جو لوگ اللہ کے گھر (مسجد) مدرسہ) میں جمع ہو کر قرآن پڑھتے، اور اس کا مطلب بیان کرتے ہیں، ان پر (خدا کی طرف سے) تسکین نازل ہوتی ہے، اور رحمت ان کو ڈھانکتی ہے، اور فرشتے ان کو گھیرتے ہیں، اور خدا ان کا ذکر کرتا ہے ان لوگوں (ملائکہ مقربین) میں جو اس کے نزدیک ہیں، اور جس شخص کو پیچھے کر دیا اس کے عمل نے، نہیں جلدی کرے گا ساتھ اس کے نسب اس کا۔ (مسلم)

حدیث کی تعلیم

حدیث مذکور میں فرمایا گیا ہے کہ جو شخص تلاشِ علم میں کوئی راہ چلتا ہے، تو اس راہ چلنے کے سبب خدا اس کے لئے بہشت کی راہ آسان کر دے گا۔ یعنی طلبِ علم میں جو راستہ طے ہوتا ہے، دراصل بہشت کا راستہ طے ہوتا ہے اس طرح کہ علم پڑھ کر جب اس پر عمل کیا جائے گا تو یہ عمل موجبِ بہشت ہو گا۔

پھر قرآن پڑھنا، اس کا مطلب و مفہوم اور ترجمہ بیان کرنا اتنا با برکت ہے، کہ اس اثناء میں قدوس لم یزل کی طرف سے تسکین نازل ہوتی ہے، رحمت کی برکھا برستی ہے، اور فرشتوں کا ہجوم ایسی مجلس کو گھیر لیتا ہے، اور ان طلبہ کا ذکر اللہ تعالیٰ ملاءِ اعلیٰ میں کرتا ہے

پھر علم سے مقصود عمل کرنا ـــــ اور آخرت میں نجات پانا ہے، اس لئے فرمایا، کہ جس کو اس کے عمل نے پیچھے کر دیا ـــــ یعنی جس نے عمل میں قصور کیا، کوتاہی اور لاپرواہی برتی، اس کی عالی نسبی قیامت کو کسی کام نہ آئے گی۔ سید، مغل، قریشی ہونا، اس کو خدا کی گرفت سے چھڑا نہ سکے گا، مراد یہ ہے، کہ علم پر ضرور، ضرور خلوص سے عمل کرے!! عمل کرے!! ـــــ اساتذہ کو چاہیئے کہ وہ طلبائ کو عمل کی طرف توجہ دلاتے رہیں، اور ان پر کڑی نگرانی رکھیں۔ کہ وہ بدعملی اور بداخلاقی کی زندگی نہ گزاریں، اور یہ فرض والدین پر بھی عائد ہوتا ہے۔

مرنے کے بعد علم کا ثواب، صدقہ جاریہ!

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ مِّنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، اَوْ عِلْمٍ يُّنْتَفَعُ بِهٖ، اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَّدْعُوْ لَهٗ۔ (صحیح مسلم)

"حضرت ابی ہریرۃؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب آدمی مر جاتا ہے۔ تو اس کے عمل کا ثواب موقوف ہو جاتا ہے سوائے تین عملوں کے ثواب کے! (پہلا) صدقہ جاریہ۔ (دوسرا) علم کہ جس سے نفع اٹھایا جائے۔ (تیسرا) اولاد صالح جو اس کے لئے دعا کرے۔

حدیث کی تعلیم مرنے کے بعد ثواب کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ زندگی میں عمل کرتا تھا۔ نماز پڑھتا تھا۔ روزہ رکھتا تھا ـــــ اور دوسری نیکیاں کرتا تھا۔ تو ثواب پاتا تھا، اب یہ نیکیاں کرنا ختم ہو گیا۔ عمل کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ تو ثواب کا سلسلہ بھی موقوف ہو گیا۔ مرنے پر نہ عمل رہا، نہ اس پر اجر ـــــ جتنا کر چکا وہ ذخیرہ ہو گیا، قیامت کو ملے گا۔ ہاں تین صورتوں میں مرنے کے بعد بھی اجر ملتا رہے گا۔ ثواب پہنچتا رہے گا۔

(۱) صدقہ جاریہ! ـــــ کوئی مسجد بنوائی تھی، یا مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا تھا، دینی مدرسہ جاری کیا تھا، کوئی کنواں بنایا تھا، بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے کوئی زمین وغیرہ وقف کی تھی، ان چیزوں سے لوگ نفع اٹھاتے رہیں گے، اور ثواب پہنچتا رہے گا۔

(۲) علم کا ثواب! ـــــ اپنی زندگی میں لوگوں کو وعظ کیا تھا درس

دیا، جمعہ پڑھایا تھا۔ مرنے کے بعد جب تک لوگ اس کے بتائے ہوئے مسائل[1] پر عمل کرتے رہیں گے، اس کو ثواب ملتا رہے گا۔ شاگردوں کو علم پڑھایا تھا۔ ان کے علمی، عملی کاموں کا اجر ملتا رہے گا۔ کتابیں لکھی تھیں، جب تک لوگ کتابوں کو پڑھتے، اور ان پر عمل کرتے رہیں گے، ثواب پہنچتا رہے گا۔ علمی کارناموں، کاموں، فائدوں، بہتریوں، بھلائیوں کے انعام کے بادل اس کے عمل کی کھیتی کو سیراب کرتے رہیں گے۔ علم کی کارگزاریوں، اور خدمتوں کے درخت کا پھل مرنے والے پس مرگ بھی کھاتے رہیں گے۔

(۳) نیک اولاد کا اجر! —— کسی کی نیک اولا کے تمام نیک کاموں کا ثواب (اولاد کو ملنے کے علاوہ اتنا ہی) اس کے والدین کو ملتا رہتا ہے، صالح بیٹے بیٹیوں کی نماز، زکوٰۃ، خیرات صدقات، حج، روزہ —— تمام تبلیغی کام، ہر چھوٹی بڑی نیکی کا اجر (بغیر ان کے نامہ اعمال میں کم ہوئے) ماں باپ کو پہنچتا ہے۔

---

[1] اگر مسائل قرآن اور حدیث کی سند سے بتائے ہوں گے تو مرنے کے بعد ان پر عمل کئے جانے کی وجہ سے ثواب ملتا رہے گا۔ اور اگر بدعتوں کو رواج دیا ہوگا، یا شرک کے کام بتائے ہوں گے، تو جب تک ان بدعتوں اور شرکیہ کاموں پر لوگ عمل کرتے رہیں گے، مرنے والے صوفی، پیر، درویش، اور مولوی کے گناہوں میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ خبردار! بدعات، اور شرکیہ عقائد و اعمال کی تعلیم دے کر نہ جائیں، کہ پس مرگ بھی گناہ ہوتا رہے گا۔

بھائیو! بہنو! غور سے سنو! اپنی زندگی میں صدقاتِ جاریہ قائم کرو، خوب علم پڑھو۔ اس پر عمل کرو۔ پھر علمی کارناموں، اور خدمتوں کے دفاتر جمع کرو۔ اپنی اولاد کی اعلیٰ تربیت کرو۔ انہیں اچھے اخلاق سکھلاؤ۔ ضرور ضرور علم پڑھاؤ، اور عمل کے آفتاب و ماہتاب بناؤ، یہ کام ہیں مرنے کے بعد بھی کام آنے والے یہ درخت ہیں ہمیشہ پھل دینے والے، پسِ مرگ میوے کھلانے والے، یہ ہے اصل درود و فاتحہ!!! — اس "درود و فاتحہ" کا فائدہ ہے۔ زندگی میں بھی، اور مرنے کے بعد بھی، ملک کو بھی اور قوم کو بھی! — مرنے کے بعد نمائشی درود فاتحہ، اغیار کی رسموں کے مستعار تیجے، دسویں، چالیسویں، اور برسیاں محض بے سود — ایصالِ مال پر دال ہیں۔ یہ کھوٹے سکے ہیں۔ کہ اِن پر حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کی کوئی مُہر نہیں ہے۔ ایصالِ ثواب بغیر قیدِ زمان و مکان و پابندیٔ رسوم جاہلیت جائز و درست ہے۔

عِلم پر رشک کرنا

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهٗ عَلٰى هَلَكَتِهٖ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا۔ (بخاری مسلم)

"حضرت ابن مسعودؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، نہیں حسد (یعنی رشک غبطہ) مگر دو شخصوں کے حق میں۔ ایک وہ شخص کہ اس کو

اللہ نے مال دیا، پھر اس کو راہِ حق میں خرچ کرنے کی توفیق دی، دوسرا وہ شخص کہ اللہ نے اس کو علم دیا، پھر وہ حکم کرتا ہے اس سے، اور سکھاتا ہے اس کو۔"

حدیث کی تعلیم حسد کے معنی ہیں کسی کی نعمت کا زوال چاہنا موحد مسلمان کی جوانی، حسن، مال و دولت، اچھے لباس، اعلیٰ مکان، تجارت کے فروغ بیوی بچوں کی اچھائی دیکھ کر بُرا منانا، دل ہی دل میں جلنا اور خواہش کرنا۔ کہ یہ سب نعمتیں اس سے جاتی رہیں، یہ حسد ہے، بہت بُری چیز ہے۔ حدیث میں آیا ہے، کہ حسد ایمان کو کھا جاتا ہے، جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔" (بیاض الاربعین)

خبردار! اپنے بھائی کا کبھی حسد نہ کرنا، بلکہ مسلمان بھائی کی اچھی آسودہ حالت کو دیکھ کر اس کو نعمتوں میں پاکر خوش ہوں اور اپنے لئے بھی خدا سے ان نعمتوں کی دعا مانگیں۔

حدیث مذکور میں جو دو شخصوں کے متعلق حسد کرنے کا ذکر آیا ہے، وہاں حسد کے معنی غبطہ یعنی رشک کے ہیں، وہ آدمیوں کی حالت کو دیکھ کر خوش ہو ہو کر خود اُن کی طرح بننے کی کوشش کریں وہ نعمتیں حاصل کرنے کے لئے تگ و دو کریں۔

ایک مالدار آدمی ہے، حلال کی کمائی سے اس نے مال و دولت پیدا کی ہے، اور پھر وہ اس مال و دولت کی زکوٰۃ دیتا ہے، اس کے علاوہ مال خدا کی راہ میں اس کی بتائی ہوئی مدوں پر خرچ کرتا ہے، مسجدوں، مدرسوں، درس و تدریس کے اہتمام

خاص کتاب و سنت کا لٹریچر پھیلانے ، انسانی معاشرے کی تعمیر و نو پر لگاتا ہے ، قرآن اور حدیث میں جہاں جہاں مال خرچ کرنے کا حکم آیا ہے ۔ وہاں وہاں خرچ کرتا ہے ، ایسے مالدار کی طرح بننے کی آرزو کریں ــــ دعائیں بھی کریں ۔ اور کوشش بھی کریں کہ خدا مال دے ، اور اسے راہِ حق میں خرچ کریں ۔

دوسرا غبطہ علم کا ہے ، یعنی ایک شخص نے علم حاصل کیا ہے ۔ پھر وہ تمام زندگی دین اور دنیا کے پیش آنے والے حالات و واقعات میں اس علم سے ــــ فیصلہ کرتا ہے ، تمام معاملات علم کی روشنی میں طے کرتا ہے ، مذہبی ، اخلاقی ، معیشی ، معاشرتی تمدنی ، سیاسی تاریکیوں میں قرآن و حدیث کی شمعیں جگاتا ہے ، سینہ زوری ، ہٹ دھرمی ، ظلم ، تعدّی ، اور زیادتی نہیں کرتا ، بلکہ تمام جھگڑے اسی علم سے چکاتا ہے ، زندگی کے سارے لازم اور متعدی کام علم کی پیشوائی میں سرانجام دیتا ہے ، اور ساتھ ہی یہ علم کی دولت تقسیم بھی کرتا جاتا ہے دوسروں کو بھی سکھاتا جاتا ہے ، تلامذہ کی جھولیوں کو علم کے جواہرات سے بھرتا جاتا ہے حضرت انورؒ حدیث مذکور میں فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کی طرح بننے کی کوشش کرو ۔ یعنی علم کی دولت حاصل کرو ، زندگی علم کے سایہ میں بسر کرو ۔ اور اس علم کے چشمہ سے دوسروں کو بھی سیراب کرو ۔ تاکہ یہ سلسلہ رواں دواں رہے ۔

تعلیم و تدریس کا حکم

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔

اِنَّ النَّاسَ لَکُمْ تَبَعٌ وَّ اِنَّ رِجَالًا یَّاْتُوْنَکُمْ مِنْ اَقْطَارِ الْاَرْضِ یَتَفَقَّهُوْنَ فِی الدِّیْنِ فَاِذَا اَتَوْکُمْ فَاسْتَوْصُوْا بِهِمْ خَیْرًا۔ (ترمذی)

"حضرت ابی سعید خدریؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (صحابہؓ!) بے شک لوگ تمہارے تابع ہیں، یقیناً زمین کے اطراف سے کتنے آدمی تمہارے پاس آئیں گے، تم سے دین کی سمجھ طلب کریں گے پھر جب وہ آئیں تمہارے پاس، پس قبول کرو ان کے حق میں وصیت بھلائی کی"

حدیث کی تعلیم حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کو ارشاد فرما رہے ہیں، کہ لوگ تمہارے تابع ہیں، یعنی جو دین میں نے تم کو سکھایا ہے۔ اس دین کے سیکھنے میں آنے والے لوگ، تمہارے تابع ہیں، وہ تم سے دین سیکھیں گے، تم ان کو سکھاؤ گے۔ تم ان کے پیشوا ہو، اور وہ تمہارے تابع ہیں، اس لئے، یاد رکھنا کہ لوگ دین سیکھنے کے لئے، قرآن اور حدیث کا ترجمہ، مطلب اور مفہوم جاننے کے لئے زمین کے اطراف و اکناف سے تمہارے پاس آئیں گے، میں تم کو حکم دیتا ہوں، کہ ان کے ساتھ بھلائی کرنا، بڑی محبت، اور خیر خواہی سے ان کو دین کی تعلیم دینا، بڑے پیار، خلوص اور اخلاق سے ان کو قرآن اور حدیث پڑھانا، اس ارشاد نبویؐ سے معلوم ہوا کہ علم حاصل کرنے کے لئے بہت تنگ و دو کرنی چاہیئے نہیں

کے دور دور مقامات سے چل کر علم پڑھنا چاہیئے۔ اور کسی صورت بھی بے علم نہیں رہنا چاہیئے۔

فقیہہ کا عابد پر مرتبہ

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيْهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطٰنِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

"حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک فقیہہ (دین کا عالم) شیطان پر ہزار عابدوں سے سخت تر ہے۔"

حدیث کی تعلیم

فقیہہ ــــ دین کی سمجھ رکھنے والا، لیعنی عالمِ دین شیطان پر ہزار عابدوں سے بھاری ہے، اس کی وجہ یہ ہے، کہ عالم، شیطانی حملوں، وسوسوں، شرارتوں کو علم کے ذریعہ پہچان لیتا ہے، اور ان کا دفعیہ بھی اللہ کی توفیق سے کر لیتا ہے۔ قرآن، اور حدیث میں شیطانی فریبوں، مکروں، جالوں، دھوکوں، چالاکیوں، عیاریوں، طلسموں، شعبدوں کو اچھی طرح الم نشرح کیا گیا ہے، اس لئے شیطان کی یہ کارستانیاں بفضلہٖ عالم ربانی پر پوشیدہ نہیں رہ سکتیں، برخلاف غیر عالم کے ــــ جو محض عابد ہو ــــ یہ شیطانی جال میں بآسانی پھنس سکتا ہے۔ شیطان کے فریب کا شکار ہو سکتا ہے۔ اور نہیں جانتا کہ وہ شیطان کا زبوں صید ہے، شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

چو شمع از پئے علم باید گداخت!

کہ بے علم نتواں خدارا شناخت!

علم حاصل کرنے کے لئے شمع کی مانند پگلنا چاہیئے۔ کیونکہ بے علم خدا کو پہچان نہیں سکتا۔

نرے عابدوں کی جہالتیں

یہی وجہ ہے، کہ بے علم لوگ مکار پیروں کے مرید بن کر ساری عمر بدعت اور شرک پر عمل کرتے ہوئے گزار دیتے ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ۔ وہ ٹیڑھے راستے پر ہیں، ایک پیر نے اپنے مرید کو کہا۔ کہ تم رات کو اٹھ کر قطب تارے کی طرف دیکھتے رہا کرو، ولی اللہ ہو جاؤ گے، وہ جاہل دس برس تک یہ کام کرتا رہا۔ اور نہ سمجھ سکا۔ کہ وہ غلط راستے پر گامزن ہے۔

کوئی اٹھتے بیٹھتے یا علیؓ پکارتا ہے، کوئی چلتے پھرتے پیر کا تصور پکاتا ہے، کوئی سلیمان کے نام کی دہائی دیتا ہے، کوئی حضرت علیؓ کا مندلا پڑھتا ہے، کوئی قبر پہ بیٹھ کر چلہ کرتا ہے، کوئی مصائب دحوائج میں اہلِ قبور سے استمداد کرتا ہے، کوئی یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ جپتا ہے، کوئی بغداد کی طرف منہ کر کے صلوٰۃ الغوثیہ پڑھتا ہے، کوئی یا خواجہ غریب نواز الاپتا ہے، کوئی یا حسینؓ کہتا ہے، کوئی مزاروں کے طواف میں لگا ہے، کوئی مدفنوں پر سربسجود ہے کوئی غیراللہ کی نذروں، نیازوں میں مگن ہے، کوئی انبیاء و اولیاء کو غیب دان مانتا ــــ کوئی حاضر ناظر جانتا ہے ــــ کوئی قبروں کا عرس رچاتا ــــ کوئی وہاں چڑھاوے لاتا ــــ کوئی منتیں مانتا ہے ــــ کوئی تعزیہ پر گرتا ــــ کوئی نشان پہ فدا، کوئی قدم پر شیدا ہے کوئی علماءِ سوء کے کہنے پر حدیثوں کے مقابلہ پہ اقوالِ

رجال کو مانتا ہے، کوئی جاہل پیروں کی خلاف شرع باتوں کو دین مان کر اپنی عاقبت برباد کرتا ہے۔ یہ تمام باتیں بے اصل ہیں، "بدعت اور شرک کے یہ "بلبلے" اسلام کے بحرِ ذخار میں کہیں نہیں پائے جاتے جہالت کی یہ باتیں کتاب و سُنت کے نورانی دفاتر میں کہیں موجود نہیں ہیں، پھر افسوس یہ ہے، کہ ان کتاب و سُنت کے خلاف "امور" سے شغل رکھنے والے لوگ عابد کہلاتے ہیں، ترس آتا ہے ان بیچارے عابدوں پہ ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا

اگر یہ لوگ قرآن اور حدیث کا علم پڑھے ہوتے تو ان عابدوں کو اپنی مذہبی زندگی کا پتہ چل جاتا، کہ جس راہ پہ وہ چل رہے ہیں۔ وہ "ترکستان" کو جاتی ہے، سچ فرمایا سرورِ عالمؐ نے' ایک فقیہہ ہزار (نرے) عابدوں سے شیطان پر سخت ہے۔

شیخ جیلانیؒ پر شیطان کا حملہ

ایک دفعہ (خواب میں) حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو شیطان بڑی نورانی شکل میں ملا، اور کہنے لگا، کہ میں فرشتہ ہوں، اللہ کا پیغام لے کر آیا ہوں، اس نے کہا ہے، کہ زہد و ریاضت سے تم نے اپنے نفس کو پامال کر دیا ہے، عبادت میں بڑی مشقت اٹھائی ہے، یادِ الٰہی میں بہت جان ماری ہے، اب بڑھاپا آ گیا ہے، جاؤ تمہیں نماز روزہ معاف ـــ فقیہہؒ کامل نے غور کیا، کہ خدا قرآن میں حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرما رہا ہے وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ۔ (پ ۱۴) اے پیغمبرؐ! عبادت کر رب

اپنے کی یہاں تک کہ تجھے موت آئے ۔" جب سرورِ رسولاں پر عبادت موت تک فرض تھی ، نماز ، روزہ ، دمِ واپسیں تک ضروری تھا ۔ تو عبدالقادر کو موت سے پہلے کیسے معاف ہو سکتا ہے ؟ — آپ نے لاحول پڑھا تو "فرشتہ" غتر بود ہو گیا ، یہ شیطانی فریب تھا ۔ اللہ کے فضل سے (علم کے ذریعہ) شیخ جیلانیؒ اس فریب سے بچ گئے ۔

دوسری مرتبہ پھر مردود نظر آیا ، کہنے لگا ، عبدالقادر ! میں نے تجھے بیشک فریب دیا تھا ، لیکن تیرے علم نے تجھے بچا لیا ، آپ نے فرمایا ۔ بخدا ، میرے علم نے نہیں بلکہ اللہ کے فضل نے بچایا ہے ۔

اب بھی شیطان نے حملہ کیا تھا ۔ جو کہا کہ تیرے علم نے تجھے بچا لیا ہے درا صل علم کچھ کام نہیں آ سکتا ، جب تک خدا کا فضل شاملِ حال نہ ہو ، علم عمل کا ذریعہ ہے ، اور عمل فضل کا ، بغیر فضل کے شیطانی پھانسوں سے نجات پانا اور بچنا محال ہے ، اب بھی اگر شیخ جیلانیؒ کہہ دیتے ، کہ ہاں میرے علم نے مجھے بچایا ہے ، تو ولایت چھن گئی تھی ۔ صحاح میں حدیث ہے حضورؐ نے فرمایا ، کوئی تم میں سے اپنے عملوں کے سبب بہشت میں نہیں جا سکے گا ، بلکہ اللہ کے فضل سے جائے گا ۔ صحابہؓ نے پوچھا حضورؐ ! پھر عملوں کا فائدہ ؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا ۔ "اعمال فضل کا ذریعہ ہوں گے ۔" یعنی عمل کرنے والوں کو خدا کا فضل نصیب ہو گا بے عمل فضل سے محروم رہیں گے ، اس خیال سے شیخ جیلانیؒ

نے کہا۔ ابلیس! مجھے تیرے حملے سے اللہ کے فضل نے بچایا ہے نہ کہ علم نے!

علم کی شرافت اور اہمیت

یاد رہے، کہ اگر شیخ جیلانیؒ کو علم نہ ہوتا، کہ عبادت موت تک فرض ہے تو کیسے فریب سے بچتے، اس سے علم کی اہمیت ثابت ہوئی، پھر اگر یہ علم نہ ہوتا، کہ بچاؤ اور نجات اللہ کے فضل سے ہے، علم سے نہیں، تو علم پہ تکیہ کر بیٹھتے، جو برائی تھی۔ اس سے بھی علم کی ضرورت اور اہمیت اُجاگر ہوئی، تو کتنی سچی بات ہے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ـــــ کہ فقیہہ یعنی قرآن و حدیث کا عالم ـــــ شیطان پر ہزار عابد سے بڑھ کر بھاری ہے۔ یہ صرف علم کو ہی شرف ہے ـــــ کہ شیطانی داؤ پیچ کی پوری پوری نشان دہی کرتا ہے اور نِرا عابد بہ آسانی شیطان کا طعمہ فریب بن سکتا ہے

علم کی اس درجہ شرافت، بزرگی، اور اہمیت کے پیشِ نظر آپ کو چاہیئے، کہ اپنی اولاد کو ضرور ضرور دین کا علم (اور دُنیا کا سکولوں۔ کالجوں کا علم بھی) پڑھائیں، اور انہیں ہرگز ہرگز بے علم نہ رہنے دیں، کہ دین اور دنیا کے علم سے کورے انسان کا نہ دین ہے، نہ دنیا! دین کے علم سے جاہل آدمی کا ایمان ڈانوا ڈول ہوتا ہے، ہر "چمکتی" چیز کو "سونا" سمجھ کر دین کی دولت لٹا بیٹھتا ہے اور دنیا کے علوم سے جاہل شخص نہ کسی قطار میں ہے نہ شمار میں!

اَولاد کو نماز سکھاؤ

زکوٰۃ مالدار پر فرض ہے۔ حج کے لئے بھی مال اور کئی دوسری شرطیں ضروری ہیں، روزہ سال کے بعد آتا ہے۔ ہاں نماز ایک ایسا فریضہ ہے، جس کے لئے متذکرۃ الصدر شرائط میں سے کوئی شرط لازمی نہیں۔ اس کے لئے نہ مال چاہیئے نہ کہیں سفر کر کے جانے کی ضرورت ہے، یہ مسلمان کی نشانی، کفر اور اسلام میں فرق کرنے والی آیت رحمانی کسی صورت بھی معاف نہیں، دن رات میں پانچ وقت معبود برحق کی الوہیت کی گواہی دینا ___ قیام، رکوع قومے، سجدے، جلسے، قعدے سے اس کے خالق، مالک، رازق اور حاجت روا ہونے پر شہادت پیش کرنا اتنا اہم ہے کہ اس کی مشق بچپن ہی سے شروع کرانی چاہیئے، تاکہ بچے سنِ شعور، اور حدِ بلوغ تک پہنچ کر اس عمل میں ایسے راسخ، اور پکے ہو جائیں، کہ تادمِ مرگ اس راستے سے ہٹنے نہ پائیں، چنانچہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ اَبْنَآءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِيْنَ وَ فَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ۔ (ابوداؤد)

(ترجمہ) "حکم کرو اپنی اولاد کو ساتھ نماز کے، جب وہ ہوں سات برس کے، اور مارو ان کو ترکِ نماز پر جب وہ ہوں

دس برس کے ، اور جدا کر دو ، اُن کو خواب گاہوں میں "۔

حدیث کی تعلیم

جہاں آپ نے بچوں کو دین کی تعلیم دینا ہے ، انہیں دین سمجھنے میں تاک بنانا ہے ۔ اور ساتھ ہی (علیٰ قدرِ استطاعت) میٹرک ۔ ایف اے ، بی اے ، ایم اے کی منزلوں تک پہنچانا ہے ، وہاں انہیں اس دوران نماز کا مخلص اور پکا عادی بھی بنانا ہے ۔

سات برس میں نماز کا حکم

اوپر کی حدیث میں بچوں کو ، سات برس کی عمر میں نماز پڑھنے کا حکم آیا ہے ، تاکہ وہ نماز شروع کریں ، انہیں نماز کی عادت پڑ جائے ہاں تو انہیں پہلے اچھی طرح سنوار کر وضو کرنے کا طریقہ بتائیں پھر ان کو نماز اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ سے لے کر اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ تک یاد کرائیں ، جب اُن کو نماز یاد ہو جائے اور مسنون طریقہ سے ادا کرنی آ جائے ، تو پھر صبح اٹھا کر نماز پڑھانا شروع کرا دیں ، اور باقی چاروں نمازیں بھی ان کو بدستور پڑھنے کا بار بار حکم دیں ، حتّٰی کہ خود بخود پڑھنے کے عادی ہو جائیں ۔

ترکِ نماز پر سزا

حضرت اکرمؐ مزید ارشاد فرماتے ہیں ، کہ اگر بچے دس دس برس کے ہو کر نماز نہ پڑھیں ، تو پھر انہیں مارو " یعنی سزا دو ، تاکہ نماز ان کی ہڈیوں میں رچ جائے ، ان کی عادت ثانیہ بن جائے ، اور وہ کبھی نماز ترک نہ کریں ۔

بچوں کو اکھٹا نہ سونے دیں

دس برس کی عمر میں بچے چونکہ بالغ ہونے کے قریب ہوتے ہیں، اس لئے تقویٰ کے بانی حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، کہ بچوں کو خواب گاہوں میں علیحدہ کر دو" تاکہ شیطان انہیں ابھی سے ورغلانا شروع نہ کر دے، بے حیائی کی باتوں سے ابھی ان کو بہکانے نہ لگ جائے۔

بچوں کو سینما نہ جانے دیں

حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بچوں کو، بلوغت کے قریب اکٹھا سونے سے منع کیا ہے کہ کہیں وہ بگڑ نہ جائیں" انہیں کوئی بری عادت نہ پڑ جائے، اُن کی عادت اور چال چلن کی حفاظت کے لئے احتیاطاً ان کے بستر الگ کروا دیئے جائیں۔ اس سے یہ سبق بھی ملا۔ کہ اس دور میں چونکہ بدی، بدکاری، بے حیائی عام پھیلی ہوئی ہے، اس لئے ضرور ضرور بچوں کو گلیوں، بازاروں، گزرگاہوں، شاہراہوں، ہوٹلوں، ریستورانوں، جلسوں، محفلوں وغیرہ میں آزادانہ نہ جانے دیں، ان پر کڑی نگرانی رکھیں، کہ ان کے چال چلن کی ردائے ابیض پر کوئی داغ نہ لگ جائے اور سینما کے متعلق تو آپ جانتے ہی ہیں، کہ وہاں کس قدر فحش گانے گائے جاتے ہیں، اور کتنی بے حیائی پھیلانے والی فلمیں دکھائی جاتی ہیں، حیا کے نورانی لباس کو کالا کرنے کے ایسے ایسے ڈھنگ بتائے جاتے ہیں، کہ شیطان انہیں دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جاتا ہے، سوچتا اور غور کرتا ہے، کہ بدعملی کی

بے حیائی، بے شرمی، بے غیرتی اور فحاشی کی جو بھانت بھانت کی چالیں، حرکتیں یہاں دیکھتے ہیں، یہ تو اس کے باپ کو بھی نہیں سوجھی تھیں۔ پھر ان فلموں کو دیکھ کر ابلیس شرم کے مارے منہ ڈھانپ لیتا ہے، اور ہمارے نوجوان بہ مسرت تمام ایسے سین دیکھتے ہیں — بلیوں اچھلتے ہیں — اور آخر — فلمی گیت گاتے ہوئے گھروں کو آتے ہیں۔ — آہ ؎

اٹھے نہ سود و زیاں سے نہ بیش و کم سے اٹھے
ہزار فتنے تیرے اک غلط قدم سے اٹھے

پھر روکو لڑکوں کو — روکو لڑکیوں کو — کہ ان کے کردار اخلاق کے دیئے سینماؤں میں چلنے والے فحاشی کے جھکڑ سے گل نہ ہو جائیں — ان کی عصمت کی کلیاں کھلنے سے پہلے ہی مرجھا نہ جائیں ؎

غنچہ از شاخسارِ مصطفےٰ
گل شو از بادِ بہارِ مصطفےٰ

اسلام کی پانچ بنیادیں

حدیث کی روشنی بچے کی پیدائش پر اس کے کان میں آپ نے ــــ حدیث کی رُو سے اذان دی ، اور پھر پرورش شروع کر دی ۔ اسے کھلایا ۔ پلایا ۔ پہنایا ۔ بیماریوں پر خرچ کیا ، بڑے چاؤ اور پیار سے پالا پوسا ــــ ہر ہر گھنٹے ، دن ، ہفتے ، مہینے اور سال میں ــــ اس کی تربیت اور تادیب کی خاطر جو کچھ آپ نے کیا ۔ حدیث کی رہبری اور پیشوائی میں کیا ــــ ہر گام اور ہنگام پر ــــ ہر ہر لحہ کی آمد و رفت پہ پیغمبرِ رحمتؐ کے قول و فعل کی شمعیں عمل کی راہ میں نور افشاں رہیں ۔ حتٰی کہ زچہ کا بچہ سیرتِ طیبہ کے سایہ میں نشوونما پاکر ــــ اللہ کی نظر سے دسویں برس میں پہنچ گیا ہے ، اور دوسری اخلاقی اچھائیوں کے ساتھ نماز کا عادی ہو گیا ہے ۔ اب اسے اللہ تعالٰے کے دوسرے احکام بھی بتانے چاہئیں ، تاکہ وہ اپنے اسلام کی تعمیر ان بنیادوں پہ استوار کرے ، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم یوں ارشاد فرماتے ہیں :۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَھَادَۃِ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَ اِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَ اِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ ۔ (بخاری مسلم)

(ترجمہ) "حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ (پہلی) گواہی دینی اس بات کی، کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں —— (دوسری) پڑھنا نماز کا —— (سنتؐ کے طریق پہ) (تیسری) ادا کرنا زکوٰۃ کا۔ (چوتھی) حج کرنا۔ (پانچویں) رمضان کے روزے رکھنا۔"

توحید خداوندی

اسلام کی پہلی بنیاد، مسلمان ہونے کی اوّلین شرط توحید خداوندی (اور رسالت محمدیہؐ) کی شہادت دینا ہے، دل کی تصدیق کے ساتھ، یعنی دل اس بات کو سچ مانے اور زبان اقرار کرے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی ذات اور صفات میں کوئی شریک نہیں ہے، اس کی قولی بدنی، مالی عبادت میں کوئی جن، فرشتہ، انسان (ولی، بزرگ شہید، پیغمبر وغیرہ) حصے دار نہیں۔ وہ الفاظ، کلمے، جملے، فقرے بدنی حرکات و سکنات، مالی صدقات، و خیرات، تمام انواع انفاق، جو قرآن و حدیث میں صرف اللہ کے لئے مخصوص ہیں۔ وہ کسی غیر اللہ کے لئے نہ مانیں —— اللہ کے سوا کسی کے لئے

لہ اقام الصلوٰۃ کے معنی ہیں نماز کو قائم کرنا، یعنی سنت کے قاعدوں، ضابطوں اور طریقوں سے پڑھنا، جو مسنون طریقوں سے ہٹ کر نماز پڑھتا ہے وہ قائم نہیں کرتا جب قائم نہ ہوئی۔ تو نماز نہ ہوئی۔ (صادق)

قیام ، رکوع ، قومہ ، سجدہ ، طواف ، اعتکاف نہ کریں ، خلوص دل سے صرف اپنے خالق ، مالک ، رازق ، معبود کو حاجت روا ، مشکل کشا ، مختار ، کارساز ، قاضی حاجات ، دافع بلیات ، رافع مصائب ۔ کاشفِ آلام ، اَن داتا ، اور گنج بخش یقین کریں ، گواہی دیں ، کہ اللہ کے سوا کوئی حاضر ناظر ، غیب دان ، دلوں کا بھید جاننے والا ، دور و نزدیک سے (بغیر واسطہ کے) یکساں سننے والا ، مصیبت زدوں لاچاروں کی فریاد کو پہنچنے والا نہیں ، اور نہ ہی واحد القہار نے کسی پیغمبر ، ولی ، قطب ، درویش ، بزرگ شہید کو یہ اختیار دے رکھا ہے ، کہ وہ جو چاہیں کر ڈالیں ، کوئی بھی اس کے ارادے اختیار ، مرضی ، طاقت ، قدرت میں شریک نہیں ، یگانہ معبود ہونے کے سبب نذروں¹ ، نیازوں ، منتوں ، چڑھاووں کی عبادات کا تنہا حقدار ہے ـــــ تمام مخلوق ، امیر غریب ، چھوٹا ، بڑا ، ادنیٰ ، اعلیٰ ، شاہ ، گدا ، امتی ، اور پیغمبر ـــــ اس کے سامنے عاجز و مجبور بے بس اور لاچار ہیں کسی کا اس پر دباؤ ، رعب ، اختیار ، اثر (INFLUENCE) قابو ، بس ، زور ، بل نہیں ! وہ جو چاہے بغیر کسی کی صلاح یا مشورے کے کر ڈالتا ہے ، کسی کا چاہنا اس پر چل نہیں سکتا اس کے چاہنے نے نبیوں کو اپنے نام پر قربان کروایا ، رسولوں

---

¹ اَلْاَجْمَاعُ عَلٰی حُرْمَتِ النَّذْرِ لِلْمَخْلُوْقِ ۔ (بحرالرائق)

"تمام امت کا اجماع ہے کہ خدا کے سوا مخلوق میں سے کسی کی بھی نذر ماننی حرام ہے۔" ـــــ (یہ حنفی مذہب کا فتویٰ ہے)۔

کے عونوں کی بھینٹ لی، حضرت رحمتٌ للعالمین، امام الانبیاء و المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک نے اس کے چاہنے کی غزوۂ احد میں "شہادت" دی۔ جسدِ اطہر کے زخموں نے عظمتِ لم یزل کا کلمہ پڑھا، اور عرش سے آئی ہوئی مصائب و آلام کو خندہ پیشانی سے سہا۔ زندگی بھر نیازِ عبودیت کو نازِ معبودیت پر نچھاور کیا۔ کربلا میں بہنے والی آلِ رسولؐ کے خون کی آبشاروں نے ارادۂ خداوندی کے نقشے میں رنگ بھرا۔ انبیاء، اولیاء، شہداء، اصفیاء، اتقیاء نے آفات و بلیات کی یلغار کا وادیٔ اصطبار میں استقبال کیا، اولادِ آدم کے تمام اکابر و اصاغر نے ہمیشہ منشائے ایزدی کی صبوحی پی، تمام کے تمام حریم اقدس کے ناصیہ فرسا رہے۔ بلا استثناء احد سے سب کے سب بارگاہِ "اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ"[1] میں "وَمَا تَشَآءُوْنَ"[2] کا خراج دیتے رہے ـــــ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ[3] کے دربار میں وَهُمْ یُسْئَلُوْنَ[4] کے، کاغذی لباس میں حاضر رہے، ساری عمر دُعا کے بل بوتے پر جیئے۔ ربِّ عرشِ عظیم کے حضور احتیاج کے ہاتھوں کو پھیلائے رکھا، شاکر علیم خدا نے فضل کی برکھا برسائی، اور اپنے غلاموں کے وارے نیارے کیئے۔

---

[1] اللہ کا چاہا ہی ہوگا (قرآن) [2] تمہارا چاہا نہیں ہو سکتا۔ (قرآن)

[3] اللہ جو کرے پوچھا نہیں جا سکتا۔ (قرآن)

[4] اور بندے (اپنے کیئے پر) پوچھے جائیں گے۔ (قرآن)

شرک سے بچو

اس عقیدۂ توحید کے ساتھ جب آپ اللہ پر ایمان لائیں گے، تب آپ کا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ، کہنا درست ہوگا۔ کہ اللہ ہی معبود برحق ہے۔ اس کے سوا کوئی کسی قسم کی عبادت کے لائق نہیں " اگر ہم نے اللہ کی الوہیت اور صفات میں کسی غیر اللہ کو (جمادات، نباتات حیوانات میں سے) شریک کر دیا۔ تو توحید گئی، اور کلمہ پڑھنا بے کار ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

" مَنْ لَقِیَهٗ یُشْرِكُ بِهٖ دَخَلَ النَّارَ۔ (صحیح مسلم)

" جو اللہ کے ساتھ شریک لاتا ہوا مرا۔ وہ دوزخ میں گیا "

شرکیہ عقائد والوں کی عبادت برباد

کسی کو خدا کہنا، خدا کا بیٹا، خدا کا جزو، خدا کے نور سے جُدا شدہ ماننا، کسی سے خدا کے برابر ڈرنا، کسی کی خدا جتنی تعظیم کرنا، یعنی جو کام خدا کے لئے بطورِ عبادت مقرر ہیں، وہ کسی غیر اللہ کے لئے بھی کئے جائیں۔ زبان سے خدا کے لئے استعمال کئے جانے والے کلمات بدن سے اللہ کے لئے کی جانے والی حرکات اور مالی عبادات کسی جن، فرشتے یا بشر کے واسطے بجا لانا، کسی کو خدا کی صفات میں شریک اور کاموں میں دخیل اس کے علم، سمع، بصر، قدرت ارادہ، اختیار، مرضی، منشاء، تصرف میں شامل و مشیر ماننا بے شک شرک ہے، اور عقیدۂ شرک کے ساتھ کوئی عبادت قبول

نہیں، لاکھوں روپیہ زکوٰۃ و خیرات کا برباد ، نمازوں کے انبار، روزوں کے پہاڑ ، حج کے ذخیرے ، تہجد کی شب خیزی ، نوافل کی ریزگاری ، اوراد و وظائف کے خرمن ، نفی اثبات کی ضربیں کلمۂ طیبہ کی صدائیں ، تسبیحات کی نوائیں ، کعبۃ اللہ کے طواف حرم کی عبادات ، عرفات کی تلبیہات ـــــ سب غارت غول ہو جائیں گے اور اتنا بڑا ، عابد و زاہد (شرک کی آلائش کے سبب) ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔

فرمایا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے :-

مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَدْعُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ نِدًّا دَخَلَ النَّارَ ۔ (بخاری ،مسلم)

"جو غیر اللہ کو پکارتے ، پوجتے ، شریک بناتے مرگیا ، وہ دوزخ میں گیا"۔

اس حدیث سے ثابت ہوا ۔ کہ مصیبتوں ، تکلیفوں ، دکھوں ، دردوں ، غموں ، اندیشوں ، مرضوں ، کربوں ، لاچاریوں میں کسی جن فرشتے ، پیغمبر ، پیر ، شہید ، ولی ، بزرگ ، یا اہل قبور کو پکارنا ان کو ندّ ، اللہ کا شریک بنانا ہے ، ان کے نام کی نذر نیاز دینا ، ان کی عبادت کرنا ـــ شرک کی پل صراط پر چڑھنا ہے ، اب آپ کو سمجھ آگئی ہو گی ، کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا کیا مفہوم ہے ؟ اور لَا اِلٰہَ کہنے سے ـــ کہنے والے پر کیا کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے ؟ جب لَا اِلٰہَ کہا ، یعنی "کوئی معبود نہیں" (سوائے اللہ معبود برحق کے) ۔ تو اگر صدہا معبود ذہن ، خیال ، تصور،

قول، اور فعل میں موجود ہوں تو کتنا جھوٹ اور کتنی خود فریبی ہے کہنا ـــ لَآ اِلٰہَ ـــ کہ کوئی معبود نہیں! علامہ اقبالؒ کتنے پتے کی بات کہہ گئے ہیں ؎

چو می گویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلات لَا اِلٰہ را!

جب میں کہتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں، تو کانپ جاتا ہوں،ـــ کیونکہ میں لا الٰہ کی مشکلات کو جانتا ہوں۔

لَآ اِلٰہ کی ذمہ داریاں

یعنی جانتا ہوں کہ لَا اِلٰہ کہنے سے ـــ جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، ان سے عہدہ برآ ہونا کتنا مشکل ہے، لَا اِلٰہ کہنے کی جواب دہی۔ ایک وہ پہاڑ ہے، جس کے اٹھانے کے تصور سے کانپ جاتا ہوں اس کی پاسبانی اور خبرداری تلوار کی دھار ہے، جس پر قدم رکھتے لرزتا ہوں ـــ لَا اِلٰہ کی نگہبانی ـــ ایک "سیلاب" ہے۔ "طوفان" ہے۔ "گرجتے بادلوں" اور "چمکتی بجلیوں" کا سمندر ہے، بلاؤں کا جھکڑ، "تکلیفوں کا "جہان" اور "حشر" ابتلا ہے۔ لَا اِلٰہ ایک بول ہے، جس کی ضمانت ایک عالم سے ٹکر لینا ہے، اس کی کفالت آسمان سے لے کر زمین تک کی تمام "مخالف" طاقتوں سے گتھم گتھا ہونے کی قیامت جھیلنا ہے، اللہ کے حکم کے مقابل آنے والی بادشاہت، دولت، پاپائیت، برہمنیت، ملائیت عصبیت، خانقاہیت، گروہ بندی، قبر پرستی، پیر پرستی، اعاظم پرستی، عرسوں کے تجارتی میلے، یہ سب اِلٰہ ہیں۔ بہ تیغ لَا اِن کا

سفکِ دِمَا۔ کتاب و سُنّت کے ہر حکم سے ٹکرانے والی خواہش کے معبود کو مٹانا ــــ اپنی جان سے کھیلنا ــــ کلمہ پڑھنے کی لاج رکھنا۔ اللہ کو ثابت کرنا ہے، نباتات، جمادات، حیوانات میں سے ہر وہ چیز جو اللہ کی طرح ہونے، اس کی جگہ لینے، اس کی کسی صفت کا دم مارنے، اس کے حکم سے ٹکرانے کی کوشش کرے۔ سمجھ کر کلمہ پڑھنے والے، سچے لَا اِلٰہ کہنے والے کا فرض ہے، کہ اس سے ٹکرا جائے۔

یہی لَا اِلٰہ ہی تو ہے، جس کے پکارنے سے ہزاروں پیغمبروں کو جامِ شہادت نوش کرنا پڑا۔ لاکھوں "متوالوں" کے سر کٹے کروڑوں "دیوانوں" کو تلوار کی دھار پر چلایا گیا۔ بیشمار بندگانِ خدا اسیر کئے گئے، اور "باطل الٰہوں" نے ان کو طرح طرح کے عذاب پہنچائے ــــ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کفارِ مکّہ نے تئیس برس تک آتشِ زیرِ پا رکھا، یہ بھی تو لَا اِلٰہ کہنے کی پاداش میں تھا، مکہ سے حضورؐ نکالے گئے ــــ مدینہ منورہ میں جلوہ فرما ہوئے، باطل خداؤں کے پجاریوں نے اُن کو یہاں بھی آرام نہ کرنے دیا۔ وہ حضورؐ کو کھینچ کھینچ کر جنگوں میں لائے، مقابلے، مقاتلے کئے، گھمسان کے رَن پڑے۔ خون ریز جنگیں ہوئیں، محض اس لئے کہ لَا اِلٰہ نہ کہا جائے، اللہ اپنی جگہ پوجا جائے، اور ان کی اپنی جگہ پرستش کی جائے، اور مشرک بن کر زندگی گزاری جائے ــــ

بیاں میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے
ترے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہئے

وہ رمزِ شوق کہ پوشید لَا اِلٰہ میں ہے
طریقِ شیخ فقیہانہ ہو — تو کیا کہئے
سرورِ جو حق و باطل کے کارزار میں ہے
تو حرب و ضرب سے بیگانہ ہو تو کیا کہئے
جہاں میں بندۂ حُر کے مشاہدات ہیں کیا
تری نگاہ غلامانہ ہو تو کیا کہئے
مقامِ فقر کتنا بلند ہے شاہی سے
روش کسی کی گدایانہ ہو تو کیا کہئے

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ورد

آج کل شیخ اپنے مُرید کو کہتا ہے، کہ ہر روز تنہائی میں ہزار بار لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ورد رکھو — اور ساتھ ہی میری صورت سامنے رکھو، پیر کا نقش پکاؤ! گویا زبان سے اِلٰہ کی نفی کرائی — اور ذہن اور تصور میں "اِلٰہ" بٹھا دیا۔

طالب روزمرہ رات کے وقت کلمے کا ذکر کرتا ہے، اور ساتھ ہی یہ خیال بھی کرتا ہے کہ اس کا مرشد اس کے حال کو دیکھ رہا ہے۔ بیک وقت اس نے کلمے کا ذکر کرتے ہوئے اِلٰہ کا انکار بھی کیا — اور غیر اللہ کو سمیع بصیر مان کر ایک اِلٰہ کا اقرار بھی کر لیا۔

نماز میں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ کر نمازی ہر قسم کے اِلٰہ کو حرفِ غلط کی طرح مٹاتا ہے، اور نماز سے فارغ ہو کر، اگر کوئی کسی کو مجیب الدعوات تسلیم کر کے پکارے،

تو وہ گویا اُسے خدا کا مرتبہ دیتا ہے ، اِلٰہ بناتا ہے ۔

کلمے کا ذکر کرتے ہوئے (یعنی ہر قسم کے اِلٰہ کی نفی کرتے ہوئے) بعض مسلمان کسی بزرگ کے مزار پر عرس کے لئے جاتے ہیں ، اور وہاں حاضر ہو کر ، مزار کو سجدے کر کر ، وہاں نذر نیاز چڑھا کر اہلِ قبر سے استمداد کر کے اسے (ان شرکیہ کاموں کے باعث) اِلٰہ بنا لیتے ہیں [1]

دریں مقامِ مجازی ، بجز پیالہ مگیر

دریں سراچۂ بازیچہ غیرِ عشق مجاز

افضل ذکر حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ (مشکوٰۃ)

---

[1] اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ - (پ ۲۰ ع ۱)

"بھلا کون ہے کہ جب کوئی (بے قرار ہو کر) اس سے فریاد کرے ، وہ اس کی فریاد کو پہنچے اور اس کی مصیبت کو ٹال دے"۔ اس آیت سے ثابت ہوا ، کہ کوئی لاچار کی فریاد کو پہنچنے والا ۔ اور کوئی مصیبت کو ٹالنے والا نہیں ہے سوائے خدا کے ، پھر جو کوئی لاچاری میں غیر اللہ کو پکارتا ہے ، وہ اس کو اِلٰہ بناتا ہے ۔

خدا نے یہ بھی فرما دیا ہے ، فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۔ (پ ۲۹ ع ۱۲)

"پس (لاچاریوں اور مصیبتوں میں) مت پکارو ساتھ اللہ کے کسی کو"۔ پس ندائے غیر اللہ قرآن سے شرک ثابت ہوئی ۔

"افضل ذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہے"۔

حضرت انورؒ نے افضل الذکر لا الہٰ الّا اللہ کو فرمایا ہے، یہ ذکر کیوں افضل ہے؟ اس لئے کہ تیغ لَا سے ہر غیر اللہ کو (جو اللہ کے مقام پہ کھڑا ہو) مٹا دیا جاتا ہے۔ اور معبودیت صرف اللہ واحد القہار کے لئے ثابت کی جاتی ہے، لَا کی تلوار نہ آسمانوں میں اللہ کے شریک کو زندہ چھوڑتی ہے، اور نہ زمین میں باقی رہنے دیتی ہے۔ سہ

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی، باقی بتانِ آذری

پھر جس جملے میں اتنا بلند، اتنا اعلیٰ و ارفع، پاکیزہ اور نورانی مفہوم پایا جائے، اللہ کو ہر حال میں پوری قدرت، طاقت اور اختیار والا مانا جائے، اور اس کے مقابلہ میں تمام مخلوق کو عاجز و لاچار، مجبور و مقہور، تسلیم کیا جائے، وہ جملہ ـــــ

---

[1] افضل ذکر کے ساتھ حضورؐ نے محمدؐ رسول اللہ نہیں فرمایا۔ کیونکہ محمدؐ رسول اللہ ذکر، ورد، وظیفہ نہیں ہے، بلکہ اعتقاد میں داخل ہے کہ حضورؐ اللہ کے رسول ہیں، اس سے رسالت کا اقرار کرنا پڑتا ہے کہ رسالت کے اقرار کے بعد ہی توحید، اور قرآن پہ ایمان درست ہوسکتا ہے، کون کہتا ہے لا الہٰ الّا اللہ؟ محمد رسول اللہ! کس کے کہنے سے مانا ـــــ کہ قرآن خدا کا کلام ہے؟ محمد رسول اللہ، کے کہنے سے (صلی اللہ علیہ وسلم) بس کلمہ طیبہ" لا الہٰ الا اللہ محمد رسول اللہ" ہے' ـــــ اور افضل ذکر صرف " لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" ـــــ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ـــــ کیوں نہ افضل ذکر ہو، ؎

خرد دیکھے اگر دل کی نگاہ سے
جہاں روشن ہے نورِ لَا اِلٰہ سے

لا اِلٰہ الا اللہ کی اتنی تشریح ہم نے اس لئے کی ہے، کہ آپ اس کلمہ کو اچھی طرح سمجھ کر، اس کا مطلب خوب جان بوجھ کر پڑھیں، اور پڑھائیں، اور اس کی افضلیت کے دریا میں غواصی کر کے "جواہرات" حاصل کریں۔ نہ کہ الفاظ کی تکرار میں لگ کر در در کی "بھیک" مانگتے رہیں، ؎

اگر آلودۂ احرام غیری
ہمہ گر کعبہ باشی ننگِ دَیری

محمد عربیؐ کی رسالت اور عبدیّت

آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں، کہ حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ (پہلی چیز) گواہی اس بات کی، کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور رسولؐ ہیں۔

واضح ہو، کہ کلمہ طیبہ کے دو حصّے ہیں، پہلے حصّہ میں توحید خداوندی کا ذکر ہے، اور پچھلے حصّہ میں عبدیت اور رسالت کی گواہی دینے کا ذکر ہے، یعنی دل کی تصدیق کے ساتھ زبان شہادت دے، اقرار کرے، کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے بندے اور اس کے رسوؐل ہیں، توحید خداوندی کا ذکر تو ہو چکا، اب کلمے کے پچھلے حصّے کی تشریح کی جاتی ہے۔

عبدیّتِ محمدیہ

حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تعلیم دی ــــ کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ کہنے کے ساتھ ہی اس بات کو بھی دل میں جگہ دے کر زبان سے گواہی دو، کہ میں محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کا بندہ ہوں، اس کا غلام ہوں بشر اور انسان ہوں ــــ غور کریں، کہ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عبدیّت کے اقرار کو رسالت کے اقرار پر مقدم رکھا ہے۔ پہلے اپنی عبدیّت، بشریّت کا کلمہ پڑھایا ہے، مسلمان ہونے کے لئے اپنی عبدیّت اور بشریّت کی گواہی دینی دل کی تصدیق کے

ساتھ قرار دی ہے، اس سے ثابت ہوا، کہ جو کوئی حضورؐ پُر نُور صلی اللہ علیہ وسلم کو عبد اور بشر نہیں مانتا، وہ غلطی پر ہے! — رَسُوْلُہٗ کہنے سے پہلے جب تک عَبْدُہٗ نہ کہے، اس کے رَسُوْلُہٗ کہنے کا کوئی اعتبار نہیں — عبدیت اور بشریت کے انکار کو رسالت کا انکار مستلزم ہے یعنی منکرِ بشریتؐ منکرِ رسالت ہے، خوب سمجھ لیں، کہ یہی چیز حضورؐ نے سمجھائی ہے۔

رسالتِ محمدیہ

عَبْدُہٗ کے بعد حضورؐ نے رَسُوْلُہٗ فرمایا، کہ محمد بن عبد اللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد المناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر — اللہ کے عبد کو اس کا رسول مانو۔ کہ اس پر خدا نے وحی نازل کی۔ قرآن اتارا ہے۔

تئیس برس میں حضرت انورؐ پر قرآن اترا، اور قرآن کو آپؐ نے اپنے عمل سے دنیا والوں کو پہنچا دیا — آپؐ سچے رسول

۱؎ پیغمبروں کے متعلق لوگ ہمیشہ غلو کرتے آئے ہیں، اس لئے خدا نے قرآن میں حضرت انورؐ کی زبانی کہلوایا ہے، قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ، کہہ دے، سوائے اس کے نہیں کہ میں بشر ہوں تمہاری طرح" یُوْحٰی اِلَیَّ۔ (پ۱۶)۔ (فرق یہ ہے) کہ وحی کی جاتی ہے طرف میری" یعنی میں بشر بھی ہوں اور رسول بھی ہوں بشر رسول ہوں۔ مجھے رسول ماننے والو! بشریت کے بغیر رسالت کا اقرار لاشئ ہے! ہاں بزرگی اور فضیلت کے لحاظ سے آپ کے مرتبے کا نہ کوئی بشر ہوا ہے، نہ رسول، — اولادِ آدم میں آپ" واحد" بشر اور" واحد" رسولؐ ہیں۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔

ہیں۔ امین ہیں۔ کوئی بات دین کی آپ نے نہیں چھپائی، بڑی خیر خواہی سے ہر قیمت پہ امت کو پہنچائی ۔۔۔!

رسالت کے اقرار کے ساتھ یہ بات بھی ماننی لازم آتی ہے کہ مسلمان قرآن پر عمل کرنے کے لئے صرف آپ ہی کے عمل کو کافی جانے، آپ ہی کے راستہ کو بہتر راستہ یقین کرے، آپ کے راستے ۔۔۔ حدیث و سنت کے سوا امت میں سے کسی کے راستہ کو (بلا شرط[1]) واجب العمل نہ جانے، جب تمام صحابہؓ آپؐ ہی کے راستہ پر چلے، تو ساری امت کو قیامت تک راہِ رسول (مسلک حدیث) ہی کی اتباع لازمی ہے' سنت اور حدیث کو چھوڑ کر ۔۔۔ مقابلہ میں جو کوئی امتوں کی باتوں ۔۔۔ طریقوں، اور راہوں پر چلے گا، وہ آپؐ کی رسالت پر حرف لانے والا ہوگا، کیونکہ اگر وہ رسالت کو برحق مانتا ہے، تو احادیث رسولؐ کے مقابلہ و معارضہ میں امتیوں کے اقوال پہ کیوں چلتا ہے؟ محمدؐ رسول اللہ کے اقرار کے ساتھ سارے جہان کی طرف سے آنکھیں بند کر کے صرف راہِ رسولؐ پر چلنا ہی اقرار کی صحت کا ضامن ہے ۔۔۔ یاد رہے، کہ جو لوگ حضورؐ کی سنتوں اور حدیثوں کو دانستہ چھوڑ کر اندھی تقلید کرتے ہوئے اپنے اماموں، مرشدوں کے اقوال پر عمل کرتے ہیں، وہ شرک فی الرسالت کرتے ہیں، محمدؐ رسول اللہ کے مقابلے میں اور رسول کھڑے کرتے ہیں، ایک طرح اجرائے نبوت کے قائل ہیں۔ کیونکہ اگر وہ حضور انورؐ پہ نبوت

[1] یعنی اس شرط پر کہ کتاب و سنت کے مطابق ہو واجب العمل جانے۔

اور رسالت کو ختم سمجھتے ، رسالت کا دروازہ آپ کی ذات پہ بند مانتے ، تو اقوالِ رجال کے دروازے نہ کھولتے ، صریح حدیثوں کو ٹھکرا کر اقوالِ رجال کو عمل میں نہ لاتے ، محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ اور "رسولوں" کو نہ تولتے — !

خوب یاد رکھیں ، کہ جس طرح لا اِلٰہ الاّ اللہ پڑھنا وہی صحیح ہو سکتا ہے ، جس میں " احترام غیر" کی آلودگی نہ پائی جائے ، جب کہ ذاتِ پاک کے ساتھ کسی قسم کا شریک نہ لایا جائے ، اسی طرح محمدؐ رسول اللہ پڑھنا وہی صحیح ہو سکتا ہے ، جس میں امتی کی شریعت سازی کو راہ نہ ملے ، دین پر عمل کرنے کے لئے صرف بابِ رسالت کو ہی دستک دی جائے "بابِ امت" کو ہرگز نہ کھٹکھٹایا جائے . مقابلہ میں !

رسالت کی ذمّہ داریاں

رسالت کے اقرار کے بعد پھر رسالت کی ذمہ داریاں بھی عاید ہوتی ہیں ۔ اور وہ ذمہ داریاں یہ ہیں ، کہ حضرتِ انورؐ کی سیرت ، عادات ، روش ، قول اور فعل — سُنت اور حدیث کو — بالکل حضورؐ کی ذات کی طرح ہی محبوب اور پیارا جانا جائے ۔ اور ان کو بصد رغبت و اُلفت اپنایا اور ہر قیمت پر عمل میں لایا جائے ، لا الٰہ الاّ اللہ کی ذمہ داریوں کی مانند محمد رسول اللہ کی ذمہ داریوں

لہ اگر کوئی متعصب حضورؐ کی صحیح حدیث کو دانستہ چھوڑ کر اس کے خلاف کسی اُمتی کی بات ماننا ہے تو وہ اس امتی کو شریکِ رسالت کرتا ہے اسے حضورؐ کے ساتھ تولتا ہے ۔

سے بھی عہدہ برآ ہونا ازبس ضروری ہے ، رسالت کا حق ادا کرنا
دراصل رسالت کا اقرار کرنا ہے ، اس طرح کہ ؎

بہ مصطفےٰ برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

نماز ، روزہ ، حج ، زکوٰۃ ، صدقات ، خیرات — سونا ، جاگنا ، اٹھنا ، بیٹھنا ، چلنا ، بچھڑنا ، کھانا ، پینا ، شادی ، غمی ، لین دین ، بیع بیوپار ، قول ، اقرار — تمدنی ، معیشی ، معاشرتی ، اخلاقی ، اقتصادی زندگی کے سلسلہ میں پیش آنے والے احکام و مسائل اور ظروف و احوال میں ، حضرت انورؐ کے کردار کی شمعیں روشن کرنا ، رسالت کی ذمہ داریوں کا حق ادا کرنا ہے ، نعمت نبوت کی قدردانی ، عطیہ رسالت کی شکر گزاری ہے ، یوں سمجھئے کہ حکم لا الٰہ الا اللہ کا — اور عمل محمدؐ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ۔ اگر ہماری رہبری کے لئے عمل حضرت انورؐ کا نہ ہو ۔ تو ہم ذرا بھی قرآن (خدا کے حکم) پر عمل نہیں کر سکتے ، ؎

حرفِ بے صوت اندریں عالم بدیم
از رسالت مصرعہ موزوں شدیم
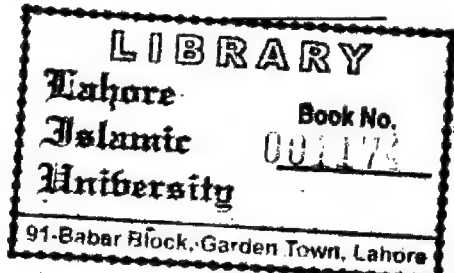
فریضۂ نماز

نماز حدیث سے سیکھو

اِقَامِ الصَّلٰوۃِ ـــــ دوسری چیز جس پر اسلام کی بنیاد ہے ، نماز قائم کرنا ہے ، نماز کو جب حضرت انورؐ نے اسلام کی بنیاد قرار دیا ہے ، تو ترک نماز سے ، اسلام بے بنیاد ہوا ۔ یعنی بے نماز مسلمان کا اسلام نام کا اسلام ہوا ، اس سے نماز کی اہمیت پر غور کرنا چاہیئے ، اور اس فریضہ کو بڑی پابندی سے ادا کرنا چاہیئے ، حضورؐ نے یہاں تک فرمایا :۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ الْعَبْدِ وَبَیْنَ الْکُفْرِ تَرْکُ الصَّلٰوۃِ ۔ (رواہ مسلم)

"حضرت جابرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں ، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، درمیان بندہ کے اور درمیان کفر کے (حدِ فاصل) نماز کا چھوڑ دینا ہے "

ترک نماز پر لرزیں

اس سے ثابت ہوا ۔ کہ ترکِ نماز کفر کے برابر ہے ، پھر بحیثیت مسلمان ہونے کے ہمیں نماز کے چھوڑنے پر لرز جانا چاہیئے ۔ جس قدر کفر سے

سلہ نماز کے موضوع پر ہماری جامع مکمل اور مدلل ۸۰۰ صفحات کی کتاب صلوٰۃ الرسول" (سوا پانچسو کے قریب احادیث صحیحہ کا مجموعہ) ملاحظہ فرمائیں جس میں حضرت انورؐ کی نماز کا ہو بہو نقشہ دکھایا گیا ہے ۔

ہم کو نفرت ہے، اسی قدر ترکِ نماز سے بیزاری ہونی چاہیئے اپنے گھر کے اندر کسی کو بے نماز نہ رہنے دیں — ان سب پر کڑی نگرانی رکھیں، کہ کوئی تارک نماز نہ رہے۔

پانچ نمازیں

حضرت ابی ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بھلا! بتاؤ تو، کہ اگر (مثلاً) تمہارے دروازے کے باہر نہر ہو، اور تم ہر روز اس میں پانچ بار نہاؤ، تو کیا کچھ مَیل باقی رہتا ہے؟ صحابہؓ نے کہا، کچھ میل باقی نہیں رہتا، پھر حضورؐ نے فرمایا:-

فَذَالِكَ مَثَلُ الصَّلٰوةِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا۔

(بخاری۔مسلم) —"یہ مثال ہے پانچ نمازوں کی، معاف کرتا ہے اللہ، بسبب ان کے گناہ۔"

حدیث کی تعلیم

اس حدیث شریف سے رات دن میں پانچ نمازیں پڑھنی فرض ثابت ہوئیں، اور یہ بھی معلوم ہوا۔کہ پانچوں نمازیں (صغیرہ) گناہوں کو مٹا دیتی ہیں، رات دن کی چھوٹی موٹی بھول چوک، اور معمولی غلطیوں کے داغ دھبے، نامۂ اعمال سے دھو ڈالتی ہیں، اللہ تعالےٰ مخلص نمازی پر اپنی نظرِ رحمت کرتا رہتا ہے۔

نماز کا طریقہ

عَنْ اَبِیْ حُمَیْدِ نِ السَّاعِدِیِّ قَالَ فِیْ عَشْرَةٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا اَعْلَمُکُمْ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالُوْا فَاَعْرِضْ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوةِ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِھِمَا مَنْکِبَیْہِ ثُمَّ یُکَبِّرُ ثُمَّ یَقْرَاُ ثُمَّ یُکَبِّرُ وَیَرْفَعُ یَدَیْہِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِھِمَا مَنْکِبَیْہِ ثُمَّ یَرْکَعُ وَیَضَعُ رَاحَتَیْہِ عَلٰی رُکْبَتَیْہِ ثُمَّ یَعْتَدِلُ فَلَا یُصَبِّیْ رَاْسَہٗ وَلَا یُقْنِعُ ثُمَّ یَرْفَعُ رَاْسَہٗ فَیَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ ثُمَّ یَرْفَعُ یَدَیْہِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِھِمَا مَنْکِبَیْہِ مُعْتَدِلًا ثُمَّ یَقُوْلُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ثُمَّ یَھْوِیْ اِلَی الْاَرْضِ سَاجِدًا فَیُجَافِیْ یَدَیْہِ عَنْ جَنْبَیْہِ وَیَفْتَحُ اَصَابِعَ رِجْلَیْہِ ثُمَّ یَرْفَعُ رَاْسَہٗ وَیَثْنِیْ رِجْلَہُ الْیُسْرٰی فَیَقْعُدُ عَلَیْھَا ثُمَّ یَعْتَدِلُ حَتّٰی یَرْجِعَ کُلُّ عَظْمٍ اِلٰی مَوْضِعِہٖ ثُمَّ یَنْھَضُ ثُمَّ یَصْنَعُ فِی الرَّکْعَةِ الثَّانِیَةِ مِثْلَ ذٰلِکَ ثُمَّ اِذَا قَامَ مِنَ الرَّکْعَتَیْنِ کَبَّرَ وَرَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِھِمَا مَنْکِبَیْہِ کَمَا کَبَّرَ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ ثُمَّ یَصْنَعُ ذٰلِکَ فِیْ بَقِیَّةِ صَلٰوتِہٖ حَتّٰی اِذَا کَانَتِ السَّجْدَةُ الَّتِیْ فِیْھَا

التَّسْلِيْمُ اَخْرَجَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَقَعَدَ مُتَوَرِّكًا عَلٰى شِقِّهٖ الْاَيْسَرِ ثُمَّ سَلَّمَ قَالُوْا صَدَقْتَ هٰكَذَا كَانَ يُصَلِّيْ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ مَعْنَاهُ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ)۔

(ترجمہ) "حضرت ابی حمید ساعدی سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دس صحابہؓ (کی جماعت) میں کہا۔ کہ میں تم (سب) سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز (کے طریقے) کو خوب جانتا ہوں۔ کہا صحابہؓ نے، پھر بیان کرو (ہمارے سامنے نمازِ رسول کو) ابی حمیدؓ نے کہا۔ (سنو کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف کھڑے ہوتے تھے۔ (تو) اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے، (رفع یدین کرتے) یہاں تک کہ ان کو اپنے مونڈھوں کے برابر کرتے، پھر تکبیر کہتے، پھر قرآن پڑھتے، پھر تکبیر کہتے (رکوع کے لئے) اور اٹھاتے دونوں ہاتھ اپنے (رفع یدین کرتے) یہاں تک کہ ان کو اپنے مونڈھوں کے برابر کرتے، پھر رکوع کرتے اور رکھتے دونوں ہتھیلیاں اپنی اپنے گھٹنوں پر، پھر سیدھی کرتے کمر، پھر نہ جھکاتے سر اپنا، اور نہ بلند کرتے۔ (یعنی پیٹھ اور سر ہموار رکھتے) اور پھر اٹھاتے سر اپنا (رکوع سے)، پس کہتے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ۔ پھر اٹھاتے

دونوں ہاتھ اپنے (رفع یدین کرتے) یہاں تک کہ ان کو اپنے مونڈھوں کے برابر کرتے، درحالیکہ سیدھے کھڑے ہوتے، (تومہ میں) پھر کہتے اللہ اکبر، پھر جھکتے زمین کی طرف سجدے کے لئے، پس دُور رکھتے اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں پہلوؤں سے اور اپنے دونوں پاؤں کی انگلیاں کھولتے (کہ انگلیوں کے سر قبلہ رُخ ہوتے)۔ پھر اپنا سر سجدے سے اٹھاتے اور موڑتے بایاں پاؤں اپنا (یعنی بچھا لیتے) پھر اس پر بیٹھتے پھر سیدھے ہوتے، یہاں تک کہ پھرتی ہر ہڈی طرف اپنے ٹھکانے کے درحالیکہ برابر ہوتی۔ (یعنی بڑے اطمینان سے جلسہ میں بیٹھتے) پھر سجدہ کرتے (دوسرا) پھر کہتے اللہ اکبر، اور اٹھتے اور موڑتے بایاں پاؤں اپنا، پھر بیٹھتے اس پر، (جلسہ استراحت کرتے) پھر اعتدال کرتے دل جمعی سے، یہاں تک کہ پھر آتی ہر ہڈی اپنے ٹھکانے پر ــ پھر کھڑے ہوتے، پھر اسی کی مانند دوسری رکعت میں کرتے، پھر جب کھڑے ہوتے دو رکعت پڑھ کر (بعد تشہد کے) اللہ اکبر کہتے اور اٹھاتے دونوں ہاتھ اپنے (رفع یدین کرتے) یہاں تک کہ ان کو اپنے مونڈھوں کے برابر کرتے، جیسے کہ تکبیر کہتے تھے نزدیک شروع کرنے نماز کے۔ (یعنی تکبیر اولیٰ کے وقت) پھر کرتے اسی طرح اپنی باقی نماز میں، یہاں تک کہ جب ہوتا وہ سجدہ کہ جس کے پیچھے سلام

ہے، یعنی آخری رکعت کا دوسرا سجدہ، جس کے بعد بیٹھ کر تشہد، درود اور دعا پڑھ کر سلام پھیرتے ہیں) - نکالتے بایاں پاؤں اپنا، اور بیٹھتے کولہے پر بائیں جانب، پھر سلام پھیرتے (یہ سن کر) ان دس صحابہؓ نے کہا، سچ کہا تو نے (اے ابی حمید ساعدیؓ) اسی طرح رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے۔" (ابوداؤد - دارمی) اور روایت کئے ترمذی اور ابنِ ماجہ نے معنی اس کے اور کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن صحیح ہے) ابوداؤد کی ایک روایت میں ابی حمید کی حدیث میں یہ بھی ہے :-

وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْيُمْنٰى وَكَفَّهُ الْيُسْرٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْيُسْرٰى وَاَشَارَ بِاِصْبَعِهِ يَعْنِي السَّبَّابَةَ :- (اور آخری رکعت کے قعدہ میں) رکھا اپنا دایاں ہاتھ اپنے دائیں گھٹنے پر، اور اپنا بایاں ہاتھ اپنے بائیں گھٹنے پر اور اشارہ کیا اپنی انگلی کے ساتھ یعنی سبابہ کے۔"

نماز کی مسنون صورت

گیارہ صحابیوں کی مصدقہ حدیث آپ نے پڑھ لی - اس سے نماز کی مسنون صورت یہ نظر آئی کہ :-

(۱) حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع میں رفع یدین فرمایا یعنی دونوں ہاتھ مبارک اٹھائے -

(۲) دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں[1] کے برابر اٹھایا -

(۳) رکوع میں جاتے وقت تکبیر کہتے ہوئے پھر رفع یدین فرمایا

[1] صحیحین میں دونوں ہاتھوں کو کانوں کے برابر اٹھانا بھی آیا ہے!

(۴) رکوع میں نہ سر جھکاتے، اور نہ اونچا کرتے، پیٹھ سیدھی رکھتے اور رکوع اطمینان سے کرتے۔

(۵) رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے سمع اللہ لمن حمدہ کہتے وقت رفع یدین فرماتے، اور قومہ میں پہنچ جاتے۔

(۶) قومہ میں سیدھے کھڑے ہو جاتے، اور پورا اطمینان کر کے سجدے میں آتے۔

(۷) سجدہ کرنے کے بعد بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بڑے اطمینان اور دل جمعی سے بیٹھتے، کہ ہر ہڈی اپنے مقام اور موضع پر آ جاتی، یہاں بیٹھنا جلسہ کہلاتا ہے۔

(۸) دوسرا سجدہ کر کے پھر اٹھ کر اپنے بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھتے، کہ ہر ہڈی اپنے ٹھکانے پر پہنچتی، یہ جلسہ استراحت ہے پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جاتے!

(۹) جب آخری رکعت کا دوسرا سجدہ کر کے اٹھتے، تو قعدہ میں اس طرح بیٹھتے، کہ بایاں پاؤں ایک طرف نکال دیتے، اور بائیں جانب کولہے پر بیٹھ کر سلام پھیرتے۔

(۱۰) آخری رکعت کے قعدہ میں تشہد کے وقت انگشت شہادت اٹھاتے۔

(۱۱) اور چوتھی بار رفع یدین دوسری رکعت میں تشہد پڑھ کر اٹھتے وقت کرتے!

حدیث کی تعلیم غور کریں، کہ نماز بھی آپ حدیث کی تعلیم کے بغیر نہیں پڑھ سکتے، قرآن نے صرف اَقِیمُوا الصَّلٰوۃَ کہہ کر حکم دے دیا ہے، کہ نماز قائم کرو۔ پھر خاموش ہو

گیا ہے۔ اس لئے کہ اس کے قائم کرنے، پڑھنے، کا طریقہ حدیث سے سیکھنا ہے، حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرکات و سکنات سے معلوم کرنا ہے، پھر نماز میں شروع سے لے کر اخیر تک کیا کیا پڑھنا ہے، اور کہاں کہاں پڑھنا ہے، ہر نماز کی کتنی کتنی رکعتیں ہیں۔ ان کے اوقات کون کون سے ہیں؟ —— یہ سب باتیں بڑی تفصیل کے ساتھ آپ کو صرف حدیث میں ہی ملیں گی۔ بغیر حدیث کے ماننے، اور اس پر عمل کرنے کے آپ فریضۂ نماز کے بار سے سبکدوش نہیں ہو سکتے، اور بول و براز، نجاست پاکی، پلیدی، طہارت، غسل، وضو، اذان، امامت کے مسائل و احکام کو بھی آپ صرف حدیث سے معلوم کر سکتے ہیں۔

ان باتوں کی اہمیت سے حدیث کی حجیّت پر غور کرتے جائیں اور غور کیوں نہ کریں۔ کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال —— ہی تو قرآن مجید کو اصلی رنگ میں پیش کرتے ہیں —— رسالتِ محمدیہ کی پیشوائی کے بغیر قرآن پر عمل نہیں ہو سکتا —— کتاب اللہ المجید خاموش ہے، اسے احادیث ہی بلاتی، اور باتیں کراتی ہیں۔

پھر جن لوگوں کو حدیث سے چڑ ہے، یا نفرت ہے، یا انکار ہے، یقین جانیے کہ قرآن ان کے لئے بے کار ہے، وہ ہزار بار قرآن کو بلائیں۔ قرآن ان سے نہیں بولتا۔ ان سے بات نہیں کرتا —— اگر بولتا، اور بات کرتا ہے، تو صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے کرتا ہے، پھر پوچھو حضرتِ انورؐ ہی سے —— قرآن کی باتیں —— مطلب اور معنی ——!

فریضۂ زکوٰۃ

زکوٰۃ کے مسائل حدیث میں

تیسری چیز جس پر اسلام کی بنیاد ہے ، وہ ۔ اِیْتَاءِ الزَّکٰوۃَ ۔

یعنی زکوٰۃ کا ادا کرنا ہے ، نماز کے حکم کی طرح زکوٰۃ کے بارے میں بھی اٰتُوا الزَّکٰوۃَ کہہ کر خاموش ہو گیا ہے ۔ اس نے نہیں بتایا کہ کن کن چیزوں پر زکوٰۃ ہے ؟ ان چیزوں کا نصاب زکاۃ کتنا ہے ؟ کتنی مدت کے بعد زکوٰۃ دینی چاہیئے ؟ زکوٰۃ کی فرضیت کے اعلان کے بعد مزید احکام بتانے سے قرآن کی خاموشی ، بتاتی ہے ، کہ جس اللہ کے رسول پر آیت اٰتُوا الزَّکٰوۃَ اتری ہے ، تفصیل اس سے پوچھ لو۔ سیکھ لو۔ چنانچہ کتاب اور حکمت کے معلم سید المرسلین ، شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ کے مسائل سے متعلق ارشاد فرماتے ہیں :۔

تارک زکوٰۃ کو عذاب

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَنْ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكٰوتَهٗ مُثِّلَ لَهٗ مَالُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَهٗ زَبِيْبَتَانِ يُطَوَّقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِيْ شِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا مَالُكَ اَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ تَلَا وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ الْاٰيَةَ ۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ :" حضرت ابی ہریرۃؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں ، کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جس شخص کو اللہ نے مال دیا۔ پھر اس نے زکوٰۃ نہ دی۔ اس کی، بنایا جائے گا قیامت کے دن اس کے لئے مال اس کا گنجا سانپ ہوں گے اس کے لئے دو نقطے سیاہ آنکھوں پر، وہ سانپ قیامت کے دن طوق کی صورت میں اس کی گردن میں ڈالا جائے گا۔ پھر پکڑے گا وہ اس کی دونوں باچھیں اور کہے گا۔ میں ہوں مال تیرا، میں ہوں خزانہ تیرا، (جس سے تو نے زکوٰۃ نہیں دی تھی)۔ پھر پڑھی (حضورؐ نے) یہ آیت :۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ط بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ط سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (پ۴)

اور جن لوگوں کو خدا نے اپنے فضل سے (مال) دیا ہے اور وہ (اس کی زکوٰۃ دینے میں) بخل کرتے ہیں، وہ اس (بخل) کو اپنے لئے بہتر نہ سمجھیں، بلکہ وہ ان کے حق میں بدتر ہے (کیونکہ) جس (مال) کا بخل کرتے ہیں۔ عنقریب قیامت کو اس کا طوق بنا کر، ان کے گلے میں ڈالا جائے گا۔"

حدیث کی تعلیم

جو لوگ مال رکھ کر اس میں سے زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ ان کا بُرا حال ہوگا۔ وہ مال گنجے سانپ کی صورت میں ان کے گلے میں ڈالا جائے گا۔ گنجا سانپ اس لئے فرمایا، کہ گنج علامت ہے بہت زہریلے ہونے کی، اور اس کی آنکھوں میں دو سیاہ نقطے مال داروں پر خوف اور لرزہ طاری کرنے

کے لئے ہوں گے، پھر وہ، زکوٰۃ ادا نہ کیا گیا مال سانپ کی صورت بنا کر صاحب مال کے گلے میں ڈال دیا جائے گا جو اس کی باچھیں کاٹے گا۔ اور ساتھ ساتھ کہتا جائے گا۔ میں تیرا مال ہوں۔ (بنک میں رکھا ہوا۔ زمین میں دبایا ہوا، سیف (SAFE) میں رکھا ہوا۔ تجارت میں لگایا ہوا ...) یعنی وہی مال سانپ بن کر اسے ڈسے گا، اس حدیث میں حضورؐ نے بہت ڈرایا۔ اور خوف دلایا ہے، تاکہ مسلمان اپنے مالوں کی ضرور ضرور زکوٰۃ ادا کیا کریں۔ اور آخرت کے عذاب سے بچ جائیں۔

سونے چاندی پر زکوٰۃ

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَلَا فِضَّةٍ وَلَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا اِلَّا اِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ صُفِّحَتْ لَهٗ صَفَائِحُ مِنْ نَارٍ فَاُحْمِيَ عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَيُكْوٰى بِهَا جَنْبُهٗ وَجَبِيْنُهٗ وَظَهْرُهٗ۔ (رواہ مسلم)

(ترجمہ) "حضرت ابی ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جو کوئی سونا اور چاندی رکھنے والا، اس کا حق (زکوٰۃ) ادا نہیں کرتا، قیامت کے روز اس کے لئے بنائے جائیں گے تختے آگ کے، (یعنی سونے چاندی کے تختے بنا کر آگ میں ایسے گرم کئے جائیں گے کہ گویا آگ ہی کے ہوں گے) پھر گرم کئے جائیں گے، (وہ تختے دوزخ کی) آگ میں، پھر داغ دیئے جائیں گے۔ ان تختوں کے ساتھ پہلو اس کے، اور پیشانی اس کی اور پیٹھ اس کی ...

حدیث کی تعلیم

اس سے ثابت ہوا۔ کہ سونے اور چاندی پر زکوٰۃ ہے جو شخص سونے اور چاندی کی زکوٰۃ نہیں نکالتا۔ خدا تعالیٰ اس کے سونے اور چاندی کو دوزخ کی آگ میں تپا تپا کر اس کے پہلو، ماتھے، اور پیٹھ پر داغ دے گا۔ یہ سزا ہوگی، زکوٰۃ نہ دینے کے جرم کی ——!

سونے اور چاندی کا نصاب

قرآن مجید میں سونے یا چاندی کا نصاب نہیں بنایا گیا ہے، کہ جس پر زکوٰۃ دی جائے۔ اور نہ ہی کوئی زکوٰۃ کی شرح مذکور ہے، کہ کتنے سونے یا کتنی چاندی پر کتنی زکوٰۃ ہے، یاد رہے کہ سونے یا چاندی کا یہ نصاب اور اس پر زکوٰۃ کی شرح —— صرف حدیث میں بیان کی گئی ہے۔

بلوغ المرام کی حدیث میں سونے کا نصاب بیس دینار آیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے، کہ اگر کسی کے پاس بیس دینار سونا ہو۔ اور اس پر ایک سال گزر جائے۔ تو چالیسواں حصّہ یعنی نصف دینار زکوٰۃ لازم آئے گی۔ اور اگر سونا بیس دینار سے کم ہے، تو زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

واضح رہے کہ ایک دینار ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے۔ تو بیس دینار ساڑھے سات تولے سونا ہوا۔ اور یہی وزن (۷½ تولہ) سونے کا نصاب ہے، اس ساڑھے سات تولہ کی زکوٰۃ سوا دو ماشہ سونا سونا دینی پڑے گی۔ یعنی چالیسواں حصّہ۔

چاندی کا نصاب ابو سعید خدریؓ کی روایت میں جو بخاری اور مسلم میں آئی ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پانچ اوقیہ فرمایا

ہے، اور اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ پس پانچ اوقیہ دو سو درہم چاندی ہوئی، اور ایک درہم تین ماشہ ایک رتی اور رتی کا پانچواں حصّہ (۳ ماشہ ۱/۵ ۱ رتی) ہوتا ہے۔ تو پانچ اوقیہ یا دو سو درہم چاندی کے چھ سو تیس ماشے ہوئے جس کے ساڑھے باون تولے (۵۲ ۱/۲) تولے بنتے ہیں۔ یہی ساڑھے باون تولے چاندی کا نصاب ہے، اس سے کم پر زکوٰۃ نہیں۔ جب اس نصاب پر سال گزر جائے، تو چالیسواں حصّہ (۵ درہم) زکوٰۃ دینی پڑے گی۔

اس کی آسان صورت یہ ہے، کہ جس کے پاس سونا یا چاندی بقدر نصاب موجود ہو۔ اور سال کے بعد زکوٰۃ دینا چاہیے، تو سونے اور چاندی کے حالیہ بھاؤ (بازار صرافہ) کے مطابق اپنے تمام سونے، اور چاندی کی قیمت لگا لے، اور پھر اڑھائی روپیہ فی سینکڑہ کے حساب سے زکوٰۃ گن لے، یہی چالیسواں حصّہ ہے اور قیمت لگاتے وقت نصاب کا وزن بھی شامل کرنا ہے۔

اپنی خوشی سے زکوٰۃ دینا

آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ سونے اور چاندی کے مقررہ نصاب سے کم وزن پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، لیکن اگر کوئی اپنی خوشی سے دینا چاہے۔ تو ثواب اور اجر ہے ــــ حضرت انسؓ کی روایت صدقہ غنم سے متعلق جو بخاری شریف میں موجود ہے، اس میں حضرت انور صلے اللہ علیہ وسلّم نے اِلَّا مَا شَآءَ الْمُصَدِّقُ فرما کر مالک کو اپنی خوشی سے (کم نصاب پر بھی) زکوٰۃ دینے کی اجازت دے دی۔

اونٹوں کی زکوٰۃ

حضرت انسؓ کی روایت سے صحیح بخاری میں

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے اونٹوں کا نصاب پانچ اُونٹ مقرر فرمائے ہیں، پانچ اونٹوں میں ایک بکری (واجب الادا) ہے، اور دس اونٹوں میں دو بکریاں، پندرہ اونٹوں میں تین بکریاں، بیس میں چار بکریاں، اور پچیس میں ایک سالہ اونٹنی پینتیس تک۔ اور اگر ایک سالہ اونٹنی نہ مل سکے، تو دو سالہ بچہ دیں۔ پھر جب پینتیس سے زائد ہو جائے تو پینتالیس تک دو سالہ اونٹنی دیں، جب پینتالیس سے زائد ہوں تو ساٹھ تک تین سالہ بچہ دینا چاہیئے۔ جب پچھتر سے بڑھ جائیں تو نوّے تک دو بنت[1] لبون دیں، جب اکانویں ہو جائیں، تو ایک سَو بیس تک دو[2] حقّے زکوٰۃ واجب ہو گی، جب ایک سَو بیس سے زیادہ ہو جائیں۔ تو پھر ہر چالیس پر ایک حِقّہ بڑھتا جائے گا۔ (ابن ماجہ)

بکریوں کی زکوٰۃ

بکری کا نصاب چالیس بکریاں ہیں، چالیس سے کم پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ اب آپ بکریوں کی زکوٰۃ کی شرح ملاحظہ فرمائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، چالیس بکریوں سے لے کر ایک سو بیس تک ایک بکری زکوٰۃ واجب ہو گی، جب اس سے ایک بکری بڑھ جائے، تو دو صد تک دو بکریاں دینی چاہئیں، اور جب اس سے بڑھ جائیں، تو تین بکریاں دیں، پھر ہر سینکڑے پر ایک بکری زکوٰۃ دیتے جائیں، اور زکوٰۃ کی حرص میں متفرق بکریوں کو جمع نہ کیا جائے، اور نہ جمع شدہ کو (زکوٰۃ سے بچنے کا حیلہ بنا کر) متفرق کیا جائے۔ (ابنِ ماجہ)

---

[1] بنت لبون دو سالہ اونٹنی کو کہتے ہیں۔ (صادق)

[2] حِقّہ چار سالہ بچہ (بچہ اونٹ) کو کہتے ہیں۔ (صادق)

گائے کی زکوٰۃ

گائے کا نصابِ زکوٰۃ تیس گائیں ہے، اس سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے، اب آپ گائے کی زکوٰۃ کی شرح رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنیں۔ حضورؐ فرماتے ہیں تیس گائیوں میں ایک بچہ جو دوسرے سال میں قدم رکھ چکا ہو، زکوٰۃ میں دینا چاہئیے، اور چالیس گائیوں میں دو سالہ بچہ (جو تیسرے سال میں قدم رکھ چکا ہو، لازم آئے گا۔ (پھر جس قدر زیادہ ہوں، اسی حساب سے دیتے جائیں۔ (ابنِ ماجہ)

کھجوروں کی زکوٰۃ

حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ وسق (تین من) سے کم کھجوروں پر زکوٰۃ نہیں۔ بخاری شریف)

اسی طرح گیہوں، جو، چنے اور خشک انگور میں سے بھی زکوٰۃ دینی واجب ہے، شرح زکوٰۃ حضورؐ نے ان چیزوں کی یوں فرمائی ہے، جو چیزیں بارش کے پانی سے پیدا ہوں یا چشمے کے پانی سے سینچی جائیں، ان میں زکوٰۃ، پیداوار کا دسواں حصّہ ہے، اور جو چیزیں آب پاشی کے ذریعے پیدا ہوں، ان میں پیداوار کا بیسواں حِصّہ زکوٰۃ ہے۔ (ابنِ ماجہ)

شہد کی زکوٰۃ

حضرت ابنِ عمرؓ روایت کرتے ہیں، کہ شہد کی زکوٰۃ کے بارے میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اس کی ہر دس مشکوں میں ایک زکوٰۃ ہے، (ترمذی)

پہنے ہوئے زیور پر زکوٰۃ

بعض لوگ کہتے ہیں، کہ زیور چونکہ استعمال میں رہتا ہے، اس لئے اس پر زکوٰۃ

نہیں، اور جو پڑا رہتا ہے، اس میں ہے، بعض کہتے ہیں کہ زیور کی ایک ہی دفعہ زکوٰۃ دینی واجب ہے، ہر سال نہیں، یاد رہے کہ یہ سب منہ کی باتیں ہیں۔ ان پر کوئی دلیل نہیں، سونا چاندی خواہ کسی صورت میں ہو پہنا جائے، یا پڑا رہے، ہر سال دستور کے مطابق اس کی زکوٰۃ دینی واجب ہے۔

سونے کے کڑوں کی زکوٰۃ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو عورتیں حاضر ہوئیں، جن کے ہاتھوں میں سونے کے کڑے تھے، حضورؐ نے ان دونوں کو پوچھا۔ کیا ان (سونے کے کڑوں) کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا۔ نہیں حضورؐ! آپؐ نے فرمایا۔ کیا تم چاہتی ہو؟ کہ خدا تمہیں (قیامت کے دن) آگ کے دو کڑے پہنائے؟ وہ بولیں۔ نہیں حضورؐ (توبہ) آپ نے ارشاد فرمایا۔ فادیا زکوٰۃ۔ پھر (ان پہنے ہوئے سونے کے کڑوں کی) زکوٰۃ دو۔ (ترمذی)

گروہِ زناں! زکوٰۃ دو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے گروہِ زناں! اپنے مال کی زکوٰۃ نکالو اگرچہ اپنے زیور سے ہو۔ اس لئے کہ قیامت کے دن تم (بوجہ زیور وغیرہ کی زکوٰۃ نہ نکالنے کے) اکثر دوزخی ہو گی۔ (ترمذی)

مالِ تجارت میں زکوٰۃ

حضرت سمرہ بن جندبؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سوداگری کے مال میں سے زکوٰۃ نکالنے کا حکم کرتے تھے۔ (ابوداؤد)

اس حدیث شریف کے حکم سے تمام قسم کے سوداگروں تاجروں

اور ہر قسم کی دکانداری کرنے والوں کو ہر سال مال گن کر اس کا بازاری (موجودہ) نرخ لگا کر اڑھائی روپیہ فی سینکڑہ کے حساب سے زکوٰۃ ادا کر دینی چاہیئے۔

زکوٰۃ کے مصارف

فقراءؒ، مساکینؒ، محصلینؒ، تالیف القلوبؒ غلامؒ و قیدی، مقروضؒ، راہِ خداؒ، مسافرؒ۔

(سورۃ توبہ)

(۱) **فقراء**:۔ فقیر اس مفلس، تنگ دست اور محتاج کو کہتے ہیں جس کے پاس ایک وقت کا کھانا بھی نہ ہو۔ اور حالانکہ وہ ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ بھی نہیں رہتا۔ بلکہ معاش کے لئے حتی المقدور کوشش کرتا ہے۔ یعنی روزی کمانے کے لئے باوجود محنتِ شاقہ کرنے کے پھر جو تنگ دست ہو وہ فقیر ہے۔

(۲) **مساکینؒ**:۔ مسکین کی تعریف خواجۂ دوسرا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہیں۔ نہیں ہے وہ مسکین جو ایک ایک لقمہ یا دو دو لقمہ کے لئے لوگوں (کے گھروں) کا طواف کرتا ہے بلکہ مسکین وہ ہے جو (بوجہ عدمِ اظہارِ فاقہ) محتاج معلوم نہیں ہوتا۔ (یعنی سفید پوش ہے۔ سوال نہیں کرتا) اور اس کے پاس اتنا ہے بھی نہیں۔ جو اسے بے احتیاج کر دے۔ پھر وہ (باوجود ہزار تنگی کے) سوال کے لئے گھر سے نہیں نکلتا۔ (کہ ضمیر ملامت کرتا ہے) یہ ہے مسکین۔ (بخاری)

(۳) **محصلین**:۔ محصلین زکوٰۃ تحصیل کرنے والوں کو کہتے ہیں جو اسلامی حکومت کی طرف سے مامور ہو کر بیت المال (سرکاری

خزانہ) کے لئے لوگوں سے زکوٰۃ اکٹھی کرتے تھے۔

(۴) تالیف القلوب :- یہ وہ مد ہے جس کا مال لوگوں کو اسلام اور دین داری کی طرف مائل کرنے اور راغب کرنے کے لئے خرچ کیا جاتا ہے۔

(۵) غلام اور قیدی :- ان کو آزاد کرانے اور بیگناہوں کو جھوٹے مقدموں اور قید ناحق سے چھڑانے پر خرچ کیا جاتا ہے۔

(۶) مقروض :- مال زکوٰۃ سے مقروض کو قرض سے سبکدوش کرائیں۔

(۷) راہِ خدا :- جہاد، تبلیغ، اسلام کی نشر و اشاعت، طلبہ دینی، مذہبی مدارس، بیچ بچ کے یتیم خانے، سیاسی، ملی ضرورتیں۔ قرآن اور حدیث پر مشتمل لٹریچر —— کتابیں، رسالے شائع کرنا —— وغیرہ فی سبیل اللہ کی مد میں داخل ہے۔

(۸) مسافر :- مسافر خواہ مالدار ہو۔ لیکن سفر کی حالت میں اگر محتاج ہو جائے تو زکوٰۃ کا مستحق ہو جاتا ہے۔

زکوٰۃ تمام قرابت داروں، رشتہ داروں، بہنوں، بھائیوں، چچوں، ماموؤں، خالوؤں، پھوپھیوں اور ان سب کی اولاد کو (اگر مستحق ہوں) بلاشبہ جائز ہے۔ بلکہ غیروں سے رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا افضل ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

بیوی کا خاوند کو زکوٰۃ دینا

حضرت عبد اللہ بن مسعود کی زوجہ حضرت زینب رضؓ کہتی ہیں کہ میں مسجد میں موجود تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے

فرما رہے تھے۔ اے گروہِ زناں! زکوٰۃ دو! خواہ زیور میں سے کچھ حصّہ دو! حضرت زینبؓ کہتی ہیں کہ میں (اپنے خاوند) حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا اور ان یتیم بچوں کا جو میری پرورش میں تھے ___ خرچ برداشت کرتی تھی۔ اس لئے میں نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے عرض کیا کہ آپ جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھئے کہ کیا میں زکوٰۃ کا مال ___ آپ پر اور ان یتیم بچوں پر جو میری پرورش میں ہیں خرچ کر سکتی ہوں؟۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے کہا۔ تم آپ ہی جا کر دریافت کرو۔ پھر میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے گئی۔ درِ دولت پر پہنچی۔ تو مجھے وہاں ایک اور عورت میری ہی طرح کی ضرورت والی ملی۔ اسی اثناء میں ہمارے پاس سے حضرت بلالؓ کا گذر ہوا۔ ہم نے ان سے کہا کہ ذرا رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھ دیجئے کہ اگر میں اپنے شوہر پر، اور ان یتیم بچوں پر جو میری پرورش میں ہیں۔ زکوٰۃ کا مال خرچ کر دوں تو کیا کفایت کر سکتا ہے؟ پر ہمارا نام نہ بتانا۔ حضرت بلالؓ اندر تشریف لے گئے اور مسئلہ دریافت کیا۔ حضرت انورؐ نے فرمایا۔ کون عورتیں ہیں؟ بلالؓ نے عرض کیا۔ زینبؓ ہے حضورؐ! آپؐ نے نے فرمایا! کون زینبؓ؟ عبد اللہ بن مسعودؓ کی بیوی حضورؐ! رحمتِ عالمؐ نے ارشاد فرمایا۔ (اسے بتا دو) ہاں ہو سکتا ہے۔ (کہ مالِ زکوٰۃ اپنے خاوند اور یتیم بچوں پر خرچ کرے بلکہ) زینبؓ کو دوہرا ثواب ملے گا۔ ایک قرابت سے نیکی کرنے کا، دوسرا زکوٰۃ ادا کرنے کا۔" (بخاری)

ملاحظہ :۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی عورت اپنے والدین سے مال لے کر آئے یا کسی اور جائز طریق سے مالدار ہو جائے اور اس کا خاوند باوجود روزی کمانے کے تنگدست ہو تو وہ عورت اپنے مالِ زکوٰۃ سے خاوند کی مدد کر سکتی ہے۔ اور وہ اس مال سے خانگی ضروریات پوری کر سکتا ہے۔ بال بچوں کو کھلا پلا سکتا ہے سبحان اللہ! اللہ کے رسولؐ کیسے رحمتِ عالم تھے۔ قرابت نوازی کی بنیادیں کس طرح مضبوط کرتے تھے۔

حدیث کے نور کی پیشوائی

قرآن اٰتوا الزکوٰۃ (زکوٰۃ دو) کہہ کر خاموش ہو گیا۔ زکوٰۃ کن کن چیزوں پر دینی ضروری ہے۔ ان چیزوں کا نصاب کتنا ہے پھر اس کی شرح کیا ہے؟ اور زکوٰۃ کہاں کہاں دینی چاہیئے یہ سب باتیں آپ کو حدیث سے ہی معلوم ہوتی ہیں پھر غور کریں کہ کتنی اہمیت ہے حدیث کی، کہ اس کے بلائے بغیر قرآن نہیں بولتا!!

فریضۂ حج

نماز، روزہ کی فرضیت کے مانند حج بھی فرض ہے۔ ارشادِ خداوندی ہوتا ہے۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا۔ (پ۴)

اور لوگوں پر فرض ہے کہ خدا کے لئے خانہ کعبہ کا حج کریں۔

جس کو اس تک پہنچنے کی طاقت ہو "۔

حدیث حج کرواتی ہے

یہاں بھی نماز، روزہ، زکوٰۃ کی فرضیت کی طرح حج کو فرض کہہ کر خاموش ہو گیا ہے۔ حج کی مزید تفصیل بیان نہیں کی۔ حج کی ادائیگی کا کوئی طریقہ قاعدہ نہیں بتایا۔ کیوں؟ اس لئے کہ حج کی عملی صورت حدیثِ رسولؐ بتائے گی۔ مسلمان بھائیو! سوچو اور غور کرو کہ جب تک آپ اہلِ حدیث نہ ہوں گے۔ اس وقت تک آپ قرآن پاک پر ذرا بھی عمل نہ کر سکیں گے۔ حدیث والے بنے بغیر قرآن سے آپ کا عملی تعلق ہرگز قائم نہیں ہو سکے گا۔ سنتِ رسولؐ قرآن پر عمل کرائے گا۔ اور حدیث سنت کا پتہ دے گی حدیث نہ ہو گی تو کیسے پتہ چلے گا کہ حضورؐ نے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج ___ کے فرضوں پر کس طرح عمل کیا ہے۔ انہیں کیونکر بجا لایا ہے۔ بتایئے! ان فرائض کی عملی صورت کیا ہے؟ ان کے بوجھ سے کس طرح سبکدوش ہونا ہے؟ احکامِ خداوندی کی ذمہ داریوں کو کیسے پورا کرنا ہے؟ ان سوالوں کا ایماندارانہ جواب یہ ہے کہ صرف حدیث ہی قرآن پر عمل کرا سکتی ہے۔ حدیث ہی اہل سنت کے معزز لقب سے نوازتی ہے۔ حدیث ہی قرآن کو بلاتی اور اس سے باتیں کراتی ہے۔ حدیث ہی عمل بالقرآن کی شاہراہ پر چلاتی ___ حدیث ہی امتثالِ اوامر کے نور سے سینہ معمور کرتی ہے۔ حدیث ہی نماز پڑھواتی، روزہ رکھواتی، زکوٰۃ دلواتی اور حج کرواتی ہے۔ حدیث ہی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا مطلب سمجھاتی اور محمد رسول اللہ

کا مفہوم بتاتی ہے۔

حدیث کو مانے بغیر، حدیث کی حجیت کا جام پیئے بغیر، حدیث والا بنے بغیر، اہلِ حدیث مسلک قبول کئے بغیر کون نماز پڑھ سکتا ہے؟ روزہ رکھ سکتا ہے؟ زکوٰۃ دے سکتا ہے؟ حج کر سکتا ہے؟ بے شک اہلِ حدیث بنے بغیر حدیث والا ہوئے بغیر کتاب اللہ المجید کے کسی حکم پر کوئی بھی عمل نہیں کر سکتا! تو پھر صاف کہہ دیجئے کہ حدیث کے بغیر کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا۔ مسلک اہلِ حدیث سے استغنا برت کر کوئی خدا کی اطاعت نہیں کر سکتا۔ اللہ کا فرمانبردار نہیں بن سکتا پتہ چلا آپ کو حدیث کی اہمیت کا؟ کس قدر ضروری ہے حدیث؟ پھر بحیثیت مسلمان آپ حدیث والے ہوئے نا۔ مبارک ہو آپ کو اہلِ حدیث ہونا!

حج کے مسائل

حج کی فرضیت تو قرآن سے ثابت ہو گئی اب حج کے مناسک اور احکام حدیث سے معلوم کریں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنیں:۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ فُرِضَ عَلَیْکُمُ الْحَجُّ فَحُجُّوْا فَقَالَ رَجُلٌ اَکُلَّ عَامٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَسَکَتَ حَتّٰی قَالَهَا ثَلٰثًا فَقَالَ لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ ثُمَّ قَالَ ذَرُوْنِیْ مَا تَرَکْتُکُمْ فَاِنَّمَا هَلَکَ مَنْ کَانَ مِنْ قَبْلِکُمْ بِکَثْرَةِ سُوَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰی اَنْبِیَآءِهِمْ

فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوهُ۔ (مسلم)

(ترجمہ) "حضرت ابی ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا۔ لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے۔ پس حج کرو۔ ایک شخص نے (مجلس سے) کہا۔ اے اللہ کے رسولؐ! کیا ہر سال ہم حج کریں حضورؐ چپ رہے۔ (کوئی جواب نہ دیا) یہاں تک کہ اس شخص نے تین بار پوچھا۔ پھر حضورؐ نے فرمایا (سنو) اگر میں کہہ دیتا۔ ہاں! (ہر سال حج کرو) تو البتہ فرض ہو جاتا حج (ہر سال) اور تم نہ طاقت رکھتے (ہر سال حج کرنے کی) پھر فرمایا۔ چھوڑ دو مجھ کو جب تک کہ چھوڑ دوں میں تم کو (سنو!) بیشک تم سے پہلے لوگ (یہود و نصاریٰ) اپنے نبیوں پر کثرت سے سوال کرنے، ان سے اختلاف کرنے کے باعث ہلاک ہو گئے۔ پھر جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں۔ تو تم اس سے حسبِ استطاعت کر لیا کرو اور جب میں تم کو کسی چیز سے منع کروں تو تم اس کو چھوڑ دیا کرو۔"

حدیث کی تعلیم:۔ قرآن نے حکم دیا کہ حج تم پہ فرض ہے یہ نہ بتایا کہ کتنی بار فرض ہے۔ یہ حدیث سے معلوم ہوا کہ عمر میں ایک بار فرض ہے جیسا کہ نسائی اور دارمی شریف میں ہے کہ اقرع بن حابس نے جب پوچھا۔ فِي كُلِّ عَامٍ يَا رَسُولَ اللهِ؟

حضورؐ! کیا حج ہر سال فرض ہے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا۔ اَلْحَجُّ مَرَّۃٌ۔ حج (عمر میں) ایک بار فرض ہے۔

کثرتِ سوال کی ممانعت

حضورؐ نے فرمایا۔ اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے۔ پس حج کرو۔ اس پر ایک شخص نے پوچھا۔ کیا ہر سال فرض ہے؟ آپؐ نے جواب نہ دیا کہ اس کا پوچھنا آپ کو ناگوار گزرا۔ اس نے پھر پوچھا۔ آپ پھر خاموش رہے۔ اس نے تیسری مرتبہ پوچھا۔ اب فرمایا کہ حج عمر میں ایک ہی مرتبہ فرض ہے۔ اور ساتھ ہی فرمایا۔

لَوْ قُلْتُهَا نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَوْ وَجَبَتْ لَمْ تَعْمَلُوْا بِهَا وَلَمْ تَسْتَطِيْعُوْا۔ (نسائی)

"اگر میں ہر سال فرض ہونے کی بابت) ہاں کہہ دیتا تو ضرور واجب (فرض) ہو جاتا۔ اور (پھر) اگر فرض ہو جاتا۔ تو تم اس کو نہ کرتے اور نہ طاقت رکھتے۔"

یعنی جب ہر سال حج کرنے کی طاقت نہ رکھتے، نہ کرتے تو فرض کے تارک ہو کر سخت گنہگار ہوتے۔ تمہارے لئے بہتر تھا کہ جب میں نے کہا تھا کہ خدا نے تم پر حج فرض کیا ہے تو اس کی فرضیت کو مان کر خاموش ہو جاتے۔ مجھ پر بار بار سوال نہ کرتے اور اس کی عملی صورت کا انتظار کرتے لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ کا حکم دینے والا خدا ___ مجھ سے حج کروا کر تمہارے لئے عمل کی راہ دکھا دیتا۔ پہلے انبیاء پر یہود و نصاریٰ نے بار بار سوال کر کر خود کو مشکلات میں ڈال لیا تھا۔ بندھنوں اور زنجیروں میں جکڑ

لیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو ایک موقع پر گائے ذبح کرنے کو کہا۔ اگر وہ کسی ایک گائے کو لے کر دیتے تو ان کا مطلب پورا ہو جاتا تھا۔ لیکن انہوں نے گائے سے متعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام پر سوالوں کی بوچھاڑ کر دی۔ بالآخر وہ سوالات کی کثرت کی پاداش میں ایک ایسی گائے خریدنے پر مجبور ہو گئے کہ قیمت دیتے وقت ان کو چھٹی کا دودھ یاد آ گیا۔ خدا نے امتِ محمدیہ کو فرمایا۔ لَا تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ (پ) "تم اپنے رسول (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر (بار بار) سوال نہ کرو۔ جیسے (تم سے) پہلے موسیٰ علیہ السلام پر سوال کئے گئے تھے۔"

مطلب یہ ہے۔ کہ لایعنی باتیں مت پوچھو۔ بے مطلب سوالوں سے گریز کرو۔ جتنی بات حضرت انورؐ تمہیں بتا کر خاموش ہو جائیں۔ تم بھی خاموش ہو جاؤ۔ اور اس پر عمل کرنے کی فکر کرو۔ اس کو بلا ضرورت مت کریدو۔ ذَرُوْنِيْ مَا تَرَكْتُكُمْ۔ کا یہی مفہوم ہے کہ جب میں (رسول اللہ) تم کو (مسئلہ بتا کر) چھوڑ دوں۔ تم مجھ کو چھوڑ دیا کرو جتنا بتاؤں اتنا ہی سمجھو۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں ضروری چیزیں تمہیں بتانا چھوڑ جاؤں میں پیغمبرِ وحی ہوں پوری بصیرت رکھتا ہوں ہر بات جانتا بوجھتا ہوں۔ دین کی کوئی چیز بتائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اگر حج ہر سال فرض ہوتا تو میں خود تمہیں ہر سال فرض ہونا بتا دیتا۔ جب ہر سال کا لفظ میری زبان سے نہیں نکلا تو تمہیں ہر سال فرض ہونے کا خیال بھی نہیں

آنا چاہیئے۔ چہ جائے کہ ــــ بار بار پوچھتے ہو؟ کیا ہر سال!! کیا ہر سال!!

عدمِ ذکر عدمِ شی کو لازم ہے

اس ارشادِ نبویؐ ذَرُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ سے تکمیل دین کا یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ اور دین کامل کا نئے مسئلہ سے بیزار ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ کہ جس چیز کے متعلق رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہیں۔ جس کا ذکر زبان اطہر پہ نہیں آیا۔ وہ چیز دین میں معدوم اور ناپید ہے ــــ بعض بیوقوف بدعتوں کا نام لے کر کہتے ہیں کہ ان کی نہی حدیث سے دکھاؤ کہ حضورؐ نے اس کارِ خیر (خانہ ساز کارِ خیر) سے کہاں منع کیا ہے؟ ان کو عزتِ رسولؐ کے جذبہ کے ماتحت اقرع بن حابس کے سوالِ حج پر غور کرنا چاہئے اور ان کے سوال کو حضورؐ کے ناگوار جاننے سے نتیجہ نکالنا چاہیئے ــــ کہ جو بات حضورؐ کی زبان سے نہیں نکلی۔ سرورِ عالمؐ کے عمل میں نہیں آئی آپ کے فعل سے ثابت نہیں یا جو چیز حدیث میں نہیں ہے وہ دین نہیں ہے۔ جس امر میں وحی خفی نہیں آئی۔ وہ امر (دینی حیثیت سے) حجت نہیں۔ جس طرح حج کی فرضیت بیان کرتے وقت حضورؐ نے "ہر سال" کا لفظ نہیں فرمایا۔ پس "ہر سال" حج کرنا فرض نہیں ہے۔ اسی طرح جو چیز حضورؐ کی زبان سے نہیں نکلی وہ مذہب میں نہیں ہے۔

بدعات کا نیست و نابود ہونا

خانہ ساز چیزوں کی نام بنام نہی پوچھنے والو! قیامت کے

دن جب خدا نے آپ کی روش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی تو حضورؐ آپ پر ناراض ہوں گے۔ کہیئے اگر حضورؐ نے آپ سے پوچھا کہ جو باتیں میں نے تمہیں نہیں بتائی تھیں۔ تم نے کیوں بتانے کی ضرورت جانی۔ جن چیزوں کا میں نے شریعت میں نام نہیں لیا تھا تم نے ان کا نام کیوں لیا ؟ کیا جواب دیں گے آپ شافع روزِ جزاء کو ؟ یہ ـــ کہ (توبہ استغفر اللہؐ) ہم نے حضورؐ کی دینی خامیوں کو پورا کیا تھا۔ جن جن چیزوں کا نام لینا دین میں آپ بھول گئے تھے۔ ہم نے اُن چیزوں کو مذہبی حیثیت سے روشناس کرا دیا تھا۔ رسالت کا بچا کھچا کام ہم نے پورا کر دیا تھا ؎

تمہیں تو حسن کی ژولیدگی سے شکوہ تھا
کہو یہ کس نے نگاہوں کے راز سلجھائے

اگر آپ داورِ محشر کے غضب اور سرورِ رسولاں صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ سے حشر کے روز بچنا چاہتے ہیں تو اپنے رسولؐ کو (معاذ اللہ) "سبق" نہ سکھاؤ۔ اپنی ایجادوں کی نامِ بنام نہی پوچھ کر رسالتِ محمدیہ پر حرف نہ لاؤ۔ دین کو ناقص اور شریعت کو نامکمل نہ بناؤ۔ اپنی آوازوں کو حضرت انورؐ کی آواز سے اونچی نہ کرو! دین میں "اضافوں" کا قدم اٹھا کر رحمت للعالمینؐ سے آگے نہ بڑھو! مذہب میں لچک اور لوچ پیدا کر کے ختم نبوت کے کاخِ بریں کی اینٹیں نہ ہلاؤ ؎

سکوتِ شب نے جو سونپے تھے ولولے دل کو
شعورِ صبح پہ سب کر دیئے عیاں ہم نے

حضرت انورؐ مختارِ کل ہیں؟

حدیث مذکور میں آپ نے پڑھا ہے کہ حضورؐ نے اقرع بن حابسؓ کو ان کے سوال پر فرمایا :۔

"اگر میں (ہر سال حج فرض ہونے کی بابت) ہاں کہہ دیتا تو ضرور فرض ہو جاتا۔"

اس سے ایک مولوی صاحب نے لوگوں کو وعظ سنایا کہ حضورؐ علیہ السلام ہر سال حج فرض کرنے کا اختیار رکھتے تھے۔ آپ مختارِ کل ہیں۔ جو چاہیں کر سکتے ہیں! مشکلیں آسان، بلائیں دور، غم کافور کر سکتے ہیں۔ رزق دے سکتے ہیں۔ آپ ہر چیز پر مختارِ کل ہیں۔

ہم حیران ہیں کہ شاید ایسے لوگوں کا قیامت پر ایمان نہیں کہ انہوں نے خدا کے سامنے پیش ہو کر حساب دینا ہے۔ یہ لوگ عوام کو دھوکا دے کر انہیں گمراہ کر کے خدا کو کون سا منہ دکھائیں گے۔

کہاں حضورؐ کا حج کے متعلق "ہاں" کہنا اور حج کا فرض ہو جانا اور کہاں رزق اور اولاد وغیرہ دینا۔

مسلمان بھائیوں کو معلوم ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نازل کردہ دین کی تبلیغ کرنے والے تھے اور ہر چیز دین کی خدا کے حکم سے بیان کرتے تھے۔ ارشادِ خداوندی ہوتا ہے :۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (پ ۲۷ ع ۵)

اور نہیں بولتا (پیغمبر) خواہش اپنی سے، نہیں وہ (بولنا) مگر وحی کہ بھیجی جاتی ہے۔"

اس آیت سے ثابت ہوا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش اور مرضی سے نہیں بولتے تھے۔ اپنے اختیار سے دین نہیں بناتے تھے بلکہ حضرتِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام گفتار، بات چیت بول چال، تقریر، بیان، ارشاد، خدا کی وحی ہی تھی۔

جب حضورؐ کی زبان خدا کی وحی ہوئی۔ وہ خدا کے اذن کے بغیر نہیں بولتے تھے۔ دین کی کوئی بات اس کے حکم کے بغیر نہیں بتاتے تھے ۔ تو مختارِ کل کیسے ہوئے؟

اور پھر پیغمبر کی تابعداری اللہ کے اذن سے کی جاتی ہے جیسا کہ خدا نے فرمایا۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ط (پ ۵ ع ۶)

اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس لئے، کہ کہا مانا جائے اس کا ساتھ حکم اللہ کے؛

معلوم ہوا۔ کہ پیغمبر کی فرمانبرداری اللہ کے حکم سے ہے کیونکہ پیغمبر اللہ کے حکم کے بغیر کوئی بات نہیں کرتا۔ دین میں پیغمبر کی زبان خدا کے حکم سے چلتی ہے۔ جب پیغمبرؐ کی زبان سے خدا کا حکم نکلتا ہے ان کا ذاتی حکم نہیں نکلتا۔ پھر وہ مختارِ کُل کیسے ہوئے؟

مذکورہ حدیث میں آپ نے ہر سال حج کے فرض ہونے کے متعلق ہاں نہیں فرمائی۔ کیوں؟ اس لئے کہ خدا کا حکم نہیں آیا تھا۔ اور اپنی خواہش سے نہیں بتانا تھا۔ یہ جو حضورؐ نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو حج ہر سال فرض ہو جاتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں خدا کے حکم سے ہاں کہہ دیتا۔ کیونکہ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى

کے ماتحت آپ اپنی مرضی اور خواہش سے تو ہاں کہہ نہیں سکتے تھے، اگر کہہ دیتے تو وہ وحی سے ہی کہتے، خدا کے حکم سے کہتے، جب وحی اور حکم خدا سے کہتے تو بے شک ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا۔ کہئے حضورؐ کیسے مختارِ کل ہوتے؟ ہمارا ایمان ہے کہ حضورؐ کا ہر قول و فعل خدا کی وحی ہے، اس کے حکم سے ہے، اور اسی میں آپ کی عزت، شان اور مرتبے کی انتہائی بلندی ہے۔

افسوس ان لوگوں پر، کہ یہ اپنے گھر سے حضورؐ کو مرتبے دیتے ہیں اور پھر جو ان کے گھریلو مرتبوں کو نہ مانے، اسے محبتِ رسولؐ سے بیگانہ بتاتے ہیں۔ خانگی مرتبے اور عہدے حضورؐ کو دے کر آپؐ سے محبت جگائی — اور ان خانگی مرتبوں کا انکار کرنے والوں پر آوازے کس کر عوام کو ان سے بدظن کرنا شرافت اور دیانت سے بعید ہے۔ اور مرتبے بھی حضورؐ کو اپنے گھر سے وہ دیتے ہیں جو صرف خدا کی مخصوص صفات اور اسی کے خاصے ہیں اور ان سے حضورؐ کو خدا کا شریک بنانا نہیں ہے؟ سنیئے! قرآنِ مجید میں خدا تعالیٰ حضورؐ کے متعلق ان کی زبانی اقرار کرواتا ہے:۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ط (پ۹ ع۱۳)

کہہ اے پیغمبرؐ! نہیں اختیار رکھتا میں واسطے اپنی جان کے نفع کا اور نہ ضرر کا مگر جو چاہے اللہ۔"

جب خدا نے کہہ دیا کہ حضرتِ انورؐ اپنی جان کے نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتے، خود حضورؐ نے کہہ دیا، میں اپنی جان کے نفع

نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔ تو پھر جو شخص حضورؐ کو مختارِ کل کہتا ہے، کیا وہ خدا اور رسولؐ کا خلاف کرنے والا نہیں ہے؟ قرآن کی تغلیط کرنے والا نہیں ہے؟ پھر جو شخص خدا تعالیٰ، اس کے رسولؐ، اور قرآن مجید سے اعراض کرے، وہ کون ہے؟

اللہ اکبر! کتنے دیدہ دلیر ہیں یہ لوگ!! صریحًا اللہ، رسولؐ اور قرآن سے شقاق کرتے ہیں۔

دیکھئے، اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَؕ وَ اِنْ یَّمْسَسْكَ بِخَیْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۝ (پ ۷ ع)

اور اے پیغمبرؐ! اگر اللہ تجھ کو (کسی قسم کی) تکلیف پہنچائے، تو اس کے سوا کوئی اس (تکلیف) کا دور کرنے والا نہیں ہے، اور اگر تجھ کو (کسی قسم کا) فائدہ پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ اگر اللہ تجھ کو کوئی تکلیف پہنچائے، تو خدا کے سوا کوئی اس کو دور نہیں کر سکتا۔ ثابت ہوا کہ حضورؐ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم مختارِ کل نہیں ہیں۔ یعنی دافع البلاء نہیں ہیں۔

اور ارشادِ خداوندی ہوتا ہے۔

وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَؕ وَ اِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖؕ (پ ۱۱ ع ۱۶)

اور (اے پیغمبرؐ!) اگر خدا تجھ کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس (تکلیف) کا دور کرنے والا نہیں ہے، اور اگر تجھ

کو کسی قسم کا فائدہ پہنچانا چاہے تو کوئی اس کے فضل کا روکنے والا نہیں ہے"

ثابت ہوا کہ نفع اور ضرر خدا کے اختیار میں ہے، حضورؐ کے اختیار میں نہیں ہے۔ پھر حضورؐ کو مختارِ کل کہنا قرآن کی آیت کے خلاف ہے، اور جس عقیدہ سے قرآنی آیت کا خلاف لازم آئے کیا وہ عقیدہ حضرتِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا باعث ہو سکتا ہے؟ — ہرگز نہیں!

پس حضورؐ کو مختارِ کل کہنا آپ کی کوئی شان، کوئی عزت نہیں ہے۔ بلکہ حضورؐ کو خدا کا "نِد" بنانا ہے۔ اللہ بھی مختارِ کل، حضورؐ بھی مختارِ کل، آپ خدا کے برابر نہ ہوئے تو اور کیا ہوئے؟

اللہ تعالیٰ ان مولویوں کو ہدایت دے جو حضورؐ کی مصنوعی محبت کا دعویٰ کر کے ان کے متعلق انوکھے شرکیہ عقیدے گھڑ کر لوگوں کو سناتے ہیں۔ جن کا ثبوت نہ قرآن میں ہے — نہ حدیث میں!

مختارِ کُل صرف اللہ تعالیٰ ہے

قرآنِ مجید میں ارشاد ہوتا ہے:۔

قُلْ مَنْۢ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ (پ۱۸ ع۵)

کہہ (اے پیغمبرؐ)! کون ہے (وہ ذات) کہ جس کے اختیار میں ہے بادشاہی ہر چیز کی، اور وہی پناہ دیتا ہے (ہر کسی کے پکڑے کو چھڑا سکتا ہے)۔ اور نہیں پناہ دیا جاتا (کوئی) بر خلاف اس کے، (اس کے پکڑے کو کوئی چھڑا نہیں سکتا) اگر ہو تم جانتے"

اس آیت میں خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی عام اعلان کیا ہے کہ بتاؤ ؟ وہ کون (مختارِ کُل) ہے جس کے قبضے قدرت اور اختیار میں ہے مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ - ہر چیز کی بادشاہی ؟

کسی مکّہ کے مشرک نے بھی جواب میں نہیں کہا کہ اللہ کے سوا کسی اور کے اختیار میں ہے ہر چیز کی بادشاہی ! ثابت ہوا کہ صرف اللہ ہی مختارِ کل ہے جس کے اختیار میں ہے ہر چیز کی بادشاہی ! "ملکوت کل شیٔ" دلیل ہے اللہ کے مختارِ کل ہونے پر !

واضح ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسولؐ ہیں اور عبدہٗ بھی ہیں۔ یعنی اللہ کے غلام صلے اللہ علیہ وسلم۔ پھر یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ غلام بحیثیت غلام ہونے کے مختارِ کل ہو! اللہ ہدایت دے ان عالموں کو، جو حضورؐ کو اپنے پاس سے خدائی مرتبہ دے کر توحید اور رسالت کے مقاموں کو بگاڑتے ہیں ! ؎

ہرگز ازاں قوم نباشی کہ فریبند
حق را بسجودے و نبی را بہ درودے

مرتبے اللہ دیتا ہے

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

رَفِيْعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۔ (پ۲۴ ع۷)

"اونچا کرنے والا ہے درجے (نیک بندوں کے) صاحب ہے عرش کا، بھجواتا ہے روح (روح الامین یعنی جبریل علیہ السلام) کو اپنے حکم سے جس پر چاہتا ہے، اپنے بندوں سے ..... (موضح القرآن)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ خدا اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے، حضرت جبریل علیہ السلام کو نازل فرما کر نبوت کا مرتبہ بخش دے۔ کیونکہ وہی اپنے بندوں کو مرتبے بخشنے والا ہے، اُنکے درجے اُونچے کرنے والا ہے۔ سب بندے اس کے غلام ہیں۔ غلام غلاموں کو درجے اور مرتبے نہیں دے سکتے۔ وہ مالک ہی اپنے غلاموں کو مرتبے عطا کرتا ہے، حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا ہی نے نبوت ــــ اور رسالت کا مرتبہ بخشا ہے۔ حضورؐ کو خاتم النبیین، رحمت للعالمین، شفیع المذنبین، امام المرسلین، اکرم الاولین، اکرم الآخرین کے یہ اونچے درجے اللہ رب العزت نے ہی عطا فرماتے ہیں۔ بشریت اور رسالت کے حسین امتزاج کا یہ آخری درجہ "بعد از خدا بزرگ" بھی اسی مالک و متعال ذات نے ہی حضرت انور صلی اللہ علیہ و سلم کو بخشا ہے کہ تمام اولادِ آدم میں بزرگی کے لحاظ سے کوئی حضورؐ کے برابر نہیں ہے۔

گھر سے مرتبے دینے والے

لیکن افسوس! بعض مولوی حضرات کہتے ہیں کہ ہم حضورؐ کی شان بڑھاتے ہیں؛ عزت اور مرتبے دیتے ہیں۔ حضورؐ مختارِ کل ہیں، حاضر ناظر ہیں، غیب جانتے ہیں، خزانوں کے مالک ہیں، رزق تقسیم کرتے ہیں۔ نفع نقصان پہنچانے پر قادر ہیں.... حضورؐ بشر نہیں ہیں.... وغیرہ۔

آپ مرتبوں کے مالک ہیں؟

پہلے ہم ان کو گھر سے مرتبے دینے والوں کو پوچھتے ہیں کہ کیا آپ کے پاس مرتبے، بزرگیاں اور درجے ہیں جو آپ رسولِ خدا کو دیتے

ہیں ؟ خدا تعالیٰ تو اپنے پیغمبرؐ کا خالق ، مالک ، رازق اور معبود ہے۔ ہر طرح بڑا ، بڑی شان والا ، عزت اور مرتبوں کے خزانوں کا مالک ہے۔ جسے چاہے۔ مرتبے دے ، بزرگیاں بخشے ، اس کے پاس سب کچھ ہے۔ کیا آپ رسولِؐ خدا سے بڑے مرتبے کے ہیں ؟ بڑی شان والے ہیں ؟ کہ حضورؐ کے پاس جو درجے نہیں ہیں وہ آپ انہیں بخش رہے ہیں ، جو عہدے حضورؐ کے پاس نہیں ہیں ، وہ آپ انہیں دے رہے ہیں، جو شان آپ کی نہیں ہے وہ آپ ان کو عطا کر رہے ہیں، بلکہ اللہ کی دی ہوئی شان کو آپ بڑھاتے ہیں یعنی جتنی شان خدا نے دی ہے، آپ اس پر زیادہ کرتے ہیں، تو پھر آپ رسولِؐ رحمت سے بڑے ہوئے کہ حضورؐ کو شانیں اور مرتبے دیتے ہیں۔ اور خدا سے بھی بڑے ہوئے کہ اس کی عطا کردہ شان میں اضافہ کرتے ہیں۔

حضورؐ کو رُتبے دینے والو! میٹرک ، ایف۔ اے ، بی۔ اے ، ایم اے کے درجے کون دیتا ہے ؟ جو ان درجے پانے والوں سے بڑے ، ان درجوں کے مالک ہیں۔ ڈاکٹری کی سب سے بڑی شان' ایم۔ بی بی۔ ایس۔ کون عطا کرتے ہیں ؟ جو ان شان پانے والوں سے ہر طرح بڑی "شان" اور "شان" عطا کرنے کا اختیار رکھتے ہیں ! مولوی فاضل ، منشی فاضل ، ادیب فاضل وغیرہ کے مرتبے کون دیتے ہیں ؟ جو ان مرتبوں کے مالک اور مختار ہیں (یونیورسٹی والے)۔ کہیئے۔ آپ جو حضورؐ کو مرتبے دینے اور شانیں بڑھاتے ہیں۔ کیا آپ ان مرتبوں پر خود فائز ہیں ؟ پھر ان مرتبوں

کو دینے کا اختیار رکھتے ہیں ؟ کہیئے ! کیا آپ غیب جانتے ہیں؟ نہیں! پھر جب آپ کے پاس یہ مرتبہ ہے ہی نہیں، تو دے کیسے سکتے ہیں ؟ کیا آپ حاضر ناظر ہیں ؟ نہیں ! جب یہ مرتبہ آپ کے پاس موجود ہی نہیں، تو دے کیسے سکتے ہیں ؟ کیا آپ نفع و نقصان پر مختار ہیں ؟ نہیں ! جب آپ مختار نہیں تو حضورؐ کو یہ مرتبہ کہاں سے دیتے ہیں ؟ کیا آپ خزانوں کے مالک ہیں ؟ نہیں ! پھر حضورؐ کو خزانوں کا مالک و مختار کہہ کر کیسے شان بڑھاتے ہیں ؟

سوچئے اور غور کیجئے ۔ کہ جب یہ عہدے آپ کے پاس ہیں ہی نہیں، تو پھر دے کیسے سکتے ہیں؟ رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے دَر سے عملی ہدایت کی اتباع کی بھیک مانگنے والو! اسوۂ حسنہ کی روشنی کے بغیر راہِ آخرت میں ٹامک ٹوئیاں مارنے والے "اندھو!" "مفلسو"! سوچو ! سمجھو ! اور غور کرو، کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رتبے دیتے ہو۔ اور خدا نے جو شان دینے میں کمی کر دی تھی ؟ وہ کمی پوری کرکے تم حضورؐ کی شان بڑھاتے ہو ؟ بصیرت کے چشمۂ صافی سے ہوش کا زلال پیو' اور " ایاز قدرِ خویش بشناس" ـــ کے آئینہ میں منہ دیکھو!

حضورؐ کو خدا کے دیئے ہوئے مرتبے

جو رتبے، شانیں، درجے، بزرگیاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی ہیں، یا احادیث میں جو مدارج آپ کے صحیح سند سے ثابت ہیں، ان میں کمی کرنیوالا مردود ہے۔ قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سیدالبشر ہیں۔ نبیوں اور مرسلوں کے

سردار ہیں۔ خاتم النبیین ہیں۔ رحمت للعالمین، اکرم الاولین، اکرم الآخرین، شفیع المذنبین ہیں۔ ساری امت پر حضورؐ کی اطاعت فرض ہے۔ آپ کا فرمانبردار بہشت میں اور نافرمان دوزخ میں جائے گا۔ نہ کوئی آپ جیسا مقرب بارگاہِ ایزدی ہوا ہے نہ ہوگا۔ جس طرح حضورؐ کی ذات درجے میں لامثال ہے، اسی طرح آپ کا قول و فعل بھی لامثال ہے۔ اگر کوئی حضورؐ کے قول و فعل (حدیث) کے مقابلہ میں دانستہ امتی کے قول و فعل کو اپناتا اور عمل میں لاتا ہے۔ تو گویا وہ اس امتی کو حضورؐ کے برابر سمجھتا ہے۔ اس کو آپؐ کے ساتھ تختِ رسالت پر بٹھاتا ہے۔ حدیث کے خلاف قول لے کر عملاً اس کی رسالت کی گواہی دے کر گرفتارِ عذاب ہوگا۔ رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان ــــ خدا کی دی ہوئی شان اتنی بلند ہے کہ جو حضورؐ کا نام سن کر درود نہ بھیجے، وہ بخیل اور خدا کی رحمت سے دور ہے۔ آپ کا مقدس نام ہے محمدؐ! کہیے! صلی اللہ علیہ وسلم! حضورؐ! اپنے اقوال و افعال سے دین مکمل کر گئے ہیں۔ کوئی مسئلہ، کوئی نیک کام آپؐ نہیں چھوڑ گئے۔ بتانا بھول نہیں گئے ہیں۔ یہ وہ شان ہے آپ کی، کہ اگر کوئی شخص دین میں اپنی طرف سے کوئی مسئلہ، یا نیک کام جاری کرے تو وہ حضورؐ کا مدِمقابل قرار پاکر عنداللہ اتنا دھتکارا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس بے ادبِ رسولؐ کی نہ نماز قبول کرتا ہے نہ روزہ، نہ زکوٰۃ، نہ خیرات، نہ حج، نہ عمرہ وغیرہ۔ اور یہ بدعتی بدبخت عرصۂ محشر میں حوضِ کوثر کے پانی سے بھی محروم رہے گا، اور حضورؐ کی شفاعت سے بھی۔ (ترمذی۔مسلم)

آپ کو معلوم ہے کہ شہید کا درجہ بہت بلند ہے۔ اس کی تشریح کی ضرورت نہیں۔ اب حضرتِ انورؐ کی شان (جو خدا نے عطا کی ہے) یہ ہے کہ جو شخص حضور پُر نورؐ کی کسی سنّت کو فسادِ امت کے دور میں مضبوط پکڑے اور عمل میں لائے، فَلَہٗ اَجْرُ مِأَةِ شَہِیْدٍ۔ تو اس کو خدا سَو شہید کا درجہ دے گا۔ (مشکوٰۃ شریف)

یعنی جب فرقے بندی کا زور ہو۔ آپ کی سنتوں اور حدیثوں کو سُن کر لوگ نفرت کریں، حضورؐ کی سنت اور حدیث پر عمل کرنے والوں کی مخالفت ہوتی ہو۔ دین میں فتنہ اور فساد برپا ہو۔ ایسے نازک زمانے میں حضورؐ کی سنت کو (باوجود لوگوں کی) مخالفت کے، جو مضبوط پکڑ کر عمل کرے گا، فعلِ رسولؐ، سنتِ مصطفےٰ کو اپنانے کے سبب قیامت کے دن خدا تعالیٰ اس کو اپنی راہ میں سَو بار شہید ہونے کا اجر دیگا۔ دیکھا! یہ ہے شانِ رسولؐ، کہ حضورؐ کے کئے ہوئے کام کو اپنا کر، عاملِ سنت کتنی بلندیوں پر پہنچ گیا!!۔

رتبۂ خیرالورٰی ملاحظہ ہو کہ جو شخص حضورؐ کی آواز پر اپنی آواز کو اونچا کرے، خواہ حیاتِ پاک میں دورانِ گفتگو اونچا کرے یا آپؐ کے فرمان پر کسی امتی کے قول کو ترجیح دے کر اونچا کرے تو خدا تعالیٰ اس کے تمام اعمال (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خیرات اور دوسری تمام نیکیوں) کو برباد کر دیگا۔ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ کی برقِ غضب اس کے خرمنِ عمل کو جلا کر راکھِ سیاہ کر دیگی! اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو وہ مرتبہ دے کر دنیا میں بھیجا ہے کہ جو شخص حضورؐ کے فیصلہ، فرمان، قول، حدیث کو سن کر ماتھے پر ذرا بھی شکن ڈالے گا۔ فَلَا

وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۔ کے خدائی فتویٰ سے وہ بے ایمان قرار پائے گا۔

شانِ نبوتؐ کا یہ عالم ہے کہ جو کوئی پیغامِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم (سنت و حدیث) کی مخالفت کرے گا، نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ کے قرآنی حکم سے دوزخ میں جلے گا۔ بھائیو! یہ ہے وہ شان جو خدا نے حضرتِ انورؐ کو عطا کی ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ط

مقامِ خیر الوریٰ

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب خانہ کعبہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا کی :-

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ط اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (پ ۱ ع ۱۵)

اے ہمارے پروردگار ان (مکہ والوں) میں ایک رسول ان ہی (کی جنس) میں سے بھیج کہ ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے، اور ان کو کتاب و حکمت سکھائے، اور ان کو (آلائشِ نفس) سے پاک کرے، بیشک تو ہی با اختیار اور صاحب تدبیر ہے۔"

پیغمبر آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر تمام پہلی کتابوں، اور آسمانی صحیفوں میں موجود تھا اور تمام انبیاء و رسل اور ان کی امتیں انتخابِ کون و مکان کی راہ تکتے چلے آتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے ظہور قدسی کا مژدہ ان الفاظ میں سنا دیا:۔

وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ (پ۲۸ ع۹)

"اور جب مریم کے بیٹے عیسےٰؑ نے (بنی اسرائیل) کو کہا۔ اے بنی اسرائیل! میں خدا کا بھیجا ہوا تمہاری طرف آیا ہوں، (یہ کتاب) تورات جو مجھ سے پہلے (نازل ہو چکی ہے)، (میں) اس کی تصدیق کرتا ہوں اور (ایک اور) پیغمبرؐ کی (تم کو) خوشخبری سناتا ہوں، جو میرے بعد آئے گا۔ اس کا نام "احمدؐ" ہوگا۔"

یعنی حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام نے بشارت دی کہ لوگو سنو! فراق کی رات سیماب پا ہونے کو ہے، تمہارے لمبے انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں، لو اب میرے بعد وہ نورانی صبح (جس کے دیکھنے کیلئے ایک لاکھ کئی ہزار پیغمبر آرزومند تھے) طلوع ہونے والی ہے۔

ہمچوں تو نازنینی سرتا بپا لطافت
گیتی نشاں ندادہ ایزد نیافریدہ

حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جیسے محبوب کا، جو سراپائے طہارت و لطافت ہیں، دنیا نے (آج تک) پتہ نہیں دیا

(پتہ کیسے دیتی) کہ خدا نے (ان جیسا لامثال مقام) پیدا ہی نہیں کیا۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔

پھر ایسا ہی ہوا کہ دعائے خلیل و نوید مسیحا کے عین مطابق ۔۔۔ میر کاروانِ حیات، سرور کائنات، خلاصۂ موجودات، مشعلِ راہِ ہدایت، رہبرِ راہِ طریقت، زینتِ بزمِ رسالت، نازشِ انسانیت نگہبانِ آدمیت، منبعِ بحرِ شریعت، شافعِ روزِ قیامت، چارہ سازِ دردِ ملت، قاسمِ انوارِ سنت، ساقیٔ حوضِ کوثر، نبیٔ بحر و بر، معنیٔ آیاتِ قرآن، فاتحِ ابوابِ جناں، حاملِ وحیِ جلی، مصدرِ وحیِ خفی، گوہرِ درجِ حیات، پیکرِ تسبیح و طواف، سراپائے خیر و دیں، بانیٔ شرعِ مبین، مبیّنِ جزئیاتِ قرآن، مرآۃِ شرحِ فرقان، نشانِ تکمیلِ ایمان، آیۂ رحمتِ یزداں، واضعِ طرقِ عبادات، تفسیر و تشریحِ آیات، مظہرِ رضائے کبریا۔ پیمانۂ برّ و ھُدیٰ، تقدیرِ گلستانِ اسلام، پیغمبرِ نبوتِ دوام، ماحیٔ شرک و ضلالت، حامیٔ توحید و صداقت، انتخابِ کون و مکان، وجہِ شرفِ انساں، معیارِ تکمیلِ کتاب، روحِ درانِ یومِ حساب۔ رمزِ کن فکاں، قرارِ قلب و جاں، غلغلۂ کون و مکان دوائے دردِ دوراں، مہرِ سکوتِ ہفت اختراں، غم گسارِ انس و جان جوہرِ آئینہ تجلیات، آئینہ رموزِ آیات، حافظِ ناموسِ آدم ماہِ عرب و مہرِ عجم، حضور سید البشر، سید وُلدِ آدم۔ سید المرسلین۔ رحمت للعالمین خاتم النبیین، شفیع المذنبین۔ اکرم الاولین، اکرم الآخرین، سید الکونین و الثقلین، شمس الضحٰے، بدر الدجیٰ، والیٔ بطحاء، امینِ اسریٰ، حبیبِ خدا، اشرفِ انبیاء، عبدِ خالقِ ارض و سماء، حضرت محمد رسول

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ضَو فشانِ بزمِ کائنات ہوئے ؎

وہ دانائے سُبل، ختم الرسل، مولائے کُل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغ وادیٔ سینا!

یوں تو خدائے لم یزل کی بیشمار نعمتیں ہمارے پاس موجود ہیں اور ہر روز اس کی نعمتوں کی برکھا ہم پر برستی رہتی ہے لیکن اس کی بخشی ہوئی نعمتوں میں سے سب سے بڑی عظیم الشان اور لامثال نعمت خواجۂ بدر و حنین حضرت سیدالکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدس ہے جنھیں خدا تعالیٰ نے ابدی رسالت کے تاج سے سرفراز کرکے شمس و قمر کی روشنی کے بقا تک واجب الاطاعت بناکر بنی نوع انسان کی عالمگیر ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا، اور آپ کے مبارک ہاتھ پر اپنا پسندیدہ دین پورا کیا۔ جیسے کہ فرمایا:-

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ (پ۶ ع۵)

"(مسلمانو!) آج کے دن میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی، اور تمہارے لئے میں نے دینِ اسلام کو پسند کر لیا؟"

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ساری کائنات کے لئے رسول ہیں۔ شرق اور غرب، شمال اور جنوب، اسود اور احمر، بحر اور بر، صبح اور شام، رات اور دن، ہر ساعت اور لمحہ، ہر زمان اور مکان کے لئے حجت بالرسالت ہیں۔ حیاتِ پاک سے لے کر تا صورِ اسرافیل آپ کے اقوال کی مشعلیں نور افشاں، اور اعمال کی

قندیلیں ضیا بار ہیں۔ احادیث و سنن کے نورانی سیارے رہتی دنیا تک نا آشنائے کسوف و ہبوط ہیں۔ ہر ارشادِ خیر الوریٰ دین و دنیا کی فوز و فلاح کا ضامن و کفیل ہے۔ سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر عمل کرنے سے انسانیت سنورتی، اخلاق نکھرتے اور زندگی کے تمام تاریک گوشے روشن ہوتے ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہوتا ہے:۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ (پ ۲۱ ع ۱۵)

"(مسلمانو!) بیشک رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات میں تمہارے لئے اچھا نمونہ ہے۔"

VERILY IN THE MESSENGER OF ALLAH YE HAVE A GOOD EXAMPLE.

یعنی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال، سیرت و کردار، سنن و احادیث ــ اسوۂ حسنہ ساری امت کے لئے تا یومِ نشور، واجب الاطاعت اور لائقِ اتباع ہے کہ تمام مسلمان آپ کی چال چلیں، امینِ اسریٰ کا اتباع کریں۔ والئ بطحاد کی اداؤں کو اپنائیں کہ دونوں جہان کی خیر و برکت اور نجات و ہدایت استجابتِ رسول (ACCEPTANCE OF THE MESSENGER) پر موقوف ہے۔ گویا خدا تعالیٰ نے حضرت خیر البشر صلے اللہ علیہ وسلم کو انسانوں کی طرف بھیجا ہی اس لئے ہے کہ وہ عبادات اور اخلاقیات میں آپ کی پیروی کریں۔ عالمِ کون و فساد میں زندگی حضور کی حیاتِ اقدس کے مطابق گزاریں۔

قبل اسلام ہر قسم کی برائی اور بدی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ شر اور شیطنت کی تاریک رات میں شامِ کائنات کے بدر الدجیٰ تشریف لائے، تو آپ کی تعلیم و تذکیر اور سیرت و کردار کے نور سے تمام برائیاں مٹ گئیں اور اندھیرے اجالے بن گئے، ان لوگوں کے رذائل فضائل میں تبدیل ہو گئے۔ مشرک، موحد، کافر، مومن، جاہل، عالم، سرکش، مطیع، ظالم، عادل، بدکار، نکوکار، چور، امین، رہزن، پاسبان، ڈاکو، شب خیز، خونخوار، رحمدل، گنوار، فلسفی اور گڈریئے، دنیا کے بادشاہ بن گئے۔

ظہور قدسی سے قبل جو لوگ برائیوں کی حد کو پہنچے ہوئے تھے، قبولِ رسالت کے بعد وہ نیکیوں کی معراج کو پا گئے، وہ سچ مچ اولیاء اللہ ہو گئے ــــ خدا تعالیٰ نے جنھیں كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ دوزخ کے گڑھے پر کھڑے فرمایا تھا۔ جب انہوں نے رحمتِ عالم کی اطاعت کے چشمہ سے زلالِ ھدیٰ پیا اور اس امرت (AMBROSIA) نے ان کی کایا پلٹ دی تو خدا نے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فرما کر ان کو اپنی خوشنودی، اور رضامندی کی سند عطا کر دی اور صاحب مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى نے فرمایا:۔

> اَصْحَابِیْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ (مشکوٰۃ)
>
> میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں، ان میں سے جس کے پیچھے بھی چلوگے، ہدایت پاؤگے۔

گویا وہ ساری امت کے بہ اتباعِ رسولؐ پیشوا بن گئے، ساری امت کے معلّم اور استاد ہو گئے۔ اپنے اعلیٰ کردار، اونچے اخلاق،

اور صالح اعمال کی بدولت خدا کے اتنے مقرب بن گئے کہ امت میں سے کوئی بھی غیر صحابی ان کے مقام کو نہیں پہنچ سکا۔ یہ بلندیٔ مراتب ان کو محض اتباعِ حضور خیر الوریٰ کی بدولت ملی۔

پھر سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی خوب پہچان کرلیں، کہ خدائے بزرگ و برتر نے آپ کو ایک معیاری رسول (IDEAL PROPHET) بنا کر بھیجا ہے، آپ ہر قسم کی خوبی، بھلائی، اور نیکی کے قابلِ عمل نمونہ ہیں، ایک کامل انسان اور مثالی پیغمبر بن کر آئے ہیں۔ آپ پیمانۂ ہدیٰ، نصابِ رضا اور عمل بالقرآن کا جامع کورس ہیں۔ ذاتِ اقدس وہ کسوٹی ہے جس پر خدا کی خوشی اور ناخوشی کے کاموں کی پرکھ ہوتی ہے، آیۂ رحمت کے اعضاء و جوارح سارے جہان کے لئے ہدایت کی شمعیں ہیں، اور ان کی حرکتیں قربِ خداوندی کی کرنیں، زبانِ پاک کے کلمات وہ پھول ہیں جن کی عطر بیزیاں طائرِ لاہوتی کی روح و رواں ہیں، تحیّاتِ سرمدی، صلوٰتِ یزدانی اور طیباتِ رحمانی کی عملی صورتیں آپ ہی کے وجودِ اطہر سے شرفِ صدور پاکر شباب کو پہنچیں۔

ایسی ٹکسال ہونے کا شرف صرف سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زبانِ وحی بیان کو حاصل ہے، کہ جس سے رشد و ہدایت کے وہ نورانی سکّے ڈھلتے تھے کہ ان سے بازارِ حشر میں فضل و رحمت کی جنس کے سودے ہوں گے۔ یہ صرف خواجہ دوسرا ہی ہیں کہ جن کے نفسِ اطہر سے خیر محض کی ایسی نہریں رواں ہوئیں کہ ان سے تشنگانِ ہدیٰ تا صورِ اسرافیل پیاس بجھائیں گے۔

بھولئے نہیں کہ دین صرف حضرتِ انورؐ کی ذاتِ اقدس ہی ہے۔ آپ ہی چلتا پھرتا قرآن اور بولتا چالتا فرقان ہیں۔ حضورؐ کے ہاتھوں پاؤں، آنکھوں، کانوں اور زبان کے افعال کا نام اسلام ہے۔ لاریب قرآن، دین کی اساس، دستور اور قانون ہے۔ لیکن اس قانون کی جزئیات و تشریحات سید ولدِ آدم کے لیل و نہار ہیں۔ آپ ہی قرآن کے عامل باذن اللہ ہیں اور آپ ہی کا عمل ساری امت کے لئے قابلِ عمل، حجت و برہان اور باعثِ نجات نیران ہے۔ علامہ اقبالؒ نے بجا فرمایا ہے۔ ؎

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

یعنی اے مسلمان اپنے آپ کو مصطفےٰ کے پاس پہنچا کہ دینِ کامل آپ ہی کی ذات ہے۔ اگر تو حضورؐ تک نہ پہنچا، تجھے حضورؐ کا عمل و اتباع نصیب نہ ہوا، تو پھر تو پورا ابولہب ہے!

مسلمان! پیچھے سرورِ کائنات کی طرف لوٹ! دو تین سو سال پیچھے لوٹوں؟ نہیں! پانچ سو سال پیچھے ہٹوں؟ نہیں! ہزار سال؟ نہیں! نہیں! اور پیچھے جاؤ — تیرہ سو اٹھانوے سال پیچھے ہٹو — کہ حضورؐ والی بطحا شافعِ روزِ جزا، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں پہنچ جاؤ گے، یہاں سے آپ کو دین ملے گا اسلام ملے گا، ایمان ملے گا، ہاں اطاعتِ مصطفےٰ سے پروانۂ بہشت ملے گا۔ ؎

از پیامِ مصطفےٰ آگاہ شو!
فارغ از اربابِ دُون اللہ شو

حضرات! یہ ہیں خدا کے آخری رسول سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم جن کی ذاتِ مقدس، ان کے قول و فعل، سنت اور حدیث پر جماعت اہل حدیث کی جان، مال، اولاد اور دنیا و مافیہا قربان ہے۔ اہلِ حدیث سرورِ کائنات ہی کی محبت اور اطاعت کی سارے جہان کو دعوت دیتے ہیں، آپ ہی کے اتباع کا۔ آپ حیات پلاتے ہیں اور حضورؐ ہی کی سنن و احادیث کی شمعیں جگاتے اور گھر گھر اجالا کرنے پر کمربستہ ہیں۔ حیاتِ مستعار کا آخری قطرۂ خون صرفِ تعمیرِ حدیث کرنے کا تہیہ کر چکے ہیں ؎

گُل ہے اگر بدن تو پسینہ گلاب ہے
صلِّ علیٰ وہ جسمِ رسالتمآبؐ ہے

گھریلو شان اور مرتبوں کی حقیقت
حضورؐ بشر نہیں؟

"حضورؐ بشر نہیں، آپ کو بشر کہنے والے بے ادب اور کافر ہیں" یہ شان بڑھائی ہے "عاشقانِ رسولؐ" نے۔ آؤ! اس گھریلو شان کی حقیقت قرآن سے پوچھیے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ۔ (پ۱۶ ع۳)

"(اے پیغمبرؐ! میں کہتا ہوں کہ تو اولادِ آدم میں سے ایک بشر ہے۔ پس تو بھی) کہہ سوائے اس کے نہیں کہ میں بشر ہوں مانند تمہاری (ہاں مجھے اللہ نے یہ بزرگی دی ہے کہ) وحی کی جاتی ہے طرف میری۔!" (یعنی بشر بھی ہوں اور خدا کا پیغمبر بھی ہوں)۔

شان بڑھانے والو! بتاؤ کہ خدا نے جو کہا ہے کہ حضرت محمد صلی

اللہ علیہ وسلم بشر ہیں۔ اس نے سچ کہا ہے۔ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ۔ (پ ۱۱ ع ۵) البتہ تحقیق آیا ہے تمہارے پاس رسول (حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم) تمہاری جنس (بشر) سے"

کہیے۔ خدا کا فرمان، کہ حضورؐ جنسِ بشر سے ہیں، یعنی بشر ہیں۔ سچ ہے؟

شان بڑھانے والے! سچ ہے کہ حضورؐ بشر ہیں۔! صلے اللہ علیہ وسلم۔

بتائیے۔ حضورؐ نے جو فرمایا ہے، أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ میں بشر ہوں مانند تمہاری۔ آپ نے سچ کہا ہے یا (معاذ اللہ) سچ نہیں کہا ہے۔

شان بڑھانے والے: حضورؐ نے سچ فرمایا ہے، صلی اللہ علیہ وسلم،

معلوم ہوا کہ خدا نے بھی سچ کہا ہے کہ حضورؐ بشر ہیں اور حضورؐ نے بھی سچ فرمایا ہے کہ میں بشر ہوں مثل تمہاریؐ، اب یہ بتائیے کہ جو کہے حضورؐ بشر نہیں، کیا اس نے خدا اور رسول کی بات کو غلط نہیں کہا؟ قرآن کی تکذیب نہیں کی؟

شان بڑھانے والے! بلشیک خدا، رسول اور قرآن کی تکذیب کی ہے۔

پھر کیا حضورؐ کی بشریت کا انکار کرنے والا خدا، رسولؐ اور قرآن کی تکذیب کر کے کفر کا مرتکب نہیں ہوا؟

لہ مثل تمہاری کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح تم اولاد آدم سے انسان ہو، ایسے ہی میں بھی تمہاری طرح اولاد آدم سے انسان ہوں۔ آگے رہ گیا مرتبہ اور بزرگی، مرتبے اور بزرگی میں حضورؐ لاثانی ہیں، بعد از خدا صرف آپ ہی بزرگ ہیں!

شان بڑھانے والے :- ضرور !

پس ثابت ہوا کہ حضورؐ کی بشریت[1] کا انکار کفر ہے۔

بھائیو! یہ حال ہے گھریلو شان کا۔ جو عاشقانِ رسولؐ نے حضورؐ کو دی ہے۔

احمق کا حمق پھر احمق کہتے ہیں کہ خدا بیشک آپ کو بشر کہے حضورؐ خود اپنے آپؐ کو بشر کہیں، امت میں سے کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ بشر کہہ کر کافر بنے۔

سنیئے! مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رض فرماتی ہیں :-

(لوگو! تمہارے پیغمبرؐ کی سادہ زندگی کا یہ حال ہے کہ) حضورؐ بکری دوہ لیتے تھے) کپڑا سی لیتے تھے، جوتی گانٹھ لیتے تھے، اور تمہاری طرح گھر کا کام کاج کر لیتے تھے، قَالَتْ کَانَ بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ" وہ ایک بشر تھے"۔

کہیئے! اب تو امت میں سے بھی ایک بڑی ہستی نے حضورؐ کو بشر کہہ دیا ہے۔ کیا فتویٰ دوگے اُم المؤمنین (حضرت عائشہ صدیقہؓ طاہرہ رضی اللہ عنہا) کے متعلق؟ خبردار! ایسا آئندہ کبھی نہ کہنا کہ حضورؐ کو بشر کہنے والے کافر ہیں۔ بلکہ یہ کہنا۔ کہ بشریت کا انکار کفر ہے۔ دیکھا! دلیل نے کتنی بڑی غلطی دور کر دی۔ ع

---

[1] یاد رہے کہ حضورؐ اپنی شان اور بزرگی میں لامثال ہیں۔ خدا نے حضور انورؐ کے مرتبے کا کوئی اولادِ آدم سے پیدا ہی نہیں کیا۔ ع

گیتی نشاں نداده، ایزد نیافریده

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

پھر یاد رکھیں، حضور پُر نور کی وہی شان، صحیح شان ہے۔ جو خدا نے آپ کو عطا کی، اور اسی شان کے ساتھ آپکی عزت ہے۔

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ (پ۱۵ ع۱۰)

"کہہ (اے پیغمبرؐ) پاک ہے پروردگار میرا (عیب اور نقصان سے) نہیں ہوں میں مگر بشر پیغام پہنچانے والا۔"

حضورؐ حاضر ناظر ہیں

شان بڑھانے والے :۔ حضورؐ حاضر ناظر ہیں (یہ رتبہ دے کر ہم آپؐ کی شان بڑھاتے ہیں)۔

بھائیو! یہ اللہ کا خاصہ ہے کہ وہ (اپنے علم کے لحاظ سے) حاضر ناظر ہے۔ قرآن کہتا ہے :۔

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ ۔ (پ۲۷ ع۱)

اور وہ (اللہ تعالیٰ) تمہارے ساتھ ہے جہاں تم ہو۔"

اس آیت سے صرف اللہ ہی کا حاضر ناظر ہونا ثابت ہوتا ہے اس کے سوا کوئی حاضر ناظر نہیں۔

شان بڑھانے والے :۔ اللہ بھی حاضر ناظر ہے، اور حضورؐ بھی حاضر ناظر ہیں۔

بھائیو! حاضر ناظر ہونا اللہ کا خاصا ہے۔ صرف وہی ذات ہر جگہ موجود اور ہر چیز اس کی نظر میں ہے، غیر اللہ کو خدا کے اس خاصا میں شریک کرنا اس کو خدا کے برابر کرنا ہے، جو شرک ہے توبہ کرو اس عقیدہ سے کہ حضورؐ حاضر ناظر ہیں۔ یہ صفت صرف

اللہ ہی کی ہے۔ اور کوئی اس کی اس صفت میں شریک نہیں۔
شان بڑھانے والے:۔ ہمارے علماء نے ہمیں بتایا ہوا ہے کہ حضورؐ حاضر ناظر ہیں اور اس سے آپؐ کی شان بڑھتی ہے۔

حضورؐ حاضر ناظر نہیں

بھائیو! سنو!! قرآن مجید میں حضرت مریمؑ کی کفالت کا ذکر آیا ہے۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ حضرت مریمؑ کی کفالت کا شرف حاصل کرے۔ اس سلسلہ میں ان کے درمیان جھگڑا پڑ گیا۔ خدا نے اس جھگڑے کو ختم کرنے کے لئے ارشاد فرمایا کہ سب امیدوار اپنے اپنے قلم نہر میں ڈال دیں۔ جس کا قلم الٹا پیچھے کو رواں ہو، وہ مریم کو لے لے۔ حضرت زکریاؑ کا قلم الٹا رواں ہوگیا۔ وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا۔ خدا نے حضرت مریم کو حضرت زکریا کی کفالت میں دے دیا۔ یہ واقعہ بیان کرکے خدا تعالیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتا ہے۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ۝ (پ ۳ ع ۱۲)

"(اے پیغمبرؐ!) یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تم کو وحی کے ذریعے پہنچاتے ہیں۔ اور (اے پیغمبرؐ!) تم اس وقت موجود نہ تھے جب وہ اپنے قلم (نہر میں) ڈال رہے تھے کہ کون مریم کا سرپرست ہوگا، اور (اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم) تم اس وقت موجود نہ تھے۔ جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے۔"

اس آیت میں خدا نے فرمایا ہے کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم!

حضرت مریم کا گزرا ہوا واقعہ تجھے معلوم نہ تھا۔ ہم نے بذریعہ وحی تجھ کو بتایا ہے۔ اس سے ایک بات یہ ثابت ہوئی کہ حضورؐ غیب نہیں جانتے۔ کیونکہ خدا کہتا ہے یہ غیب کی خبریں بذریعہ وحی ہم تم کو بتاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ آپؐ یہ غیب کی باتیں نہ جانتے تھے۔ جبھی تو خدا نے بتائیں۔ دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ حضورؐ حاضر ناظر نہیں ہیں، کیونکہ خدا نے صاف فرما دیا ہے وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ۔ اے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب وہ لوگ (مریم کی سرپرستی کے سلسلہ میں) آپس میں جھگڑ رہے تھے، تم وہاں موجود نہیں تھے۔" پھر جو موجود نہ ہو، وہ حاضر ناظر کس طرح ہوا؟ ثابت ہوا قرآن سے کہ حضورؐ حاضر ناظر نہیں ہیں۔

شان بڑھانے والے! ایمانداری کی بات تو یہ ہے کہ مسئلہ ہماری سمجھ میں آگیا ہے کہ حضورؐ حاضر ناظر نہیں ہیں کیونکہ قرآن نے صاف کہہ دیا ہے۔ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ۔ تو ان کے پاس موجود نہیں تھا۔" جو موجود نہ ہو، وہ حاضر ناظر نہیں ہو سکتا۔ پر کیا کریں، ہمارے علماء کہتے ہیں کہ حضورؐ کو حاضر ناظر نہ ماننے سے آپ کی شان میں فرق پڑ جاتا ہے۔

بھائیو! سنو!! حاضر ناظر ہونا صرف اللہ کی شان ہے۔ حضورؐ کی شان نہیں ہے۔ جب خدا نے حضورؐ کو اپنی شان دی ہی نہیں، پھر آپ کی شان میں فرق کیسے پڑا؟

ایک شخص تحصیل دار کو ڈپٹی کمشنر کہہ کر پکارے۔ دوسرا کہے وہ ڈپٹی کمشنر نہیں۔ کیا اس تحصیل دار کی شان میں فرق آئے گا؟

نہیں !۔ کیوں ؟۔ اس لیئے کہ وہ دراصل ڈپٹی کمشنر ہے ہی نہیں۔ جو تحصیل دار کو از خود ڈپٹی کمشنر کہتا ہے وہ دراصل اس سے مذاق کرتا ہے۔ وہ بیوقوف اپنے گھر سے اسے ڈپٹی کمشنر کا عہدہ دے کر اس کی ہنسی اڑاتا ہے۔ ایسے ہی خدا کا عہدہ۔ حاضر ناظر ہونا۔ لوگ حضورؐ کو دے کر حضورؐ کی کوئی عزت نہیں کر رہے ہیں۔ قیامت کے دن جب حضورؐ کو خدا کہے گا۔ یہ لوگ تجھے حاضر ناظر کہتے تھے تو حضورؐ غضبناک ہو کر خدا سے شکایت کریں گے۔ خداوندا ان کو پوچھئے۔ جو تیرا منصب چھین کر خواہ مخواہ مجھے دے کر میری ہتک کرتے رہے اور تیرے ایک بندے کو تیرا شریک بناتے رہے ہیں۔ تیری توحید اور میری بشریت و رسالت کو بگاڑتے رہے ہیں۔!

وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا

خدا تعالیٰ نے حضورؐ کے پاس پہلی امتوں اور پہلے نبیوں کی خبریں بذریعہ وحی بھیجی ہیں تاکہ حضورؐ لوگوں پر پڑھ کر سنائیں۔ اور وہ نصیحت حاصل کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے، حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس مدین چلے گئے۔ پھر آپ وہاں سے واپس مصر کو لوٹے۔ راستے میں خدا تعالیٰ نے ان کو پیغمبری عطا کر دی اور فرعون کی طرف رسول بنا کر بھیج دیا۔ خدا تعالیٰ یہ واقعہ بیان کر کے

ے وَقَالَ الرَّسُوْلُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝ (پ ۱۹ ع ۱)۔ اور کہا رسول نے اے رب میرے تحقیق قوم میری نے پکڑا ہے اس قرآن کو چھوڑا ہوا۔

حضرت انورؐ کو فرماتا ہے :۔

وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِىٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ o (پ۲۰ ع۸)

"اور (اے پیغمبرؐ!) تو مدین کے رہنے والوں سے نہ تھا، کہ پڑھتا ان پر آیتیں ہماری، اور لیکن ہیں ہم پیغمبر بھیجنے والے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ اے پیغمبرؐ! تو جو مکے کے لوگوں کو حضرت شعیبؑ، حضرت موسیٰؑ اور مدین کا حال سناتا ہے، یہ ہماری وحی سے ہی سناتا ہے۔ نہ تو غیب جانتا ہے کہ پہلوں کا حال سنائے اور نہ تو اہلِ مدین میں رہا کہ حال جانتا ہو۔ یہ سب ہمارے پیغمبر بنانے کا فیض ہے کہ تجھ پر وحی اُتر رہی ہے اور تو لوگوں کو پہلوں کے حال سنا رہا ہے۔ اگر ہم نہ بتائیں تو ۔۔ تُو کس طرح سنائے! اس سے ثابت ہوا کہ نہ آپ غیب جانتے ہیں اور نہ آپ حاضر ناظر ہیں! حضورؐ کو گھر سے عہدے دینے والو! حاضر ناظر کہنے والو! ۔۔ اللہ سے ڈرو!

ارشادِ خداوندی ہوتا ہے :۔

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِىِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ o (پ۲۰ ع۸)

"اور (اے پیغمبرؐ!) نہ تھا تو طور کے غربی طرف جب فیصل کیا ہم نے موسیٰؑ کی طرف حکم (یعنی اسے نبوت دی) اور نہ تھا تو حاضر۔"

اس آیت میں خدا نے صاف فرما دیا کہ اے پیغمبرؐ! جب

وقت ـــ ہم موسیٰؑ کو نبوت کی نعمت سے نواز رہے تھے۔ تو وہاں حاضر نہ تھا۔ یہاں تو حضورؐ کے متعلق "حاضر نہ تھا" کے الفاظ اللہ نے نازل فرما دیئے ہیں۔ یعنی حضورؐ حاضر (ناظر) نہیں ہیں۔

حضورؐ کی شان بڑھانے والو! قرآن کی مخالفت کرنے میں خدا سے ڈرو! خدا کہتا ہے، حضورؐ حاضر ناظر نہیں، تم کہتے ہو، حاضر ہیں۔ بتاؤ تم سچے ہو یا خدا واحد القہار؟ سوچیئے خدا، رسولؐ اور قرآن کے خلاف تعلیم دینے والے لوگ آپ کے خیر خواہ ہیں؟ ؎

نکل جاتی ہو سچی بات جس کے منہ سے مستی میں
فقیہہِ مصلحت بیں سے وہ رندِ بادہ خوار اچھا

حضورؐ غیب جانتے ہیں؟

شان بڑھانے والے: حضورؐ غیب جانتے ہیں؟ اس عقیدے سے حضورؐ کی شان بڑھتی ہے؟ یہ عقیدہ ہمارے علماء نے ہم کو بتایا ہوا ہے!

بھائیو! سنو!! علماء کی خلافِ قرآن باتوں کو ماننے سے ان کو اللہ کے سوا ربّ بنانا ہے۔ یہودی اور عیسائی بھی اپنے علماء و مشائخ کی بے سند باتوں اور خلافِ تورات و انجیل مسائل، مان کر برباد ہو گئے تھے۔ خدا فرماتا ہے، اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (پ ۱۰ ع ۱۱)۔ انہوں (یہودیوں اور عیسائیوں) نے اپنے مولویوں اور پیروں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا۔" حضرت عدیؓ کے پوچھنے پر حضورؐ نے فرمایا کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے علماء اور درویش جس چیز کو (بغیر سند کے) حلال کہہ دیتے تھے، لوگ حلال مان لیتے تھے اور جس

چیز کو وہ (بغیر سند کے) حرام کہہ دیتے تھے، لوگ حرام مان لیتے تھے۔ یہ ہے ان کو اللہ کے سوا رب بنانا۔ (ترمذی)

اسی طرح جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غیب جانتے تھے، یہ قرآنِ مجید کے خلاف تعلیم دیتے ہیں۔ مگر سے الوہیت کے درجے پر فائز کرتے ہیں، دیکھئے قرآن میں خدا فرماتا ہے

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ط (پ ۲۰ ع ۱)

"کہہ (اے پیغمبرؐ!) آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا"۔

غور کریں کہ جب خدا کہتا ہے کہ آسمانوں اور زمین میں سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا اور خدا سے بڑھ کر کسی کی بات سچی بھی نہیں ہو سکتی۔ پھر کس طرح لوگوں کی بات خدا کی بات کے خلاف سچی ہو سکتی ہے کہ حضورؐ غیب جانتے ہیں۔ اگر آپ کا قرآن پر ایمان ہے کہ قرآن سچ ہی سچ ہے۔ کوئی شک نہیں تو ایمانی جرأت سے کام لے کر صاف کہہ دیجئے۔

خدا حضورؐ کی زبان سے کہلواتا ہے:۔

وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ۔ (پ ۷ ع ۱)

"اور میں غیب[1] نہیں جانتا"۔

---

[1] خدا تعالیٰ نے بہت سی غیب کی چیزیں حضورؐ کو بذریعہ وحی بتائیں، آپ غیب جانتے تھے جبھی تو بتائیں، پھر جو خدا کے بتانے جتانے سے خبریں سناتے وہ غیب کا جاننے والا نہیں ہو سکتا۔ غیب جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ حضرت انور

خدا بھی کہے کہ حضورؐ غیب نہیں جانتے اور حضورؐ خود بھی فرمائیں میں غیب نہیں جانتا۔ پھر بھی جو کہے حضورؐ غیب جانتے تھے کیا وہ خدا اور رسول کی تکذیب نہیں کرتا ؟

شان بڑھانے والے :۔ قرآن سے تو ثابت ہوگیا کہ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا اور حضورؐ نے بھی خود فرما دیا کہ میں غیب نہیں جانتا۔ پر کیا کریں۔ ہمارے علماء کہتے ہیں کہ جو کہے کہ حضورؐ غیب نہیں جانتے تھے وہ آپ کی شان گھٹاتا ہے اور غیب جاننے والے مان کر شان بڑھاتا ہے۔

بھائیو ! اگر آپ اپنے مولوی صاحب کو کہیں : "گورنر جنرل آف پاکستان "۔ تو مولوی صاحب آپ کو کیا کہیں گے ؟ یہی ! — کہ آپ اُن سے مذاق کرتے ہیں، نیز آپ جھوٹ بولتے ہیں، اور اگر کوئی کہے کہ مولوی صاحب گورنر جنرل نہیں ہیں تو کیا وہ مولوی صاحب کی شان گھٹاتا ہے ؟ نہیں ! بلکہ سچ بولتا ہے — اور ایک جھوٹ کو (جو مولوی صاحب کی طرف منسوب ہے) دُور کرتا ہے۔

اسی طرح جو حضرتِ انورؐ کی طرف یہ بات منسوب کرے کہ حضورؐ غیب جانتے ہیں۔ حالانکہ قرآن کہتا ہے۔ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ۔ کہ حضورؐ غیب نہیں جانتے — پھر جو شخص قرآن کے کہنے پر کہے کہ حضورؐ غیب نہیں جانتے۔ کیا وہ حضورؐ کی شان گھٹاتا ہے ؟ نہیں بلکہ سچ کہتا ہے، اور ایک جھوٹ کو (جو حضورؐ کی طرف منسوب ہے)

(بقیہ حاشیہ ص۱۴۳) اللہ کی بتائی ہوئی غیب کی خبروں کے مبلغ تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم (صادق)

دور کرتا ہے۔ نیز آپؐ کی رسالت کا اقرار کرکے اسے واضح اور روشن کرتا ہے۔ اس طرح کہ غیب جاننا خدا کا خاصا ہے۔ صرف خدا ہی غیب جانتا ہے۔ اس کے سوا یہ وصف کسی میں نہیں پایا جاتا۔ پھر اگر یہ وصف رسولؐ میں مانا جائے، تو رسولؐ بھی خدا ہوا۔ یا خدا کا حصہ ہوا۔ خدا یا خدا کا حصہ ہوا۔ تو رسولؐ نہ رہا۔ کیونکہ رسولؐ خدا نہیں ہوتا۔ رسولؐ کی رسالت کا اقرار اسی صورت میں صحیح ہو سکتا ہے جب رسولؐ کی ذات میں کوئی خدا کا خاصہ نہ مانا جائے۔ اسے کسی صورت بھی خدا کا شریک نہ بنایا جائے۔ شریک بنانے سے نہ رسولؐ کی رسالت رہتی ہے اور نہ خدا کی توحید!

شان بڑھانے والے:۔ مسئلہ تو ہمیں سمجھ میں آگیا ہے۔ بیشک حضورؐ غیب نہیں جانتے۔ کیونکہ قرآن نے صاف کہہ دیا ہے۔ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ ۔ اور میں غیب نہیں جانتا۔" لیکن ہمارے علماء کہتے ہیں کہ "حضورؐ کی شان گھٹتی ہے۔"

بھائیو! علماء کی زبان خدا کی وحی نہیں۔ علماء رسالت کی گدی پر نہیں بیٹھے ہوتے ہیں کہ جو اُن کے منہ سے نکل جائے وہ دین بن جاتا ہے۔ آپ انہیں کہہ دیجیئے کہ قرآنی آیت کے صریح خلاف عقیدہ شرکیہ رکھ کر ہم گمراہ نہیں ہونا چاہتے۔ ہم ایمان لائے قرآن پر ۔ کہ غیب صرف خدا جانتا ہے ۔ حضرت انورؐ نہیں جانتے۔

حضورؐ خزانوں کے مالک ہیں؟

شان بڑھانے والے:۔ ہمارے

علماء کہتے ہیں کہ حضورؐ خزانوں کے مالک ہیں۔ ہر چیز (مال، دولت، رزق) کے خزانے خدا نے حضورؐ کو دے دیئے ہیں۔ حضورؐ انہیں بانٹتے ہیں، یہ ہے شانِ حضورؐ ۔

اللہ کے پلّے میں توحید کے سوا ہے کیا
جو کچھ لینا ہے، ہم لیں گے محمدؐ سے

بھائیو! یہ شان بھی حضورؐ کو اپنے گھر سے دی گئی ہے۔ قرآن اس کی تردید کرتا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہوتا ہے :-

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ز وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ٥ (پ ۱۴ ع ۲)

اور جتنی چیزیں ہیں ہمارے پاس سب کے خزانے (بھرے ہوئے) ہیں۔ مگر ہم ایک اندازۂ معلوم (مقرر) کے ساتھ ان کو (مخلوقات کے لئے) بھیجتے ہیں"

یہاں خدا نے صاف فرما دیا ہے کہ ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس ہیں۔ اور ایک مقرر اندازے سے (جتنا جتنا ہم جس کے لئے مناسب سمجھتے ہیں) خود آپ دیتے ہیں۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ خزانوں کا مالک اللہ ہے اس نے یہ خزانے کسی کو نہیں دیئے اور ان خزانوں سے خود آپ عطا کرتا ہے۔ کسی کو عطا کرنے پر مختار نہیں کیا۔ پھر یہ کہنا کہ حضورؐ خزانوں کے مالک ہیں۔ لوگوں کو خزانے تقسیم کرتے ہیں۔ رزق بانٹتے ہیں، یہ عقیدہ قرآن کے خلاف ہے۔ اس عقیدے سے قرآن کا خلاف لازم آتا ہے۔ قرآن کی تکذیب ہوتی ہے۔

پھر جس عقیدے سے قرآن جھٹلایا جاتے، کیا وہ حضورؐ کی شان بڑھاتا ہے؟ یقین کریں کہ یہ جہالت کا عقیدہ ہے جس سے آپ کی شانِ رسالت پر حرف آتا ہے کہ ایک خدائی اختیار رسولؐ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ توبہ کرو ایسی شان بڑھانے سے۔

پھر خدا نے حضورؐ کو حکم دیا ہے:-

قُلْ لَّا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ۔ (پ ۱۱ع)

"کہہ (اے پیغمبرؐ!) نہیں کہتا میں تم کو کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں!"

یہاں خدا نے حضورؐ کی زبانی بھی کہلوا دیا ہے کہ (کہہ دے) میرے پاس (میرے اختیار میں، میرے تصرّف میں) خدا کے خزانے نہیں ہیں کہ میں تقسیم کروں۔ غور کریں کہ خدا بھی کہے کہ ہر چیز کے خزانے صرف میرے پاس ہیں۔ صرف میں ہی بانٹتا ہوں۔ حضورؐ بھی فرمائیں کہ خدا کے خزانے میرے پاس نہیں (کہ تقسیم کر دوں)۔ پھر جو شخص یہ کہے کہ حضورؐ خزانوں کے مالک ہیں۔ انہیں تقسیم کرتے ہیں، اس نے خدا اور اس کے رسولؐ کی تکذیب نہیں کی؟

شان بڑھانے والے:- ہماری توبہ! جب قرآن میں آگیا ہے کہ خزانوں کا مالک، متصرف اور تقسیم کرنیوالا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، تو پھر یہ مرتبہ حضورؐ کو دیکر گمراہ ہوتا ہے۔ افسوس!

جملہ معترضہ ہاں تو ہم مسائل حج حدیث سے بیان کر رہے تھے کہ حضورؐ نے فرمایا۔ خدا نے تم پر حج

فرض کیا ہے، اس پر ایک شخص نے کہا۔ کیا ہر سال فرض ہے؟ آپ نے فرمایا، اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال فرض ہو جاتا۔ (سنو!) حج صرف ایک بار ہی (عمر میں) فرض ہے۔ حضورؐ کے ہاں کہنے سے بعض لوگوں نے یہ وعظ کرنا شروع کر دیا کہ حضورؐ مختارِ کل ہیں۔ اس سلسلہ میں مختارِ کلّ اور ایسے ہی دوسرے خود ساختہ مرتبے جملہ معترضہ کے طور پر ہمیں بیان کرنے پڑ گئے۔ تاکہ مسلمان بھائی صحیح قرآنی تعلیم پر چلیں۔ اب باقی مسائل فریضہ حج کے ملاحظہ فرمائیں۔

وجوبِ حج کی شرطیں

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا یُوْجِبُ الْحَجَّ قَالَ الزَّادُ وَالرَّاحِلَۃُ۔ (ترمذی)

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ! حج کو کیا چیز واجب کرتی ہے؟ فرمایا (حضورؐ نے) توشہ اور سواری!!

حدیث کی تعلیم

معلوم ہوا۔ وجوبِ حج کے لئے توشہ یعنی اس قدر خرچ کہ عازمِ حج اور اس کے اہل و عیال کے لئے کافی ہو، اور سواری، کہ اس کے ذریعے بیت اللہ تک پہنچ سکے، شرط ہے۔ حضورؐ مزید ارشاد فرماتے ہیں:۔

وَمَنْ لَّمْ یَمْنَعْہُ مِنَ الْحَجِّ حَاجَۃٌ ظَاھِرَۃٌ وَ

سُلْطَانٌ جَائِرٌ اَوْ مَرَضٌ حَابِسٌ فَمَاتَ وَلَمْ يَحُجَّ فَلْيَمُتْ اِنْ شَآءَ يَهُوْدِيًّا وَّاِنْ شَآءَ نَصْرَانِيًّا۔ (ترمذی)

"جس شخص کو حج سے مانع ہو، حاجت ظاہری (یعنی نہ ہونا توشہ اور سواری کا) یا بادشاہ ظالم۔ (کہ راستے میں اس کے ظلم و جور سے جان مال کا خطرہ ہو) یا بیماری بند کرنے والی (حج سے مانند فالج اور اوندھے پن کے) پس مرگیا (ان موانع کے بغیر) اور حج نہ کیا، پس چاہیئے کہ مرے اگر چاہے یہودی ہوکر، اور اگر چاہے نصرانی ہوکر۔"

حدیث کی تعلیم

حج فرض ہے، ہاں اگر خرچ آمد و رفت اور اہل و عیال کا پاس نہیں۔ سواری کا انتظام نہیں، راستے میں چوروں، ڈاکوؤں، راہزنوں کا ڈر ہے، یا عازم حج اندھا ہے۔ یا مرض فالج وغیرہ میں مبتلا ہے۔ یا اور کوئی مانع حج مرض موجود ہے، تو پھر حج فرض نہیں ہوتا۔

یہودی یا نصرانی ہوکر مرنا

مذکورہ موانع حج نہ ہوں، ہر طرح سہولت اور آسانی ہو، پھر اگر کوئی دانستہ حج نہ کرے، اور مرجائے، تو اس کی موت یہودی یا نصرانی کی مانند ہوگی، گنہ گاری میں۔ توبہ، استغفراللہ!

صرف حج کی فرضیت

جس طرح نماز، زکوٰۃ، روزہ وغیرہ کی فرضیت قرآن میں ہے اور اس پر عمل کے تمام طریقے حدیث شریف میں ہیں، اسی طرح قرآن میں خدا نے حج کا فرض ہونا بیان کر دیا ہے:۔

وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۝ (پ ع)۔

۔ اور لوگوں پر اللہ کے لئے خانہ کعبہ کا حج کرنا فرض ہے۔ اس پر کہ طاقت رکھتا ہو) طرف اس کے راہ کی۔"

قرآن سے حج کی فرضیت معلوم کر لینے کے بعد حج کے تمام احکام و مناسک صرف حدیث شریف ہیں، ہی آپ کو ملیں گے۔ گھر سے چل کر بیت اللہ تک پہنچے اور پھر وہاں سے لوٹ کر گھر آنے تک اتنے دور دراز سفر میں آپ کو صرف سنن ہدیٰ کے چراغ ہی جلتے نظر آئیں گے۔ اگر ہم حج کے ذہاب و ایاب کی پوری تفصیل یہاں بیان کریں تو صرف حج سے متعلق ہی ایک بڑی کتاب بن جائے گی اور دوسرے موضوع رہ جائیں گے۔ اس لئے ہم حج پر ایک مکمل اور مدلّل کتاب حدیث کی روشنی میں انشاء اللہ لکھیں گے[1]۔ یہاں صرف حضورؐ کے حجۃ الوداع کے بعض ایمان افروز خطبے تحریر کر دیتے ہیں تاکہ پڑھنے والوں کو ہدایت ہو۔

رحمتِ عالم کا حجۃ الوداع

ہجرت کے بعد جب دسواں سال شروع ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کرنے کا اعلان فرمایا۔ یہ خبر سن کر شمعِ رسالت کے پروانے جمع ہونے شروع ہو گئے۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ رضؓ کو ساتھ لے کر ۲۶ ذلقعد ۱۰ھ کو ہفتہ کے روز نمازِ ظہر پڑھ کر مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کو روانہ

---

[1] الحمد للہ! "حج مسنون" کے نام سے ایک جامع کتاب حج کے مسائل چھپ گئی ہے۔

ہو گئے۔ ذوالحلیفہ پہنچ کر رات بسر کی۔ صبح احرام باندھ کر چل دیئے۔ ۹ روز کا سفر طے کر کے ۔ ۴ ذی الحجۃ ۔ اتوار کے دن صبح مکہ مکرمہ پہنچ کر طوافِ کعبہ کی دولت پائی صفا مروہ کے درمیان سعی کا شرف حاصل کیا۔ جمعرات کے دن ۔ ۸ ذی الحجۃ کو مکہ مکرمہ سے روانہ ہو کر منیٰ میں جلوہ فرما ہوئے۔ ۹ ذی الحجۃ کو جمعہ کے روز صبح کی نماز پڑھ کر منیٰ سے روانہ ہو گئے۔ راستے میں دوپہر کو خیمہ میں آرام فرمایا۔ جب آفتاب ڈھل گیا تو قصواء اونٹنی پر سوار ہو کر خطبہ پڑھا۔ (آگے آتا ہے) اور یہیں ظہر اور عصر کی نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھایا۔ پھر آفتابِ رسالت عرفات کے میدان میں ضیا بار ہو گیا۔ یہاں حضورؐ نے خدا کی جناب میں بڑی دعائیں مانگیں۔ اللہ کی حمدوں، تسبیحوں، تکبیروں، تقدیسوں، تلبیوں، تہلیلوں کے سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگے جن سے ہزاروں دریا، ندی، نالے اور آبشاریں پھوٹ کر کرۂ ارض کی "بنجر زمینوں" کو سیراب کر گئے۔ عرفات میں حضورؐ کی سجدہ ریزیوں اور ان پر صحابہؓ کے عمل نے فرش سے لے کر عرش تک ساری فضا کو توحید کے نور سے بھر دیا۔ یہیں حضورؐ نے تکمیل دین (اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ) کا لبریز جام وحدانیت کی مشک چھڑک کر امت کو پلایا۔ پھر حضورؐ غروب آفتاب کے قریب مراجعت فرمائے مکہ مکرمہ ہوئے، مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشاء دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھایا اور وہیں رات گزاری

---

[۱] ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے تین کوس کے فاصلے پر ہے، یہاں حضورؐ نے نماز عصر مسافرانہ آدھی پڑھی اور احرام باندھا۔ (محمد صادق)

صبح کی نماز ادا کی اور طلوعِ آفتاب سے قبل ہی یہاں سے چل دیئے۔ یہ ہفتہ کا دن تھا اور ذی الحجہ کی دسویں تاریخ تھی۔ مزدلفہ سے رخصت ہوکر آپؐ منیٰ میں تشریف لائے۔ شیطانوں کو کنکریاں مارنے کی سنت کی طرح ڈالی، ضروری خطاب فرمائے۔ پھر سو اونٹ اللہ کے نام پر قربان کیے! حجامت بنوائی!!۔ اور ظہر سے قبل ہی مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ طواف کیا اور پھر ظہر کی نماز ادا کی اور پھر واپس منیٰ آئے۔ ۱۳۔ ذی الحجہ منگل کے دن یہاں سے رخصت ہوئے۔ وادیٔ محصب میں رات کو آرام فرمایا۔ اور پچھلی رات یہاں سے کوچ کرکے آخری طوافِ کعبہ فرماکر صبح کی نماز حرم میں ادا کی اور پھر انصار و مہاجرین کو ساتھ لے کر مراجعت فرمائے مدینہ منورہ ہوگئے۔ اور وہاں پہنچ کر اڑھائی ماہ بعد ۱۲۔ ربیع الاول کو اللہ سے جا ملے!

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجۃ الوداع کے خطبے

رسومِ جاہلیت کا خاتمہ

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ وَقَالَ اِنَّ دِمَآءَکُمْ وَ اَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ حَرَامٌ عَلَیْکُمْ

كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِّنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَوْضُوعٌ وَدِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ وَإِنَّ أَوَّلَ دَمٍ أَضَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ ابْنِ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ وَكَانَ مُسْتَرْضِعًا فِيْ بَنِيْ سَعْدٍ فَقَتَلَتْهُ هُذَيْلٌ وَرِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ لَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ وَأَوَّلُ رِبًا أَضَعُ مِنْ رِبَانَا رِبَا عَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَإِنَّهُ مَوْضُوعٌ كُلُّهُ فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِي النِّسَاءِ فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوْهُنَّ بِأَمَانِ اللّٰهِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوْطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُوْنَهُ فَإِنْ فَعَلْنَ ذٰلِكَ فَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَقَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُ إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ كِتَابُ اللّٰهِ وَأَنْتُمْ تُسْأَلُوْنَ عَنِّيْ فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُوْنَ وَفِيْ رِوَايَةٍ أَلَا يَا أُمَّتَاهُ هَلْ بَلَّغْتُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالُوْا نَعَمْ نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَأَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ فَقَالَ بِإِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ يَرْفَعُهَا إِلَى السَّمَاءِ وَيَنْكُتُهَا إِلَى النَّاسِ۔ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ۔ (رواہ مسلم)

(ترجمہ) حضرت جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (حجۃ الوداع میں) خطبہ فرمایا مسلمانو! تمہارے خون، مال اور آبروئیں آپس میں ایک دوسرے پر

ایسے ہی حرام ہیں جیسے آج (حجِ اکبر) کے دن کی حرمت اس مہینے اور اس شہر میں حرام ہے! (سنو!) جاہلیت کے تمام دستور آج میں نے اپنے دونوں پاؤں کے نیچے روند کر کالعدم کر دیئے ہیں۔ زمانہ جاہلیت کے تمام خون نیست و نابود ہیں۔ کوئی ان خونوں کا اب بدلہ نہ لے۔ (دیکھو! عملی طور پر) میں اپنے خاندان کا ایک خون مٹاتا ہوں۔ میرا چچا زاد بھائی ربیعہ بن حارث جو بنو سعد کے قبیلے میں ایامِ رضاعت میں تھا، اسے قبیلہ ہذیل نے قتل کر دیا تھا، اس کے خون سے میں دستبردار ہوں ۔ (یاد رکھو!) دورِ جاہلیت کا سود بھی میں مٹائے دیتا ہوں، اصل زر لے لو (اور سود سے ہاتھ اٹھا لو)۔ نہ تو تم (سود لے کر) ظلم کرو۔ نہ (اصل زر ہاتھ سے دے کر) ظلم کئے جاؤ۔ اس کی مثال بھی میں خود قائم کرتا ہوں، میرے چچا عباس کا سود جس نے دینا ہے، وہ برباد ہے (لینا حرام ہے)۔ (یاد رکھو!) عورتوں کے بارے میں خدا سے ڈرتے رہو تم نے ان کو اللہ کے امن سے حاصل کیا ہے۔ تم نے ان کی شرمگاہوں کو اللہ کے کلمے سے حلال کیا ہے۔ (خبردار! ان پر ظلم، زیادتی نہ کرنا، ان کے حقوق پورے کرنا)۔ ہاں تمہارا ان پر حق ہے کہ وہ کسی کو تمہاری اجازت کے بغیر تمہارے گھر میں نہ آنے دیں۔ پس اگر وہ ایسا کریں تو تم انہیں معمولی مارپیٹ سے نصیحت کر سکتے ہو۔ اور ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم دستور کے مطابق انہیں کھلاتے پہناتے

رہو۔(سنو!) اپنے بعد میں تمہیں ایسی چیز دے رہا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔

یہ (میری وراثت تمہارے لئے) قرآن مجید (اور اس پر اپنا عمل سنت) ہے۔(سنو!) تم میرے متعلق پوچھے جاؤ گے۔ بتاؤ کیا جواب دو گے؟ کہو! کیا میں نے تمہیں خدا کا دین پہنچا دیا ہے؟ تین بار حضورؐ نے پوچھا۔ سب نے ہر بار جواب میں کہا۔ حضورؐ! آپ نے خدا کا دین (اپنے عمل کے ساتھ) ضرور پہنچا دیا اور پوری پوری خیر خواہی سے پہنچایا۔ پھر آپ نے اپنی انگشتِ شہادت سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور پھر اسے لوگوں کی طرف جھکایا۔ تین بار ایسا ہی کیا۔ پھر فرمایا۔ خداوندا! گواہ رہ! — خداوندا! گواہ رہ! — خداوندا! گواہ رہ! (کہ یہ لوگ اقرار کر رہے ہیں۔ کہ میں نے ہر قیمت پر تیرا دین انہیں پہنچا دیا ہے)"

اسلامی مساوات کا لازوال درس

حجۃ الوداع میں رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسلامی مساوات کا لازوال درس دیا ہے۔ حسب نسب، رنگ، قوم، وطن کے بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں اور مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا ہے۔ ارشادِ نبوی عمل کی غرض سے سنیں۔

لَیْسَ لِلْعَرَبِیِّ فَضْلٌ عَلَی الْعَجَمِیِّ وَلَا لِلْعَجَمِیِّ فَضْلٌ

عَلَى الْعَرَبِيِّ كُلُّكُمْ اَبْنَاءُ اٰدَمَ وَاٰدَمُ مِنَ التُّرَابِ
اِنَّ كُلَّ مُسْلِمٍ اَخُو الْمُسْلِمِ وَاِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ اِخْوَةٌ
اَرِقَّاءَكُمْ اَرِقَّاءَكُمْ اَطْعِمُوْهُمْ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ وَ
اَكْسُوْهُمْ مِمَّا تَلْبَسُوْنَ ۔ (طبقات ابن سعد)

"کسی عربی کو کسی عجمی (غیر عرب) پر کوئی بزرگی نہیں، کسی عجمی (غیر عرب) کو کسی عربی پر کوئی برتری نہیں۔ تم سب آدم کی اولاد ہو اور حضرت آدم مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔ (پس تم سب آپس میں برابر ہو؛ لہٰذا ذاتی قومی فخر غرور کوئی شے نہیں) تم سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہو، ہر ایک مسلمان (خواہ وہ کسی ملک، قوم، رنگ، نسل سے ہو، مسلمان ہوکر) مسلمان کا بھائی بن جاتا ہے۔"

کسی عربی کو کسی عجمی (غیر عرب) پر کوئی برتری نہیں، کسی عجمی (غیر عرب) کو کسی عربی پر کوئی فضیلت نہیں۔ (کیونکہ) تم سب آدم کی اولاد ہو، اور حضرت آدم مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔ (اس لحاظ سے تم سب آپس میں برابر ہو۔ کوئی کسی پر فخر اور غرور نہ کرے) اور پھر اسلام نے تم سب کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا ہے۔ ہر مسلمان (خواہ وہ کسی قوم، برادری، وطن سے ہو) مسلمان کا بھائی ہے (اسلام تم کو بھائی بندی اور مساوات کی یہاں تک تعلیم دیتا ہے کہ) اپنے غلاموں کو بھی ادنیٰ اور ذلیل سمجھ کر نظر سے نہ گرا دینا۔ ہاں ان کا پورا خیال رکھنا۔ جو کھاؤ۔ انہیں بھی کھلاؤ اور جو پہنو، انہیں بھی پہناؤ۔

نسب بدلنے والے ملعون ہیں!

سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی پر سوار ہوکر ارشاد فرمایا:-

اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ وَمَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ اَوْ تَوَلّٰی اِلٰی غَیْرِ مَوَالِیْهِ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ لَا یُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّ لَا عَدْلٌ۔ (ابن ماجہ)

"بچہ اسی کا ہے جس کے فرش (بستر) پر ہو، اور زانی کے لئے رجم ہے۔ (خبردار!) جو لوگ اپنا نسب اپنے آبا و اجداد کے علاوہ کسی دوسرے سے ملائیں، (اور اس کی نسل، قوم، ذات سے ہونے کا دعویٰ کریں۔ یعنی ذات بدلیں۔ قریشی، سیّد، مغل، پٹھان بنیں) ان پر اللہ کی لعنت ہے۔ سب فرشتوں اور تمام جہان کی لعنت ہے۔ ایسے شخص کی نہ توبہ قبول ہے، نہ فدیہ، نہ فرض، نہ نفل۔"

وادیٔ خیف میں تبلیغِ حدیث پر خطبہ

حضرت جبیر بن مطعمؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وادیٔ خیف میں۔ ارشاد فرمایا:-

نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَاً سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَبَلَّغَهَا فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَیْرُ فَقِیْهٍ وَ رُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ اِلٰی مَنْ هُوَ

أَتْقَهُ مِنْهُ ثَلَاثٌ لَا يَغِلُّ عَلَيْهِنَّ يَعْنِي قَلْبُ مُؤْمِنٍ إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ وَالنَّصِيحَةُ لِوُلَاةِ الْمُسْلِمِينَ وَلُزُومُ جَمَاعَتِهِمْ فَإِنَّ دَعْوَتَهُمْ تُحِيطُ مَنْ وَرَاءَهُمْ۔

(ابن ماجہ)

رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔
خدا تعالیٰ اس شخص کو ہرا بھرا، خوش و خرم رکھے جو میری باتوں (حدیثوں) کو سُنے اور پھر انہیں دوسروں تک پہنچائے۔ بعض عالم کم فہم ہوتے ہیں۔ اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ جن کو یہ (میری باتیں) پہنچائیں وہ ان سے زیادہ فہم و ادراک رکھتے ہوں۔ (سنو!) تین باتیں ہیں۔ مومن کا دل ان میں ہرگز خیانت نہیں کرتا۔ عمل کا خالص کرنا صرف اللہ تعالےٰ کے لئے، خیر خواہی کرنا مسلمان بادشاہوں کی، لازم پکڑنا مسلمانوں کی جماعت کو، بیشک اُن کی دعائیں ان کے سوا سب مسلمانوں کو شامل ہوتی ہیں"

حدیث والوں کیلئے حضورؐ کی دُعا

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی باتوں یعنی حدیثوں کو سننا اور پھر ان کو آگے پہنچانا حضورؐ کی مستجاب دعا لینا ہے۔ کتنے پیارے اور پاک الفاظ ہیں یہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ اللہ اُسے تروتازہ رکھے، خوش وخرم رکھے۔ ہرا بھرا رکھے، جو میری بات کو سُن کر آگے پہنچائے۔ گویا حدیثوں کو سننا اور ان کی تبلیغ کرنا بڑی خوش قسمتی ہے۔

مسلمان بھائیو! اگر آپ چاہتے ہیں کہ حضورؐ کی خدا کی جناب میں کی ہوئی دعا کے سبب دین و دنیا میں خوش و خرم رہیں، تو حضورؐ کی حدیثوں کو سننے اور پھر دوسروں کو سنانے کا شوق پیدا کریں۔ افسوس آجکل حضورؐ کی حدیثوں کو سننے سنانے کی بجائے، قصّے کہانیاں سنائی جاتی ہیں۔ حدیث کی طرف رغبت نہیں کی جاتی، بلکہ بعض بدبخت حدیثوں سے نفرت دلاتے ہیں۔ حدیثوں اور سنتوں پر عمل کرنے والوں سے لڑتے جھگڑتے ہیں۔ آہ! یہ کون لوگ ہیں۔

اہل حدیث کا مرتبہ

محدثینؒ جن کی تمام عمریں حدیثوں کو اکٹھا کرنے، پڑھنے پڑھانے اور سنتے سناتے ہیں گزر گئیں۔ ان کے مرتبے کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ پھر ان کی جمع کی ہوئی صحیح حدیثوں کو قیامت تک لوگ پڑھتے پڑھاتے اور سنتے سناتے رہیں گے۔ اس صدقہ جاریہ کا اجر (جو تا صورِ اسرافیل انہیں ملتا رہے گا)۔ سوائے خدا کے کون شمار کر سکتا ہے۔ اللہ حدیث والوں کی قبروں کو نور سے بھرے اور ان کی رُوحوں پر قیامت تک اپنی رحمت کی برکھا برسائے اور سب مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ بھی حضورؐ کی حدیثوں کی شمع کے پروانے بن کر تمام زندگی ان کی اشاعت و تبلیغ میں گزار دیں۔

مومن کے دل کی کیفیت

حدیث مذکور میں حضورؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مومن کا دل تین باتوں میں خیانت نہیں کرتا۔ یعنی تین امانتیں ہیں۔ انہیں پوری

پوری ادا کرتا ہے۔

(۱) عمل صرف اللہ کے لئے خالص کرنا۔ یعنی اس عمل میں نہ شرک پایا جائے نہ نمود و ریا۔ اگر عمل کسی کے دکھانے سنانے کی نیت سے کیا یا اس میں شریک بار پاگیا تو سمجھ لیجئے کہ دل نے خدا کی امانت (خلوص سے اللہ کے لئے ہی عمل کرنا) میں خیانت کرلی۔ خدا کا حق چھین کر دوسروں کو دے دیا اور مومن کے دل کا یہ حال نہیں ہونا چاہیئے۔

(۲) مسلمان بادشاہوں کی خیر خواہی کرنا۔ مسلمان بادشاہ کا بڑا بلند درجہ ہوتا ہے۔ لاکھوں انسانوں کی جان، مال، عزت، آبرو۔ ان کے دین، مذہب اور تمام اسلامی شعائر کی حفاظت کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس لئے رعایا کو اس کا دل سے وفادار ہوکر رہنا چاہیئے۔ مومن کا دل اس کی خیرخواہی اور وفاداری میں خیانت نہیں کرتا۔

(۳) مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑنا۔ کتاب و سنت پر جمع ہونے کا نام جماعت ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ جماعت کی یہ تعریف کرتے ہیں:۔

اَلسُّنَّۃُ مَا سَنَّہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْجَمَاعَۃُ مَا اتَّفَقَ عَلَیْہِ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ (غنیۃ الطالبین)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو سنت کہتے ہیں۔ اور صحابہؓ کے متفق ہونے کو جماعت کہتے ہیں"

یہ ظاہر اور ثابت ہے کہ صحابہؓ کا اتفاق اور اجتماع صرف

کتاب وسنت پر تھا۔ ان معنوں میں صحابہؓ جماعت تھے۔ اسی طرح تمام مسلمانوں کو صحابہؓ کی طرح صرف قرآن اور حدیث پر جمع ہونا چاہیئے۔ اس جمع ہونے کو جماعت کہتے ہیں۔ پس مومن کو اس جماعت سے چمٹے رہنا چاہیئے، جماعت کا لازم پکڑنا ایک امانت ہے۔ سب کو کتاب وسنت پر جمع ہوکر اس امانت کو ادا کرنا چاہیئے۔

بدعتی شفاعت سے محروم ہیں

عرفات کے میدان میں حضرت انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی پر سوار ہوکر ارشاد فرمایا۔ اس کے راوی عبداللہ بن مسعودؓ ہیں:۔

اَلَا وَاِنِّیْ فَرَطُکُمْ عَلَی الْحَوْضِ وَاُکَاثِرُکُمُ الْاُمَمَ فَلَا تُسَوِّدُوْا وَجْھِیْ اَلَا وَاِنِّیْ مُسْتَنْقِذٌ اُنَاسًا وَمُسْتَنْقَذٌ مِنِّیْ اُنَاسٌ فَاَقُوْلُ یَارَبِّ اُصَیْحَابِیْ فَیَقُوْلُ اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَآ اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ۔ (ابن ماجہ)

لوگو! (سنو!) میں حوضِ کوثر پر تمہارا میر سامان رہوں گا۔ اور اپنی امت کی کثرت پر تمام امتیوں کے درمیان فخر کرونگا۔ (اے میرے امتیو، خدا کی نافرمانیاں کرکے بدعتی اور مشرک بن کر کل قیامت کو خدا کے سامنے) تم مجھے رسوا نہ کر دینا۔ (یہ ٹھیک ہے کہ خدا کے اذن سے پائی ہوئی میری) شفاعت سے بہت سے لوگ دوزخ سے چھوٹ جائینگے اور ایسے لوگ بھی ہونگے جو مجھ سے جدا کر دیئے جائیں (کیونکہ خدا ان کے لئے مجھے شفاعت کی اجازت نہ دیگا)۔ میں کہونگا اے میرے پروردگار! یہ تو میرے امتی ہیں۔ (انہیں بھی

حوضِ کوثر سے پینے دُ اور مجھے ان کی شفاعت کرنے کی اجازت دے)۔ لیکن خدا فرمائے گا۔ (اے میرے رسولؐ!) تم نہیں[1] جانتے کہ انہوں نے تیرے بعد کون کون سے نئے مسئلے، بدعتیں (دینِ کامل میں) ایجاد کئے تھے۔ (یہ بدعتی ہیں، نہ ان کے لئے کوثر کا پانی مل سکتا ہے اور نہ تجھے ان کے حق میں شفاعت کی اجازت دی جا سکتی ہے)۔"

بدعتیں دوزخ کے شعلے ہیں

حجۃ الوداع کے خطبے میں حضورؐ نے صاف فرما دیا کہ میری اُمت کے کچھ لوگ حوضِ کوثر کے پانی اور میری شفاعت سے محروم کر دیئے جائیں گے میں اللہ سے عرض کروں گا۔ خداوندا! یہ تو میرے امتی ہیں۔ یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والے ہیں۔ نمازی ہیں، حاجی ہیں زکوٰتی ہیں، تہجد گزار ہیں، انہیں کوثر کا پانی پینے دے اور ان کے لئے مجھے شفاعت کی اجازت دے، اللہ فرمائے گا۔ یہ لوگ ہرگز کوثر کا پانی نہیں پی سکتے اور تم کو ان کے لئے ہرگز شفاعت کی اجازت نہیں دی جا سکتی، اس لئے کہ انہوں نے تیری وفات کے بعد دینِ کامل میں نئے نئے مسئلے جاری کئے تھے۔ گھر سے ثواب کے وعدے دے کر نئے نئے کام نکالے تھے، بدعتیں جاری کی تھیں، ان بدعتیوں کو نہ کوثر کا پانی مل سکتا ہے، نہ تیری شفاعت، صحیح مسلم میں آیا ہے کہ پھر حضورؐ ان بدعتیوں پر سخت ناراض ہونگے، اور

---

[1] تم نہیں جانتے کہ انہوں نے تیرے بعد دین میں کون کون سی بدعتیں نکالی تھیں۔ ثابت ہوا حضورؐ غیب نہیں جانتے، ہاں خدا نے جس قدر غیب چاہا حضورؐ کو بتایا۔

سُحْقًا سُحْقًا فرمائینگے۔ دور ہو جاؤ، دفع ہو جاؤ میری شریعت میں بدعتیں نکالنے والو!۔

بدعتی جہنم میں جائےگا

حدیث بالا سے ثابت ہوا کہ بدعتی شفاعت سے محروم ہوکر جہنم میں جائے گا۔ (خواہ وہ نمازی، حاجی، روزہ دار وغیرہ ہی کیوں نہ ہو) چنانچہ حضورؐ انور صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:۔

لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ لِصَاحِبِ بِدْعَةٍ صَوْمًا وَّ لَا صَلٰوةً وَّ لَا صَدَقَةً وَّ لَا حَجًّا وَّ لَا عُمْرَةً وَّ لَا جِهَادًا وَّ يَخْرُجُ مِنَ الْاِسْلَامِ كَمَا تَخْرُجُ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِيْنِ۔ (ابن ماجہ)

"خدا تعالیٰ بدعتی آدمی کا نہ روزہ قبول کرتا ہے۔ نہ نماز اور نہ زکوٰۃ وخیرات، اور نہ حج اور نہ عمرہ اور نہ جہاد۔ اور بدعتی (دائرہ) اسلام سے ایسے نکل جاتا ہے جیسے بال گوندھے ہوتے آٹے سے نکل جاتا ہے"۔

مسلمان بھائیو اور بہنو! بدعت کا کام کرنے سے ڈرو، خوف کرو۔ ساری عمر کی نمازیں، روزے، حج، زکوٰۃ، خیرات، عمرے، جہاد اور دوسری بے شمار نیکیاں، مولویوں اور پیروں کے گھر سے بنائے ہوئے مسئلوں پر عمل کرنے سے برباد ہو جاتی ہیں۔ خدا قبول ہی نہیں کرتا۔ خبردار! وہ کام دین کا کام ــ کارِ ثواب جان کر، ہرگز نہ کریں جو حضورؐ پُر نور نے نہ کیا ہو، نہ کرنے کو کہا ہو۔ حضورؐ بدعت کی تعریف میں فرماتے ہیں۔ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔ (بخاری)۔ جس شخص نے ہماری (مکمل) شریعت

میں کوئی نیا طریقہ، مسئلہ وغیرہ نکالا۔ جس کا ہم نے کوئی (قولی، فعلی) حکم نہ دیا ہو۔ وہ نیا طریقہ (بدعت) مردود ہے۔" خبردار! بغیر سندِ حدیث اور سنت کے کسی مسئلے کو نہ اپنائیں، نہ عمل میں لائیں جس "سکے" پر مہرِ محمدی لگی ہوئی ہو، اس کو حاصل کریں۔ "کھوٹے سکے" (دوزخ کے شعلے) سے بھاگیں۔ کُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَّ کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَّ کُلُّ ضَلَالَةٍ فِی النَّارِ۔ (مشکوٰۃ)۔ ہر نیا کام (دین میں) بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی (بدعت) جہنم میں لے جانے والی ہے۔" ثابت ہوا۔ بدعت جہنم کا شعلہ ہے۔

شفاعت کی منظوری

حضورؐ قیامت کو ساقیٔ کوثر ہوں گے اپنی امت کے موحدوں، مومنوں کو حوضِ کوثر سے جام بھر بھر کر پلائیں گے۔ جب بدعتی آگے بڑھیں گے تو یُحَالُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَھُمْ۔ حضورؐ کے اور ان کے درمیان رکاوٹ پیدا کر دی جائیگی۔ یعنی خدا حوضِ کوثر پر انہیں نہیں جانے دے گا۔ حضورؐ کہیں گے، اللہ! یہ میرے ہیں! خدا کہے گا۔ یہ بدعتی ہیں (تیرے نہیں رہے) پھر خدا کو ان پر ناراض پاکر حضورؐ بھی ناراض ہوجائینگے ۔ سُحْقًا سُحْقًا۔ دور، دور، ۔۔ دفع (جہنم میں جاؤ) حضورؐ شفاعت نہ کریں گے۔ کیونکہ شفاعت کا اذن نہ ملے گا معلوم ہوا۔ خدا ہی جس کو چھوڑنا چاہے گا، اسی کے لئے اذنِ شفاعت دیگا۔ امت کے بدعتیوں اور مشرکانہ عقیدہ رکھنے والوں کے لئے نہ شفاعت کا اذن ملے گا

لہ صحیح مسلم۔ بدعتوں کی فہرست معلوم کرنے، ان سے بچنے، شرک کے ردّ اور توحید کے اثبات پر ہماری ۳۲۷ صفحات کی مکمل کتاب "انوار التوحید" ملاحظہ فرمائیں۔

نہ حضور پُر نورؐ صلے اللہ علیہ وسلم لب شفاعت وا فرمائیں گے! بھائیو آج سوچ لو۔ شرکیہ عقیدوں اور بدعتوں[1] سے توبہ کر لو۔ آپ کی خیرخواہی کرتے ہوئے ہم نے حق آپ کو پہنچا دیا ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنا دیا ہے۔ حجۃ الوداع میں حضورؐ کے فرماتے ہوئے اہم الفاظ کی تبلیغ کر دی ہے۔

قرض اُدھار برتنے کی چیزوں پر ارشاد

حجۃ الوداع میں ہی یہ بھی ارشاد فرمایا:۔

اَلَا لَا یَحِلُّ لِامْرَأَۃٍ اَنْ تُعْطِیَ مِنْ مَّالِ زَوْجِھَا شَیْأً اِلَّا بِاِذْنِہٖ۔ اَلدَّیْنُ مَقْضِیٌّ۔ وَالْعَارِیَۃُ مُؤَدَّاۃٌ وَالْمِنْحَۃُ مَرْدُوْدَۃٌ وَّ الزَّعِیْمُ غَارِمٌ۔ (ابن سعد)

"(میرے امتیو! سنو!) نہیں حلال کسی عورت کو، کہ بغیر اپنے خاوند کی اجازت کے اس کے مال سے کچھ بھی (کسی کو) دے، (ہاں سنو!) قرض ادا کرنا چاہیئے۔ ادھار لی ہوئی چیز واپس کرنے کی ہے، برتنے اور فائدہ اٹھانے والی چیز، برت کر واپس کر دینی چاہیئے۔ اور ضامن ذمہ دار ہے۔"

مُلاحظہ:۔ یہ حقوق العباد ہیں۔ سب بھائیوں کو ان کی نگرانی کرنی چاہیئے تاکہ مسلمان مکمل ہوں۔

---

[1] "انوار التوحید" ملاحظہ فرمائیں

عورتوں سے بھلائی کرنے کی تاکید

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ لِنِسَاءِكُمْ حَقًّا وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ حَقًّا فَعَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوَطِّئْنَ فُرُشَكُمْ غَيْرَكُمْ وَلَا يُدْخِلْنَ بُيُوتَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ إِلَّا بِإِذْنِكُمْ وَلَا يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ فَإِنْ فَعَلْنَ فَقَدْ أَذِنَ لَكُمْ أَنْ تَهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَتَضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ فَإِنِ انْتَهَيْنَ فَلَهُنَّ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَإِنَّ هُنَّ عِنْدَكُمْ عَوَانٌ لَا يَمْلِكْنَ لِأَنْفُسِهِنَّ شَيْئًا إِنَّمَا أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانَةِ اللّٰهِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِي النِّسَاءِ وَاسْتَوْصُوا بِهِنَّ خَيْرًا۔

(سیرت ابن ہشام)

"لوگو! (یاد رکھو!) بے شک تمہاری عورتوں کے تم پر حق ہیں۔ اور تمہارے ان پر حق ہیں۔ ان پر تمہارے حق یہ ہیں کہ تمہارے بستروں پر سوائے تمہارے کسی اور کو نہ آنے دیں اور نہ تمہارے گھروں میں بغیر تمہاری اجازت کے اس کو آنے دیں جس کا آنا تم بُرا جانو۔ اور ہر قسم کے بے حیائی کے کاموں سے بچتی رہیں۔ پھر اگر وہ ایسا کریں تو میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ انہیں اپنی خوابگاہوں سے (تنبیہاً) علیحدہ کر دو۔ (اگر درست ہو جائیں تو فبہا ورنہ) مار پیٹ کر اصلاح کر سکتے ہو۔ لیکن (خبردار! خبردار!) ایسا نہ مارنا کہ کوئی ہڈی پسلی ٹوٹ

جائے یا وہ زخمی ہو جائے (بس یونہی معمولی تنبیہہ کرو) پھر اگر باز آجائیں تو ان کے کھلانے پہنانے کی ذمہ داری کو دنیا کے دستور کے مطابق پورا کرو۔ ان کے ساتھ پوری پوری خیر خواہی اور حسن سلوک سے پیش آؤ۔ کیونکہ وہ تمہاری ماتحت ہیں۔ اپنی عصمت تمہارے حوالے کر چکی ہیں، اپنی جان تک تمھیں سونپ چکی ہیں، آپ کسی چیز کی مالک و مختار نہیں رہی ہیں۔ (اچھی طرح سنو!) وہ تمہارے پاس خدا کی امانتیں ہیں، جن کو تم نے اللہ کے کلمے کے ساتھ اپنے لئے حلال کیا ہے۔ پھر اللہ کی امانت اور اس کے کلمہ کی نگہبانی کرو۔ پاس اور لحاظ کرو (یاد رکھو!) عورتوں کے بارے میں اللہ کے ڈر سے کانپتے رہو۔ کسی طرح کی زیادتی اور ناانصافی اور ظلم ان پر نہ کرنا۔ ہمیشہ خیر خواہی ہمراہی۔ وفاداری، ہمدردی کیا کرنا!"

عورت پاؤں کی جوتی

کہاں ہیں وہ "فرشتے" جو کہتے ہیں۔ "عورت پاؤں کی جوتی ہے۔ پوری آئی نہ آئی" یہ کہہ کر وہ عورت کی بہت تذلیل اور تحقیر کرتے ہیں۔ انہیں سوچنا چاہیئے کہ حضورؐ نے عورت کو ایک خاص مقام دیا ہے۔ اسے اسلامی معاشرے میں ایک ممتاز حیثیت بخشی ہے۔ اسے عزت کا مالک بنایا ہے۔ بیشک وہ مرد کے ماتحت ہے، اس کی بیوی ہے لیکن اس کا حق تلف کرنے، اس پر ظلم، زیادتی، بے انصافی کرنیوالے مرد کو ڈرایا ہے۔ حضرت انورؐ نے حجۃ الوداع کے خطبۂ مذکور میں

عورت کے ساتھ نہایت رفاقت، محبت، ہمدردی اور خیر خواہی کرنے کا ارشاد فرمایا ہے اور ہر قسم کی زیادتی سے منع کیا ہے مسلمان شریف خاوند وہ ہے جو حضورؐ کے فرمان کے مطابق عورت سے حسن سلوک سے پیش آئے، زندگی بھر حقِ رفاقت ادا کرے اور کسی صورت بھی اسے ذلیل و رسوا اور بے آبرو نہ کرے۔

جھوٹی قسم کھا کر مال مارنے پر جہنم

یہ وہ خطبہ ہے جو حضور پُر نورؐ صلے اللہ علیہ وسلم نے میدان منیٰ میں ارشاد فرمایا۔ اس کے راوی حضرت حارث بن برصاء رضی اللہ عنہ ہیں۔

مَنِ اقْتَطَعَ مَالَ اَخِیْهِ بِیَمِیْنٍ فَاجِرَةٍ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ لِیُبَلِّغْ شَاهِدُکُمْ غَائِبَکُمْ مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلَاثًا۔ (احمد حاکم)

"حقوق العباد کے پاسبان بنی نوع انسان کے سب سے بڑے خیر خواہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص نے جھوٹی قسم کھا کر اپنے مسلمان بھائی کا مال مارا۔ وہ ٹھکانا دوزخ میں بنا لے (دوزخی ہے وہ دوزخی) مسلمانو! جو تم یہاں موجود ہو، میرا یہ پیغام ان سب کو پہنچا دو جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ دو یا تین مرتبہ آپؐ نے یہ فرمایا۔"

ملاحظہ:۔ خدا کی جھوٹی قسم کھا کر مال ہڑپ کرنے والے کو اس لئے دوزخ کی وعید سنائی گئی ہے کہ اس ظالم نے جھوٹ پر خدا کو گواہ کیا ہے۔ مسلمانوں کو ڈرنا چاہیئے اور کبھی جھوٹی قسم نہیں

کھانی چاہیئے۔ اور کسی طرح بھی مسلمان کا مال ناجائز طور پر نہیں مارنا چاہیئے۔

امانت کی ادائیگی کا حکم

حجۃ الوداع میں حضورؐ نے فرمایا:۔
مَنْ كَانَتْ عِنْدَهٗ اَمَانَةٌ فَلْيُؤَدِّهَا اِلٰى مَنِ ائْتَمَنَهٗ عَلَيْهَا۔ (سیرت ابن ہشام)
جو شخص کسی کی امانت رکھتا ہو، اسے چاہیئے کہ امانت والے کی امانت اس کے حوالے کر دے۔"

حضورؐ کے بعد کوئی نبی نہیں، نہ امت ہے

حجۃ الوداع میں ارشادِ نبوی ہوتا ہے۔
لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَلَا اُمَّةَ بَعْدَكُمْ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى اَنَّهٗ لَيُرٰى بَيَاضُ اِبْطَيْهِ، ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ اَنِّیْ قَدْ بَلَّغْتُ۔ (طبرانی)۔" (سن لو!) میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (جب نبی نہیں تو) تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔ پھر حضورؐ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کئے، یہاں تک کہ حضورؐ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ پھر فرمایا۔ اے اللہ! گواہ ہو! میں نے تیرا دین پہنچا دیا۔"

کتاب و سنت پر دین تمام ہوا

حجۃ الوداع میں ارشادِ خیر الوریٰ ہوتا ہے:۔
اِعْقِلُوْا اَيُّهَا النَّاسُ قَوْلِیْ فَاِنِّیْ قَدْ بَلَّغْتُ فَقَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَّا اِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهٖ فَلَنْ تَضِلُّوْا اَبَدًا۔ اَمْرًا بَيِّنًا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهٖ۔ (سیرت ابن ہشام)

امتیو! میری بات کو اچھی طرح سمجھ لو۔ تمہیں وداعی خطبہ سنا رہا ہوں۔ (یہ بات پلّے باندھ لو) کہ میں تمہیں وہ چیز دے چلا ہوں۔ اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑے چلو گے تو ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ وہ چیز روشن اور واضح ہے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ۔"

دینِ اسلام کی حد بندی

حجۃ الوداع میں حضورؐ کے سامنے سوا لاکھ سے زیادہ صحابہؓ ہیں۔ حضورؐ ان کو خاص خاص اور اہم باتیں بتا رہے ہیں جیسے کوئی وصیت کرتا ہے۔ اس موقع پر حضورؐ نے ان کو (اور قیامت تک آنے والی امت کو، ایک بڑی ضروری بات بتائی۔ ہر مسلمان کے لئے ساری عمر کام آنے والا اہم امر سنایا۔ کہ دین اسلام صرف کتاب اور سنت کا نام ہے۔ اس امر بیّن (قرآن اور حدیث) پر دین ختم ہوگیا ہے۔ خبردار! صرف ان دو چیزوں کو ہی مضبوطی سے تھام کر رکھنا۔ جب تک یہ دو چیزیں پکڑے رہو گے تب تک گمراہ نہ ہوگے۔ مطلب یہ ہوا کہ جب ان دو چیزوں کے سوا کسی اور تیسری چیز کو پکڑوگے دین میں شامل کروگے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔

مسلمان بھائیو! خدا کے واسطے سوچو! جب حضورؐ نے صرف قرآن اور حدیث ہی آپ کو دین کے نام سے دی ہے۔ تیسری چیز سے خوف دلایا ہے تو پھر یہ بیسیوں فرقے کیوں پیدا ہوگئے ہیں۔ ہر فرقہ اپنے بانی کی باتوں کو دین مان کر ان پر چلتا ہے۔ حضرت انورؐ نے تو سب مسلمانوں کے سامنے صرف قرآن اور حدیث کو پیش کیا

ہے۔ پھر جو مسلمان قرآن اور حدیث کے سوا اور راہوں، طریقوں، مسلکوں، مذہبوں پر گام فرسا ہیں۔ ان کے پاس حق پر ہونے کی کیا دلیل ہے؟ کیا کتاب اور سنت، قرآن اور حدیث میں خامی رہ گئی تھی جو بعد کے مسلکوں اور مذہبوں نے پوری کی ہے؟ اگر حضورؐ امت کو دینِ کامل دے گئے ہیں اور اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کی دلیلِ قرآنی سے یقیناً دینِ کامل دے گئے ہیں۔ تو پھر اس کامل دین۔ قرآن اور حدیث کے سوا کیا ضرورت رہ گئی ہے امتیوں کے بنائے ہوئے مسئلوں اور فتووں کی؟ اور پھر غضب یہ ہے کہ صحیح حدیثوں کے برعکس بعض لوگ اقوالِ رجال کو سر آنکھوں پر رکھتے ہیں۔ حضرت انورؐ کی رسالت پر ایمان رکھنے والو! ایسا کیوں کر رہے ہو؟

بھائیو! اگر آپ نے کتاب و سنت کے سوا ضرور ہی فقہ وغیرہ کو ماننا ہے تو کم از کم فقہ کے وہ مسائل جو صحیح حدیثوں کے خلاف پڑتے ہیں، انہیں تو حدیث کے مقابلے میں چھوڑ دو۔ اندھی تقلید سے باز آجاؤ! ائمہ نے اپنے مذہب نہیں بناتے۔ اپنی تقلیدِ جامد کے لئے کوئی حکم نہیں دیا۔ جب خدا نے قیامت کے دن آپ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ آپ کے یہ امتی۔ آپ کی حدیثوں اور سنتوں کو چھوڑ کر ان کے برعکس اقوالِ رجال پر چلتے تھے۔ کہیئے۔ حضورؐ کو ترکِ سنن پر کتنا غصہ آئے گا؟ اور جب ائمہ کو خدا بتائے گا کہ یہ جامد مقلد لوگ ہیں، حدیثوں کے خلاف اقوالِ بے سند پر چلتے تھے تو پھر رسولِ خدا بھی غضبناک

ہوں گے اور ائمہ بھی کانپیں گے۔ وہاں آپ کا کیا جواب ہو گا؟

مسلمان بھائیو! دھڑے بندی، فرقے بندی، تعصب اور سینہ زوری اچھی نہیں ہے۔ ہم آپ کے سامنے بعد از خدا بزرگ ــ سید البشر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پیش کرتے ہیں:۔

مسلمانو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں۔ جب تک ان دو ہی کو مضبوط تھام رکھو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے ــ کِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهٖ ــ قرآن اور حدیث۔"!!

پیارے بھائیو! دونوں ہاتھ آگے کرو۔ حضورؐ پُر نور آپ کو قرآن اور حدیث پکڑنے کا حکم دے گئے ہیں۔ تو پکڑ لو۔ مبارک ہو آپ کو قرآن اور حدیث۔"!!

حضورؐ کا اگلا ارشاد ــ تمسک اور اعتصام ہے یعنی ایسا مضبوط پکڑو کہ کبھی چھوٹے نہیں۔ جان جائے پر کتاب و سنت ہاتھ سے نہ جائے۔ قرآن اور حدیث ہاتھ سے نہ چھوٹے۔

اب آپ کے ہاتھ یہ کامل دین آگیا ہے اب کسی چیز کی آپ کو ضرورت نہیں رہی۔ صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، محدثینؒ، فقہاؒ، اولیاءؒ اللہ اور بزرگانِ دین کے ہاتھوں میں صرف یہی قرآن اور حدیث تھا۔ سب کے سب قرآن و سنت کے امر بیّن کے حامل تھے۔ مبارک ہو آپ کو صحابہؓ و سلف صالحین کی روش!!

مسلمان کی جان و مال کی حُرمت

حجۃ الوداع میں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم ایک اہم موضوع

پھر ارشاد فرماتے ہیں :-

أَيُّ يَوْمٍ أَحْرَمُ قَالُوا هٰذَا الْيَوْمُ قَالَ فَأَيُّ شَهْرٍ أَحْرَمُ قَالُوا هٰذَا الشَّهْرُ، قَالَ فَأَيُّ بَلَدٍ أَحْرَمُ قَالُوا هٰذَا الْبَلَدُ، قَالَ فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا، هَلْ بَلَّغْتُ قَالُوا اَللّٰهُمَّ نَعَمْ قَالَ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ۔

(طبقات ابن سعد)

مسلمانو! بتاؤ سب سے بڑھ کر حرمت والا کون سا دن ہے ؟ صحابہؓ نے عرض کیا، حضورؐ! آج (حج اکبر) کا دن! پھر فرمایا۔ بتاؤ ــــ سب سے بڑھ کر حرمت والا کون سا مہینہ ہے ؟ صحابہؓ نے عرض کیا۔ حضورؐ! یہی (ذی الحج کا) مہینہ! پھر آپؐ نے فرمایا۔ بتاؤ ــــ سب سے بڑھ کر حرمت والا کون سا شہر ہے ؟ صحابہؓ نے کہا۔ حضورؐ! یہی شہر (مکہ مکرمہ)۔ پھر (اس تمہید کے بعد) رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (سنو!) تمہارے خون (یعنی جانیں) اور مال آپس میں ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جیسے اس دن کی حرمت تمہارے اس مہینے میں تمہارے اس شہر کے اندر ــــ بتاؤ ــــ کیا میں نے تمہیں احکام الٰہی پہنچا دیئے ــــ سب نے عرض کیا۔ ہاں ــــ حضورؐ! خدا کی قسم خوب اچھی طرح پہنچا دیئے ہیں ــــ پھر حضورؐ نے خدا کی جناب میں عرض کیا۔ خداوندا! گواہ رہ۔ خداوندا! گواہ رہ۔

خداوندا! گواہ رہ۔ (کہ میں نے بنی نوعِ انسان کی جان مال اور آبرو کی حرمت کے احکام پہنچا دیئے ہیں۔)

حدیث کی تعلیم:- مسلمان کی جان و مال، آبرو خدا کے نزدیک بڑی پیاری ہے کہ ان کی بے آبروئی، بے حرمتی اور ہتک اتنا بڑا گناہ ہے جتنا کہ حج کے دن کی بے حرمتی، ذی الحجہ کے مہینے میں مکہ مکرمہ کے اندر! گویا مسلمان بے گناہ کی بے حرمتی، ہتک عزت، غیبت کرنا، اسے گالی دینا، اس پر بہتان باندھنا، اسے مارنا پیٹنا، ذلیل و رسوا کرنا، اس کی جان و مال کو کسی قسم کا نقصان پہنچانا — بالکل ایسا ہے جیسا مکہ مکرمہ میں ذی الحجہ کے مہینے میں حج کے دن کی بے حرمتی کرنا ہے یا جس طرح ذی الحجہ کے ماہ میں مکہ مکرمہ کے اندر یوم حج کا احترام لازمی ہے بالکل اسی طرح مسلمان کی جان مال اور عزت کا احترام لابدی ہے۔ اس سے آپ اندازہ لگا لیں کہ جو مسلمان دوسرے بھائیوں کی بے آبروئی کرتے ہیں۔ ان کی جان و مال کو نقصان پہنچانے کے درپے ہوتے ہیں۔ وہ کتنے بڑے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں!!

جان و مال کی حرمت پر مزید ارشاد

عرفات کے میدان میں رحمت للعالمینؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ اور حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ (امیہ بن خلف کے بیٹے) حضورؐ کے الفاظ آگے پہنچاتے ہیں:-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سا ماہ ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا۔ یہ شہر الحرام ہے!

عزت و حرمت والا مہینہ ہے۔!

حضورؐ نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ حَرَّمَ عَلَیْکُمْ دِمَائَکُمْ وَ اَمْوَالَکُمْ اِلٰی اَنْ تَلْقَوْا رَبَّکُمْ کَحُرْمَۃِ شَھْرِکُمْ ھٰذَا۔
خدا تعالیٰ نے تمہارے خون اور تمہارے مال آپس میں ایکدوسرے پر حرام کر دیئے ہیں۔ یہاں تک تم اپنے پروردگار کو ملو۔ بالکل اسی طرح، جس طرح کہ اس مہینہ کی حرمت ہے۔"

پھر حضورؐ نے فرمایا۔ یہ کون سا شہر ہے؟ لوگوں نے عرض کیا یہ بلد الحرام ہے۔ حرمت والا شہر! حضورؐ نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ حَرَّمَ عَلَیْکُمْ دِمَائَکُمْ وَ اَمْوَالَکُمْ اِلٰی اَنْ تَلْقَوْا رَبَّکُمْ کَحُرْمَۃِ بَلَدِکُمْ ھٰذَا۔ خدا تعالیٰ نے تمہارے خون اور تمہارے مال آپس میں ایک دوسرے پر حرام کر دیئے ہیں۔ یہاں تک کہ تم اپنے پروردگار سے ملو۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ اس شہر کی حرمت پھر حضورؐ نے فرمایا۔ یہ کون سا دن ہے؟ لوگوں نے عرض کیا۔ یوم الحج الاکبر! یہ حج اکبر کا مبارک دن ہے۔!

حضورؐ نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ حَرَّمَ عَلَیْکُمْ دِمَائَکُمْ وَ اَمْوَالَکُمْ اِلٰی اَنْ تَلْقَوْا رَبَّکُمْ کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا۔
خدا تعالیٰ نے تمہارے خون اور تمہارے مال آپس میں ایک دوسرے پر حرام کر دیئے ہیں یہاں تک کہ تم اپنے پروردگار سے ملو۔ بالکل اسی طرح جس طرح اس دن کی حرمت۔"

(سیرت ابن ہشام)

مسلمان کی جان مال کا احترام

حدیث کی تعلیم کی رو سے مسلمان کی ہتکِ عزت کرنا اس کو بے عزت و بے آبرو کرنا۔ اس کو مارنا پیٹنا، قتل کرنا، اس کے مال کو نقصان پہنچانا اسی طرح حرام ہے جس طرح حج کے مہینے مکہ مکرمہ عزت والے شہر، اور حج اکبر کے دن کی بے حرمتی حرام ہے! یہ حکم حضورؐ حجۃ الوداع میں سنا رہے ہیں۔ اور انہیں آگے سارے جہان کے لوگوں کو پہنچانے[1] کا ارشاد فرما رہے ہیں۔ اس سے ثابت ہُوا کہ مسلمان کی عزت، اس کی جان اور اس کے مال کی حرمت ذی الحجہ کے مہینے کی حرمت کے مانند ہے۔ بلد الحرام (مکہ مکرم) کی حرمت کی طرح ہے۔ رحمتِ عالم کے حج اکبر کی مثل ہے۔ پھر جو مسلمان، مسلمان بھائیوں، بہنوں کی ناحق بے عزتی کرتے ہیں۔ ان کا مال نقصان کرتے ہیں انہیں ہاتھ اور زبان سے کسی قسم کی ایذا پہنچاتے ہیں، مار دھاڑ، لوٹ گھسوٹ، چوری رہزنی اور ڈاکہ وغیرہ ڈالتے ہیں۔ ایسے لوگ غور کریں کہ وہ کس قدر کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہ لوگ حج کے حرمت والے مہینے، مکہ مکرمہ ایسے حرمت والے شہر اور حج پاک کی بے حرمتی کرنے والے ہیں۔ لاکھوں رحمتیں نازل کرے اللہ اس رسولِ رحمت پر، جس نے انسانی جان و مال کی حفاظت پر اتنا زور دیا ہے۔ ہماری عزتیں اور آبروئیں، ہماری جانیں اور مال

---

[1] صحیح بخاری کے طویل خطبے کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ۔ جو یہاں موجود ہیں وہ انہیں پہنچا دیویں جو موجود نہیں۔ یعنی سارے جہان والوں کو پہنچا دیں۔

حضرت رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مسلمان کی عزت و آبرو کی قیمت

عقبہ کے خطبے میں حضورؐ نے پھر مسلمان کی عزت و حرمت اور اس کی جان مال کی حفاظت پہ زور دیا۔ ارشاد فرمایا:۔

هٰذَا يَوْمٌ حَرَامٌ وَبَلَدٌ حَرَامٌ فَدِمَاءُكُمْ وَاَمْوَالُكُمْ وَاَعْرَاضُكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ مِثْلُ هٰذَا الْيَوْمِ وَهٰذَا الْبَلَدِ اِلٰى يَوْمِ تَلْقَوْنَهٗ وَحَتّٰى دَفْعَةً دَفَعَهَا مُسْلِمٌ مُسْلِمًا يُرِيْدُ بِهَا سُوْءً وَسَاُخْبِرُكُمْ مَنِ الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ وَالْمُؤْمِنُ مَنْ اٰمِنَهُ النَّاسُ عَلٰى اَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ الْخَطَايَا وَالذُّنُوْبَ وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ۔ (مجمع الزوائد)

مسلمانو! یہ دن (حج الاکبر) حرمت والا ہے۔ اور یہ شہر (مکہ مکرمہ) بھی حرمت والا ہے۔ پس تمہارے خون (جانیں) اور تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں ایک دوسرے پہ بالکل اسی دن اور اس شہر کی حرمت کی مانند حرام ہیں۔ قیامت تک (کے لوگوں کے لئے) یہی حکم ہے (مسلمان کی عزت و آبرو اتنی قیمتی ہے) یہاں تک کہ اُسے بُری نیت سے دھکا دینا بھی حرام ہے۔ (توجہ کرو) اب تمہیں میں بتاتا ہوں کہ مسلمان کون ہے۔ (سنو!) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ (کی بُرائی) سے مسلمان سلامت رہیے۔ (دھیان رہے)

مومن وہ ہے جس سے مسلمانوں کے مال اور ان کی جانیں امن میں ہوں۔ مہاجر وہ ہے جو گناہوں اور خطاؤں کو چھوڑ دے۔ مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کر کے اُسے خدا کا مطیع بنائے۔"

دھکا دینا حرام ہے

غور کریں کہ مسلمان بھائی کو بری نیت سے دھکا دینا بھی منع ہے۔ کیسی پاکیزہ امن برور تعلیم ہے۔ یاد رہے کہ حضورؐ کی یہ تعلیم حدیث سے حاصل ہو رہی ہے۔

جہاد اور ہجرت کا ثواب

ہجرت اللہ کی راہ میں ترکِ وطن کو کہتے ہیں۔ اور جہاد اللہ کی راہ میں کافروں کے ساتھ جنگ کرنے کو کہتے ہیں۔ ہجرت اور جہاد ہر وقت تو موجود نہیں ہوتے۔ زندگی میں شاید ان کا موقع ملے یا نہ ملے۔ حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ مہاجر کون ہے؟ جو گناہوں اور خطاؤں کو ترک کر دے۔ بدیوں، بدکاریوں کی "بستی" سے ہجرت کرے۔ گناہوں کے "وطن" کو ترک کرے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ترکِ وطن کا زندگی میں موقع نہیں ملا۔ ایسی ہجرت اگر مسلمان نہیں کر سکا تو وہ گناہوں کو ترک کرنے کی ہجرت کرے۔ گناہوں کا تارک بن کر ہجرت کا ثواب حاصل کرے۔ پکی توبہ کر کے بدکاریوں، خطاؤں کو چھوڑ کر مہاجر بن جائے۔

خدا کی راہ میں کافروں کے خلاف جنگ کرنے کو جہاد کہتے ہیں۔ یہ بہت بڑا مرتبہ ہے۔ لیکن یہ مرتبہ بھی ضروری نہیں۔ کہ ہر ایک کو میسّر

آئے۔ ہو سکتا ہے ساری زندگی جہاد نہ کرنا پڑے۔ حضورؐ فرماتے ہیں ۔ آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ تم (اگر میدانِ جنگ میں جہاد کا موقع نہیں پا سکے تو) کس طرح جہاد کا ثواب حاصل کر سکتے ہو؟ سنو! تمہارا نفس جو خدا کی بغاوت اور نافرمانی پر تلا ہُوا ہے۔ اس سے جہاد کر کے اُسے خدائے واحد القہار کا مطیع بناؤ۔ اس کے تکبر غرور اور ابا کو توڑ کر خُدا کے آگے جھکاؤ۔ نفس کی ہر اس بات کو ماننے اور پورا کرنے سے الگ رہو۔ جو بات قرآن اور حدیث کے خلاف ہے اسی طرح نفس کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے جہاد کا ثواب حاصل کرو۔ حضورؐ پُر نور کے یہ ارشادات کتنے معنی خیز بلندی کردار کے حامل ہیں۔ اور کتنا مبارک اور ضروری ہے علم حدیث جس سے یہ جواہرات میسّر آ رہے ہیں۔

رنگ نسل وطن کے بتوں کے ٹکڑے

حضورؐ پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو بھائی بھائی بن کر رہنے کا سبق دیتے ہیں۔ اسلامی مساوات کے جام بھر بھر کر پلاتے ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں :۔

اِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَّ اَبَاكُمْ وَاحِدٌ اَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ وَّ لَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ وَّ لَا اَسْوَدَ عَلٰى اَحْمَرَ وَلَا اَحْمَرَ عَلٰى اَسْوَدَ اِلَّا بِالتَّقْوٰى۔ اَبَلَّغْتُ ؟ قَالُوْا بَلَّغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مجمع الزوائد)

مسلمانو! بیشک پروردگار تمہارا ایک ہے۔ اور تم سب کا باپ (حضرت آدمؑ) ایک ہے۔ (ایک باپ کی اولاد ہونے

کے سبب تم سب مساوی بھائی ہو۔ پھر، کسی عربی کو غیر عربی پر اور کسی غیر عربی کو عربی پر، کسی سیاہ رنگ والے کو سُرخ رنگ والے پر کسی سرخ رنگ والے کو سیاہ رنگ والے پر کوئی بزرگی، کوئی برتری نہیں ہے (یعنی رنگ نسل، وطن وغیرہ بزرگی کا معیار نہیں ہو سکتے؛) برتری، بزرگی اور فضیلت صرف خوفِ خدا تقویٰ اور دین داری پر موقوف ہے۔ کیا میں نے پہنچا دیا؟ سب نے کہا۔ رسولِ خدا نے سارا دین پہنچا دیا۔"

اس فرمان نبویؐ سے دین داری، کتاب و سنت کی پاسداری، قرآن اور حدیث پر عمل کرنا خدا کے نزدیک بزرگی کا معیار ٹھہرا جتنا کوئی زیادہ عامل کتاب و سنت ہے اتنا ہی وہ زیادہ اللہ کو پیارا ہے۔ وہ خواہ سید ہو، دھوبی ہو، قریشی ہو، پافندہ ہو، مرزا ہو، حجام ہو، پٹھان ہو، ترکمان ہو، کوئی اونچی ذات کا ہو یا پست ذات کا۔ کوئی چوہدری ہو یا موچی ہو۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ خدا کے ہاں سب سے بزرگ وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے۔ اس فرمانِ مصطفویؐ نے رنگ، نسل، قوم، وطن، حسب، نسب کے بتوں کو ٹکڑے کر کے سب کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا ہے۔ اسلام کی اس تعلیم پر قربان جاؤ۔ جو حدیث شریف کے ذریعے ہم کو ملی ہے۔

سرورِ دو عالم کا پیامِ آخریں

مرنے والے اپنی بیماری میں جو نصیحتیں کرتے ہیں، وصیتیں اور باتیں کرتے ہیں۔ عموماً ان کو بہت اہمیت دی جاتی ہے اور ان کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ دنیا سے رخصت ہونے والی جان جتنی زیادہ مفید اور قیمتی ہوتی ہے۔ اتنی ہی اس کی نصائح اور مواعظ کی قدر و قیمت زیادہ مانی جاتی ہے۔ اس جہانِ فانی میں عقل و دانش اور فہم و فراست کی مالک بے شمار ہستیاں گزری ہیں ـــ اولادِ آدم میں بڑے بڑے نیک اور صالح بندے بھی ہوئے ہیں۔ انبیاء اور رسولؑ بھی مبعوث ہو کر چل بسے ہیں۔ لیکن بنی نوع انسان میں خدا کے آخری رسول حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ اور پایہ کا نہ کوئی انسان ہوا نہ ہوگا۔ حجۃ الوداع سے رحمتِ عالمؐ فارغ ہو کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ اور دو ماہ بعد بیمار ہو گئے۔ چودہ روز بیمار رہ کر اُمت کو خدا کے حوالے کر کے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اس بیماری کے دوران جو حضورؐ نے خطبے دیئے اور وصیتیں فرمائیں۔ یہ رہتی دنیا تک تمام اُمت کے لئے ہدایت کی قندیلیں اور روشنی کے مینار ہیں۔ جگمگ جگمگ کرنے والے ہیرے ہیں ہم انہیں قارئین کرام کی ضیافتِ ایمان کے لئے یہاں بکھیرتے ہیں۔ اس امر کا اندازہ آپ لگا لیں۔ کہ آئیہ رحمت کی لامثال شخصیت کے پیشِ نظر حضورؐ کے آخری ارشادات کس قدر قیمتی، وقیع اور اہم ہو سکتے ہیں۔

حضورؐ کی دعائے الوداع

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت

کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے داغِ مفارقت دینے سے کچھ دن پہلے (بحالت مرض) ہمیں اپنے دولت کدہ پہ حاضری کا شرف بخشا۔ حضورؐ عائشہ صدیقہؓ کے گھر جلوہ فرما تھے۔ جب شمعِ رسالتؐ کے پروانوں سے گھر بھر گیا تو آپؐ نے مجمع کو یوں خطاب فرمایا:۔

مَرْحَبًا بِكُمْ وَ حَيَّاكُمُ اللّٰهُ بِالسَّلَامَةِ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ حَفِظَكُمُ اللّٰهُ جَبَرَكُمُ اللّٰهُ رَزَقَكُمُ اللّٰهُ رَفَعَكُمُ اللّٰهُ اٰوَاكُمُ اللّٰهُ وَقَاكُمُ اللّٰهُ اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَ اُوْصِى اللّٰهَ بِكُمْ وَ اَسْتَخْلِفُهٗ عَلَيْكُمْ وَ اُحَذِّرُكُمُ اللّٰهَ اِنِّىْ لَكُمْ مِنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ فِىْ عِبَادِهٖ فَاِنَّهٗ قَالَ لِىْ وَلَكُمْ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَ قَالَ اَلَيْسَ فِىْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ۔ (طبرانی۔ طبقات ابن سعد)

میری امت کے مردو اور عورتو! تمہیں مرحبا ہو۔ خدا تمہیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھے۔ تم پر رحم کرے تمہیں اپنی حفاظت میں آسودہ رکھے۔ تمہیں روزیاں دے، رفعتیں بخشے، جگہ دے، پناہ دے۔ (یاد رکھو) میں تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں۔ میں تم کو اللہ کی سپرد کرتا ہوں۔ میں تمہیں ہوشیار کئے جا رہا ہوں اور میرا مقام بھی یہی تھا کہ میں تم کو ڈرا دوں۔ (سنو!) اللہ کے آگے سرکشی نہ کرنا۔ (اس طرح) کہ اس کے بندوں پر ستم ڈھانے لگو۔ اس کے ملک میں فساد اور بیداد پھیلاؤ۔ (پھر سنو!) کہ اللہ نے مجھے اور تمہیں سب کو (قرآن

میں) فرما دیا ہے۔ کہ " میں (خدا تعالیٰ) انجام کی بہبود و بھلائی اور آخرت کا اچھا گھر (بہشت) انہیں دیتا ہوں۔ جو دنیا میں تکبر، سرکشی اور فساد نہیں کرتے۔" اور خدا نے یہ بھی فرما دیا ہے کہ "تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔"

ملاحظہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متذکرۃ بالصدر فرمان کو مدِنظر رکھتے ہوئے تمام مسلمانوں کو اللہ سے ڈرتے ہوئے اسی کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنی چاہیئے۔ اور راعی اور رعایا سب کو مل کر ملک میں عدل و انصاف کے پھیلانے اور امن و امان شائع کرنے کی پوری جد و جہد کرنی چاہیئے۔ حضورؐ کی آخری بیماری کی یہ وصیت، تقویٰ، خشیت اور خوفِ خدا پر مبنی ہے۔ تکبر، غرور اور فتنے فساد سے دور رہ کر اللہ کا عاجز بندہ بن کر رہنے پر موقوف ہے۔

شریعت خدا بناتا ہے

حضرت عبید بن عمیرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت انورؐ جس بیماری میں وفات شریف پا گئے۔ اس میں آپ نے حضرت ابوبکرؓ صدیق کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ ایک بار جو حضرت صدیق اکبرؓ نے نماز شروع کی۔ حضورؐ مرض میں تخفیف پا کر (نماز کے لئے مسجد میں) نکلے۔ صدیق اکبرؓ آہٹ پا کر سمجھ گئے کہ آپ تشریف لاتے ہیں۔ اتنے میں یارِ غار پیچھے ہٹتے ہوئے صف میں آملے لیکن حضورؐ نے اپنے ہاتھ سے پکڑ کر انہیں آگے کر دیا۔ اور اُن کی کروٹ میں بیٹھ گئے۔ حضرت صدیقؓ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ نماز سے فارغ ہو کر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جگہ پر بیٹھتے بیٹھتے ہی ارشاد فرمایا۔ راوی حدیث صرف عبید

ابن عمیرؓ کہتے ہیں :-

فَحَذَّرَ النَّاسَ الْفِتَنَ ثُمَّ نَادٰی بِاَعْلٰی صَوْتِهٖ حَتّٰی اِنَّ صَوْتَهٗ لَيَخْرُجُ مِنْ بَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ اِنِّیْ وَاللّٰهِ لَا يُمْسِكُ النَّاسُ عَلَیَّ بِشَيْئٍ لَا اُحِلُّ اِلَّا مَا اَحَلَّ اللّٰهُ فِیْ كِتَابِهٖ وَ لَا اُحَرِّمُ اِلَّا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فِیْ كِتَابِهٖ ثُمَّ قَالَ يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ وَّ يَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِعْمَلَا لِمَا عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنِّیْ لَا اُغْنِیْ عَنْكُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ط (طبقات ابن سعد)

حضورؐ پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے (آنے والے فسادوں، فرقہ بندیوں اور گروہ سازیوں کے) فتنوں سے لوگوں کو متنبہ فرمایا۔ پھر آپ نے اتنی بلند آواز سے جو مسجد سے باہر پہنچ رہی تھی۔ ارشاد فرمایا۔ قسم ہے خدا کی (کہ میں نے خدا کے احکام کو اس قدر پورا پورا اور صحیح پہنچایا ہے) کہ لوگ مجھ پر کوئی بات (تبلیغی فروگذاشت کی) نہیں پکڑ سکتے ہیں نے صرف وہی حلال کیا ہے۔ جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال کیا ہے۔ اور میں نے صرف وہی حرام بتایا ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حرام کیا ہے۔ (یعنی شریعت خدا نے بنائی ہے۔ اور میں نے اس کی تبلیغ کی ہے۔ پھر فرمایا) اے فاطمہؓ! رسولِ خدا کی بیٹی! اور اے صفیہؓ! رسولِ خدا کی پھوپھی! خدا کے ہاں کام آنے والے نیک عمل کرو۔ میں اللہ کے حضور (کل قیامت کو) تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا!!

فاطمہؓ اور صفیہؓ کو انتباہ

حضرت انورؐ نے اپنی بیٹی اور اپنی پھوپھی کو، جو انتہائی قریبی رشتہ دار ہیں۔ صاف کہہ دیا (اور ان کو کہہ کر ساری اُمت کے کان کھول دیئے) کہ نجاتِ آخرت کے لئے نیک عمل کر لو۔ قیامت کو عمل ہی کام آئیں گے۔ میں تمہارے کام نہیں آؤں گا۔ یعنی اگر خدا نے پکڑ لیا۔ فَاِنِّیْ لَآ اُغْنِیْ عَنْکُمَا مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا ـــ تو میں تمہیں خدا کی گرفت سے نہیں چھڑا سکوں گا! اس آگاہی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اُمت کو چونک اُٹھنا چاہیئے۔ اور شب و روز کتاب و سنت کی ہدایت کے مطابق اعمالِ خیر کی تگ و دو میں لگ جانا چاہیئے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

حقوق العباد کے متعلق اہم ارشاد بخار کی حالت میں

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنْ اَخِیْهِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجْتُ اِلَیْهِ فَوَجَدْتُّهٗ مَوْعُوْكًا قَدْ عَصَبَ رَاْسَهٗ۔ فَقَالَ خُذْ بِیَدِیْ یَا فَضْلُ فَاَخَذْتُ بِیَدِهٖ۔ حَتّٰی جَلَسَ عَلَی الْمِنْبَرِ۔ ثُمَّ قَالَ نَادِ فِی النَّاسِ۔ فَاجْتَمَعُوْا اِلَیْهِ فَقَالَ اَمَّا بَعْدُ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ فَاِنِّیْ اَحْمَدُ اِلَیْكُمُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ـــ وَ اِنَّهٗ قَدْ دَنَا مِنِّیْ حُقُوْقٌ مِّنْ بَیْنِ اَظْهُرِكُمْ۔ فَمَنْ كُنْتُ جَلَدْتُّ لَهٗ ظَهْرًا ـــ

فَهٰذَا فَلْيَسْتَقِدْ مِنْهُ ــــ وَمَنْ كُنْتُ شَتَمْتُ لَهُ عِرْضًا فَهٰذَا عِرْضِيْ فَلْيَسْتَقِدْ مِنْهُ ــــ اَلَا وَ اِنَّ الشَّحْنَآءَ لَيْسَتْ مِنْ طَبْعِيْ وَلَا مِنْ شَاْنِيْ۔ وَ اِنَّ اَحَبَّكُمْ اِلَيَّ مَنْ اَخَذَ مِنِّيْ حَقًّا اِنْ كَانَ لَهُ اَوْ حَلَّلَنِيْ فَلَقِيْتُ اللّٰهَ وَ اَنَا اَطْيَبُ النَّفْسِ وَقَدْ اَرٰى اَنَّ هٰذَا غَيْرُ مُغْنٍ عَنِّيْ حَتّٰى اَقُوْمَ فِيْكُمْ مِرَارًا ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى الظُّهْرَ۔

(طبقات ابن سعد)

حضرت فضل بن عباس روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت انورؐ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھ کر آگے بڑھا۔ دیکھا تو آپ کو بخار چڑھا ہوا تھا۔ اور (درد سر کی شدت کی وجہ سے) سر پہ پٹی بندھی ہوئی تھی۔ حضورؐ نے مجھے فرمایا۔ فضل میرا ہاتھ تھام لو۔ میں نے آپ کا ہاتھ تھام کر منبر پر لا بٹھایا۔ پھر آپ نے فرمایا لوگوں میں منادی کر دو (تاکہ سب آ جائیں اور میرا خطبہ سن لیں۔ منادی کرا دی گئی) جب سب لوگ جمع ہو گئے تو حضورؐ نے اَمَّا بَعْدُ کہہ کر ارشاد فرمایا ــــ (مسلمانو) میں تمہارے رُو برُو اس اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی (قولی، بدنی، مالی) عبادت کے لائق نہیں ہے۔ (سنو!) اجل قریب آ چکی ہے۔ ڈر ہے کہ میرے ذمے کسی کا کوئی حق باقی نہ رہ جائے۔ اس لئے علی الاعلان کہتا ہوں کہ جسے میں نے کوئی جسمانی ایذا پہنچائی ہو۔ وہ اُٹھے

اور مجھ سے جسمانی بدلہ لے لے۔ تم (خوب) جانتے ہو کہ میری طبیعت میں بخل اور کینہ موجود نہیں۔ اور نہ یہ میرے لائق ہے تم میں میرے نزدیک سب سے بڑھ کر وہ پیارا ہے کہ جو آج صاف صاف کہہ دے کہ میرا یہ حق آپ پر ہے اور پھر (یہ کہہ کر) وہ اپنا حق مجھ سے وصول کر لے۔ یا معاف کر دے تاکہ میں پاک صاف ہو کر اللہ سے ملوں (مجلس سے کوئی نہ بولا) پھر حضورؐ نے فرمایا۔ ایک دو دفعہ کہنے سے کام بنتا نظر نہیں آتا۔ مجھے بار بار کہنا پڑے گا۔ یہ فرما کر منبر سے اتر آئے۔ اور نماز ظہر ادا کی۔"

دنیا میں حقوق کا فیصلہ کر لو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطبہ پڑھنے اور سننے کے بعد ہمیں چاہیئے کہ جس کے ذمہ کسی کا حق ہو وہ بہت جلد ادا کر دیا جائے حقوق الناس کے بارِ گراں سے جتنی جلدی۔ سبکدوش ہو سکیں ہو جائیں زبان اور ہاتھ کی متنوع ایذاؤں کے فیصلے اپنی پہلی فرصت میں کریں۔ قرضوں اور امانتوں کے قضیئے چکانے میں تاخیر نہ کریں۔ تاکہ آنکھیں بے نور ہونے سے پہلے بندگانِ خدا کے حقوق کے شفّاف آئینے میں رضائے الٰہی کی طلعتِ زیبا دیکھ لیں۔

مہاجرین اور انصار کو وصیّت

حضور انورؐ بیمار ہیں۔ اور بیماری روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ انصار گھبرا رہے ہیں اور بے تابی کے عالم میں دولت کدہ کے گرد جمع ہو رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاں نثاروں کے ہجوم کی

اطلاع پا کر دو مردوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر گھر سے باہر نکلتے ہیں اور مسجد میں آکر منبر کے پہلے ہی زینہ پر جلوہ فرما ہو جاتے ہیں۔ صحابہ بڑے ادب سے منبر نبویؐ کو گھیر لیتے ہیں۔ حضورؐ خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد جریدۂ عالم پر خطبہ ذیل ثبت فرماتے ہیں:۔

أَيُّهَا النَّاسُ بَلَغَنِي أَنَّكُمْ تَخَافُونَ مِنْ مَوْتِ نَبِيِّكُمْ هَلْ خَلَّفَ نَبِيٌّ قَبْلِي فِيمَنْ بَعَثَ اللهُ۔ فَأَخْلُدَ فِيكُمْ أَلَا إِنِّي لَاحِقٌ بِرَبِّي وَ إِنَّكُمْ لَاحِقُونَ بِهِ ــــ فَأُوصِيكُمْ بِالْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ خَيْرًا ــــ وَ أُوصِي الْمُهَاجِرِينَ فِيمَا بَيْنَهُمْ۔ فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى يَقُولُ وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔ وَ إِنَّ الْأُمُورَ تَجْرِي بِإِذْنِ اللهِ وَلَا يَحْمِلَنَّكُمْ اسْتِبْطَاءُ أَمْرٍ عَلَى اسْتِعْجَالِهِ۔ فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يُعَجِّلُ بِعَجَلَةِ أَحَدٍ ــــ وَمَنْ غَالَبَ اللهَ غَلَبَهُ ــــ وَ مَنْ خَادَعَ اللهَ خَدَعَهُ۔ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَ تُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ وَ أُوصِيكُمْ بِالْأَنْصَارِ خَيْرًا۔ فَإِنَّهُمُ الَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَ الْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ أَنْ تُحْسِنُوا إِلَيْهِمْ أَلَمْ يُشَاطِرُوكُمْ فِي الثِّمَارِ۔ أَلَمْ يُوَسِّعُوا لَكُمْ فِي الدِّيَارِ۔ أَلَمْ يُؤْثِرُوكُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَ بِهِمُ الْخَصَاصَةُ أَلَا فَمَنْ وَلِيَ أَنْ يَحْكُمَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ فَلْيَقْبَلْ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَلْيَتَجَاوَزْ

عَنْ مُّصِيْبَتِهِمْ اَلَا فَلَا تَسْتَأْثِرُوْا عَلَيْهِمْ اَلَا وَ اِنِّیْ فَرَطٌ لَّكُمْ۔ وَ اَنْتُمْ لَاحِقُوْنَ بِیْ۔ اَلَا فَاِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْحَوْضُ۔ اَلَا فَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّرِدَهٗ عَلَیَّ غَدًا فَلْيَكْفُفْ يَدَهٗ وَ لِسَانَهٗ اِلَّا فِيْمَا يَنْبَغِیْ۔ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ الذُّنُوْبَ تُغَيِّرُ النِّعَمَ فَاِذَا اَبَرَّ النَّاسُ بَرَّتْهُمْ اَئِمَّتُهُمْ وَ اِذَا فَجَرَ النَّاسُ عَقُّوْا اَئِمَّتَهُمْ۔ (السیرت النبویہ لاحمد الزینی)

لوگو! معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنے نبی کی موت سے ڈرتے ہو (بتاؤ) کیا کوئی نبی مجھ سے پہلے اپنی امت میں سدا رہا ہے جو میں سدا رہتا؟ دیکھو میں اپنے پروردگار سے ملنے والا ہوں اور تم لوگ (میرے بعد) مجھ سے ملنے والے ہو۔ میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ پہلے پہل ہجرت کرنے والے مہاجرین کے ساتھ بھلائی کرنا۔ اور مہاجرین کو بھی ایک دوسرے کے ساتھ خیر خواہی کرنے کا حکم دیتا ہوں۔ (سنو!) خدا تعالےٰ نے (قرآن میں) فرمایا ہے۔ "قسم ہے عصر کی، انسان سب گھاٹے اور خسارے میں سوائے ان لوگوں کے جو ایماندار اور نیک عمل کرنے والے ہیں۔ اور آپس میں ایک دوسرے کی حق اور صبر کے ساتھ خیر خواہی کرتے ہیں۔" یاد رکھو تمام امور خدا تعالیٰ کی اجازت سے سر انجام پاتے ہیں۔ کسی کام کی تاخیر تمہیں اس کام پر آمادہ نہ کرے۔ خدا تعالیٰ مجبور نہیں۔ کہ وہ کسی کی تعجیل پر جلدی کرے۔ کیا کوئی اللہ پر غالب آ سکتا ہے۔ اللہ کو دھوکہ دینے والے آپ دھوکہ میں ہیں

ایسا نہ ہو کہ تم کج رَو بن کر خدا کی زمین میں فساد پھیلاتے پھرو اور رشتے ناطے توڑنے لگ جاؤ میں تم کو اس بارے میں بھی وصیت کرتا ہوں کہ انصار کے ساتھ خیر خواہی سے پیش آنا۔ کیونکہ انصار ہی تو ہیں ـــــ جنہوں نے تم اور (تمہارے) ایمان کو جگہ دی۔ (یاد رہے) ان کے ساتھ احسان اور نیکی ہی کرتے رہنا۔ کیا انصار نے تم کو اپنے پھلوں میں شریک نہیں کیا۔ کیا انہوں نے اپنے گھروں کو تمہارے لئے فراخ نہیں کیا۔ کیا انہوں نے اپنی ضرورتوں کے ہوتے ہوئے تمہاری ضرورتوں کو پورا نہیں کیا۔ (بھولو نہیں) تم میں سے جو شخص دو آدمیوں کے درمیان بھی قاضی بنایا جائے میں اس کو یہ حکم دیتا ہوں۔ کہ وہ انصار کے نیکوں کی نیکیاں قبول کرتا رہے اور ان کی برائیوں سے متجاوز رہے۔ (ہاں یاد رکھو کہ) ان پر کسی کو اختیار نہ کرنا۔ دیکھو۔ میں آگے جا رہا ہوں اور تم میرے پیچھے آ رہے ہو۔ میرے اور تمہارے ملنے کی جگہ حوض کوثر ہے۔ کل قیامت کو جو کوئی تم میں سے مجھے ملنا چاہتا ہے اور میرے حوض پر اُترنا چاہتا ہے تو اس کو چاہیئے کہ اپنے ہاتھ اور زبان قابو میں رکھے (کہ ان سے لوگوں کو کسی قسم کی ایذا نہ پہنچے) ان سے سوائے نیک کاموں کے اور کوئی کام نہ لے۔ (یاد رکھو) گناہوں سے خُدا کی نعمتوں میں تغیّر آ جاتا ہے۔ اور جب تک لوگ اچھے اور نیک رہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان پر رحم دل حاکم مقرر کرتا ہے

اور جب لوگ بد کردار ہو جاتے ہیں تو ان پر حاکم بھی ایسے مسلط کئے جاتے ہیں جو اُن کو مبتلائے آلام رکھتے ہیں۔"

مصیبتوں کے پہاڑ سہنے والے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے دین کی تبلیغ میں بڑی تکلیفیں برداشت کیں۔ دُکھوں بھری زندگی گزاری۔ امت کی ہدایت کے لئے غموں اور اندوہوں میں شب و روز بسر کئے۔ عقیدۂ توحید کے پھیلانے کی خاطر مصیبتوں کے پہاڑ سہے۔ اُمت میں سے حضورؐ کی تکلیف کے برابر کسی کو تکلیف نہیں پہنچی۔ چنانچہ حضورؐ آخری بیماری کی حالت میں فرماتے۔ اُمت کی ڈھارس بندھاتے ہیں۔

(میری اُمت کے مسلمان مردو! عورتو!) جس کسی مومن انسان کو کوئی مصیبت پہنچے تو ایسی ہی میری مصیبت یاد کر کے اسے اپنی مصیبت پر صبر کرنا چاہیئے۔ (یاد رکھو) فَاِنَّ اَحَدًا مِّنْ اُمَّتِیْ لَنْ یُّصَابَ بِمُصِیْبَۃٍ بَعْدِیْ اَشَدَّ عَلَیْہِ مِنْ مُّصِیْبَتِیْ۔ (ابنِ ماجہ) میرے بعد میری اُمت میں سے کسی کو بھی مجھ سے بھاری مصیبت نہیں پہنچے گی۔

شدتِ مرض سے غشی

حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری (تپ محرقہ) شدت اختیار کرتی تو آپ کو غشی ہو جاتی (یہ حالت دیکھ کر) حضرت فاطمہ نے فرمایا وَ کَرْبَ اَبَاہُ۔ (آہ!) میرے باپ کو کتنی سخت تکلیف ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ لَیْسَ عَلٰی اَبِیْكِ کَرْبٌ بَعْدَ الْیَوْمِ۔ (فاطمہؓ!) آج کے دن کے بعد تیرے باپ کو

لہ حضورؐ کو بذریعہ وحی وفات کی خبر دے دی گئی تھی۔ (صادق)

سختی نہیں ہے۔ پھر جب حضورؐ نے وفات پائی۔ تو حضرت فاطمہؓ نے (مارے غم کے) کہا میرے باپ نے (خدا کے بلانے کو) قبول کیا۔ اور آپ خدا کے حضور پہنچ گئے۔ جنت الفردوس میں تشریف لے گئے۔ پہنچاتے ہیں ہم خبر آپ کی وفات کی (خدا کو سنا کر) جبریلؑ کو (کہ اب تیرا وحی لے کر آنا موقوف ہو گیا ہے، پھر جب حضورؐ دفن کئے گئے۔ تو حضرت فاطمہؓ نے (اندوہ و رنج کے سمندر میں ڈوب کر) کہا۔ اے انسؓ! کیونکر گوارا کیا تم صحابہؓ کے جیوں نے کہ ڈالو تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی۔" (بخاری)۔۔۔ یعنی حضورؐ کو کس دل گردہ کے ساتھ تم نے دفن کیا۔ خدا کے حکم کے ماتحت حضورؐ کو قبر میں لٹا کر ان پر مٹی ڈالتے وقت تم پر کیا گذری!! آہ!!

کیا حضورؐ مشکل کشا ہیں؟

مذکورہ حدیثوں سے ثابت ہُوا کہ حضرت انورؐ پر اتنی تکلیفیں اور مصیبتیں آئی ہیں کہ اُمت کے کسی آدمی پر نہ آئی ہیں، نہ آئیں گی۔ کیا حضورؐ اپنی ذات سے مصائب کو ٹال سکتے ہیں؟ نہیں[۱]! جب خود سے نہیں ٹال سکے۔ تو اُمت کے لوگوں کی مصیبتوں کو کس طرح ٹال سکتے ہیں؟ معلوم ہُوا یہ عقیدہ مشرکانہ ہے کہ حضورؐ مشکل کشا اور حاجت روا ہیں۔ انبیاؑ پر اُمت کے تمام لوگوں سے بڑھ کر مصیبتیں آتی ہیں۔ اس میں یہ حکمت

---

[۱] قرآن میں ہے:۔ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ (پ ع ۸) اور (اے پیغمبرؐ) اگر خدا تجھے (کسی قسم کا) ضرر پہنچائے۔ تو سوائے خدا کے کوئی اُسے دور کرنے والا نہیں ہے۔" یعنی حضورؐ بھی مصائب کو دور نہیں کر سکتے۔!

ہے کہ انبیاء مصائب پر صبر کرتے ہیں۔ اور خدا ان کے درجے بہت بلند کرتا ہے۔ اتنے بلند کہ کوئی امتی ان درجوں کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور دوسری حکمت انبیاء اولیاء پر مصائب کے پہاڑ گرنے کی یہ ہے کہ امت کے لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ جو خدا کے پیارے اپنی ذات سے مصائب و آلام دور نہیں کر سکتے اور انہیں خدا کی رضا کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑا ہے۔ وہ ہماری فریاد کو کس طرح پہنچ سکتے ہیں۔

حضورؐ دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آخری بیماری میں ہیں۔ مرض دن بدن بڑھ رہا ہے۔ آپ کمزور ہو رہے ہیں اس حالت میں ارشاد فرمایا:۔

اِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالىٰ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَ بَيْنَ مَا عِنْدَهٗ فَاخْتَارَ ذٰلِكَ الْعَبْدُ مَا عِنْدَ اللهِ ط

(ما ثبت بالسنّۃ)

خدا نے اپنے ایک بندے کو دنیا میں اور اپنے پاس کی چیز میں اختیار دیا۔ تو اس بندے نے اس چیز کو اختیار کر لیا جو اللہ کے پاس ہے۔"

یہ خبر سنتے ہی حضرت ابوبکر صدیقؓ زار و قطار رونے لگے۔ صحابہؓ نے عرض کیا، کیوں روتے ہیں آپ؟ حضرت صدیق اکبرؓ نے کہا۔ تمہیں کیا معلوم کہ حضرت انورؐ نے کیا فرمایا ہے بھائیو! سنو! اس خطرناک بیماری میں جو حضورؐ نے فرمایا ہے کہ خدا نے اپنے بندے کو اختیار دیا ہے۔ اس بندے سے مراد ہمارے ماں باپ قربان حضرت محمد صلی

اللہ علیہ وسلم ہیں۔ خدا نے آپ کو دنیا میں اور اپنے پاس کی چیز میں اختیار دیا ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک کو پسند کر لیں۔ یعنی یا دنیا میں رہنے کو پسند کر لیں۔ یا اللہ کے پاس کی چیز۔ موت۔ ملاء اعلیٰ کو!

بھائیو! سنو! آہ۔! اب ہمارے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے جُدا ہونے والے ہیں کہ آپ نے اللہ کے پاس کی چیز کو پسند کر لیا ہے۔ اس پر تمام صحابہؓ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ حضورؐ کو علم ہُوا۔ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا:۔

يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ ـــ اَنْتُمْ فِي وَدَائِعِ اللّٰهِ وَ كَنَفِهٖ ـــ وَاللّٰهُ خَلِيْفَتِيْ. عَلَيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَ حِفْظِ طَاعَتِهٖ ـ فَاِنِّيْ مُفَارِقٌ لِلدُّنْيَا ـ (ما ثبت بالسنۃ)

اے مسلمانو! میں تم سے رخصت ہو رہا ہوں۔ اور تم سب کو خدا کے حوالے کئے جا رہا ہوں۔ (ہاں ہاں) اللہ سے ڈرتے رہنا۔ اس کی اطاعت اور حکم برداری میں رہنا۔ میں تم پر اپنے اللہ کو اپنا خلیفہ کئے جاتا ہوں۔ لو! اب میں دنیا کو چھوڑنے والا ہوں۔"

کتاب و سنت کو مضبوط پکڑے رہو

عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍؓ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَ سُنَّةَ رَسُوْلِهٖ ـ (موطا)

مالک بن انسؓ بطریق ارسال روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ــــ (میری اُمت کے لوگو!) میں تم میں دو

چیزیں چھوڑ چلا ہوں۔ جب تک ان دو ہی کو مضبوطی سے تھام رکھو گے۔ ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ وہ (دو چیزیں) اللہ کی کتاب اور اُس کے رسول کی سنت ہے۔"

مسلمانو! ہوش کرو!

حضورؐ نے تو صرف دو ہی چیزیں اسلام کے نام سے چھوڑی ہیں۔ اور تاکید کی ہے کہ صرف ان دو ہی چیزوں کو تھامے رکھنا۔ ان پر جم کر عمل کرنا۔ اور فرمایا۔ جب تک ان دو ہی کو پکڑے رکھو گے۔ ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ جب تک صرف قرآن اور حدیث ہی پر عمل ہو گا۔ جب قرآن اور حدیث کے علاوہ اور چیزیں بھی (حدیث و سنت کے خلاف) عمل میں آئیں گی۔ تو گمراہ نہ ہونا کی بشارت جاتی رہے گی۔ پس جو مسلمان حضورؐ کی زبان سے "گمراہ نہیں ہے" کی بشارت سننا چاہتا ہے۔ وہ صرف قرآن اور حدیث کو ہی اسلام جان کر عمل میں لائے ان دو کے سوا ہر چیز سے۔ بے نیاز ہو جائے۔

قبر پرستی کی ممانعت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہیں طاقت جواب دے رہی ہے۔ غشی پر غشی آ رہی ہے۔ کرب و اضطراب دمبدم آزار ہیں۔ تپ محرقہ کی شدت اور حرارت نے حضورؐ کو بہت بے چین اور بے کل کر رکھا ہے۔ وفات میں صرف پانچ دن باقی رہ گئے ہیں۔ اس بخار میں بڑی پرہیز اور آرام کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن ایسے نازک وقت میں بھی رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ کا حق ادا کرنا چاہتے ہیں۔

سات مشکیں پانی بہاؤ

بخار کی تیزی اور شدت اٹھنے اور کلام کرنے میں مانع ہے۔ سر درد، کرب، بےچینی گھبراہٹ، تپش اور بخار کا درجہ حرارت بے حد بڑھ جاتا ہے۔ اُمت کے غم خوار خاص خاص ضروری احکام سنانا چاہتے ہیں۔ اس لئے ٹمپریچر (درجہ حرارت) ہلکا (Low) کرنے کی غرض سے حضورؐ حکم دیتے ہیں۔

هَرِيْقُوْا عَلَيَّ مِنْ سَبْعِ قِرَبٍ لَمْ تُحَلَّلْ اَوْ كِيَتُهُنَّ لَعَلِّيْ اَعْهَدُ اِلَى النَّاسِ۔ (بخاری شریف)

مجھ پر سات مشکیں پانی کی، جن کے منہ (پورے) نہ کھلے ہوں بہاؤ! تاکہ میں مجمع عام میں جا کر خطاب کروں"

حضورؐ پُر نور اس وقت حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر میں ہیں۔ دوسری ازواج مطہرات بھی وہاں موجود ہیں۔

تُصَبُّ عَلَيْهِ مِنْ تِلْكَ الْقِرَبِ حَتّٰى طَفِقَ يُشِيْرُ اِلَيْنَا بِيَدِهٖ اَنْ قَدْ فَعَلْتُنَّ۔ (بخاری شریف)

ازواج مطہرات نے تعمیل ارشاد کرتے ہوئے حضورؐ کے جسم اطہر پر پانی کی مشکیں بہانا شروع کر دیں۔ یہاں تک کہ حضورؐ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کرکے فرمایا۔ بس تم نے میرا حکم پورا کر دیا۔ قَالَتْ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى النَّاسِ فَصَلّٰى بِهِمْ وَخَطَبَهُمْ۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ پھر حضورؐ (بخار کی شدت میں تخفیف پاکر) گھر سے مسجد میں تشریف لے گئے۔ صحابہؓ کو نماز پڑھائی۔ اور انہیں خطاب فرمایا" (بخاری)

یہ حضورؐ پُر نور کی منبر پہ آخری مجلس تھی۔ اور وفات سے پانچ

روز قبل فرمائی۔" (مسلم)

عَنْ كَعْبِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ عَهْدِي بِنَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ وَفَاتِهٖ بِخَمْسِ لَيَالٍ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ اِلَّا وَلَهٗ خَلِيْلٌ مِنْ اُمَّتِهٖ وَ اِنَّ خَلِيْلِيْ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ قُحَافَةَ وَ اِنَّ اللّٰهَ اتَّخَذَ صَاحِبَكُمْ خَلِيْلًا اَلَا وَ اِنَّ الْاُمَمَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِيَآئِهِمْ مَسَاجِدَ وَ اِنِّيْ اَنْهَاكُمْ عَنْ ذَالِكَ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ؟ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ وَ اُغْمِيَ عَلَيْهِ هُنَيَّةً ثُمَّ قَالَ اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اَشْبِعُوْا بُطُوْنَهُمْ وَاكْسُوْا ظُهُوْرَهُمْ وَ اَلِيْنُوْا الْقَوْلَ لَهُمْ۔ (رواہ الطبرانی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے پانچ روز قبل ارشاد فرمایا۔ (یہ بڑے اہم ارشاد تھے باوجود شدتِ تپش و کرب یہ تین وصیتیں فرما کے رہے)، ہر نبی کے لئے اس کی اُمت میں سے ایک خلیل ہوتا ہے۔ میرے خلیل ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ (تم انہیں نہ بھولنا) اور (دوسری بات تازیست یاد رکھنا کہ) میں تمہیں سختی سے منع کئے دیتا ہوں کہ قبروں کی (قیاموں، طوافوں، رکوعوں، سجدوں، نذروں، دعاؤں وغیرہ سے) پرستش نہ شروع کر دینا۔ کیونکہ تم سے پہلے (ملعون) امتوں نے اپنے نبیوں (اور ولیوں) کی قبروں کو سجدے شروع کر دیئے تھے۔ الٰہی گواہ رہ! الٰہی گواہ رہ! الٰہی گواہ رہ! (میں نے انہیں قبر

پرستی سے بچنے کی سخت تاکید کر دی ہے۔ باوجود تپ محرقہ کی تیزی، شدت، بے چینی، گھبراہٹ اور انتہائی ضعف و نقاہت کے اپنی امت کو قبروں کی پوجا پاٹ سے بہ سختی تمام روک دیا ہے۔) پھر حضور پُر نور (بخار کی تیزی) دردِ سر کی شدت اور کمزوری کے سبب) بے ہوش ہو گئے۔ آہ! آپ پر غشی کی حالت طاری ہو گئی۔ پھر (کچھ دیر کے بعد آفاقہ ہوا۔ تو) فرمایا میں تمہیں ماتحتوں (عورتوں، غلاموں، بچوں، نوکروں) کے بارے میں اللہ کو بیچ میں ڈالتا ہوں۔ خدا کو یاد دلا کر تاکید کرتا ہوں۔ کہ انہیں پیٹ بھر کر کھانے کو دینا۔ تن ڈھانپنے کو کپڑا دینا۔ ان کے ساتھ بدسلوکی، سخت گوئی، اور ناانصافی سے پیش نہ آنا۔ بلکہ نرم کلامی اور میٹھی زبان سے دل جوئی کیا کرنا۔"

حضورؐ کا مرض تپ محرقہ تھا آپؐ چودہ روز بیمار رہے!

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تپ محرقہ (ٹائیفائڈ) تھا۔ رحمت للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم چودہ روز بیمار رہے۔ اور اس بیماری میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس بخار نے آپ کے تن بدن میں ایک آگ سی لگا دی تھی۔ غشی، بے ہوشی، کرب، بے چینی اور گھبراہٹ کے دورے پڑ رہے تھے۔ با ایں ہمہ قبروں کی پوجا پاٹ، اور پرستش کے شرک سے اُمت کو باز رہنے کا حکم دینا اس قدر ضروری تھا کہ آپ نے شدتِ مرض کے دوران بخار کی حدت کو پانی کی سات مشکوں سے ــــ وقتی طور پر فرو

کرکے ارشاد فرمایا۔ اِنِّیْ اَنْھَاکُمْ عَنْ ذَالِکَ۔ میں تمہیں یہ سختی تمام قبروں کی (قولی، بدنی، مالی) عبادت سے منع کرتا ہوں۔ اس سے اُمت کے سپوتوں کو سوچنا چاہیئے کہ جس حکم کو حضورؐ نے بیماری کی شدت کی حالت میں پہنچایا۔ اور پھر آپ پہ غشی طاری ہو گئی۔ وہ حکم کتنا اہم ہو سکتا ہے اور اس سے بچنا کتنا ضروری ہے۔ فرمانِ مصطفویؐ کا مطلب یہ ہے کہ بزرگوں، ولیوں، شہیدوں کے مزاروں پہ عرس نہ کئے جائیں۔ وہاں نذریں، نیازیں نہ چڑھائی جائیں۔ قیام، طواف، رکوع، سجدہ، اعتکاف نہ کیا جائے۔ ان کو پکارا نہ جائے۔ مصائب و نوائب میں ان سے استمداد نہ کی جائے۔ بلکہ قبروں کی زیارت محض موت کو یاد کرنے کی نیت سے کریں۔ اور خدا سے اہلِ قبور کی بخشش مانگیں۔

قبروں کو مسجدیں نہ بناؤ

حضورؐ نے اپنی چودہ روزہ بیماری میں ہی ایک دن فرمایا۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مَرَضِهِ الَّذِیْ لَمْ یَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللّٰهُ الْیَهُوْدَ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَآءِهِمْ مَسَاجِدَ قَالَتْ عَائِشَةُ لَوْ لَا ذَاكَ لَاُبْرِزَ قَبْرُهٗ خَشِیَ اَنْ یُّتَّخَذَ مَسْجِدًا۔ (رواہ البخاری)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس مرض میں کہ جس سے جان بر نہ ہو سکے۔ فرمایا۔ یعنی مرض الموت میں فرمایا۔ یہودیوں پر خدا کی لعنت ہو انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا جناب صدیقہؓ نے فرمایا اگر قبر پرستی کا ڈر نہ ہوتا تو حضور انورؐ

بھی اپنی قبر عام گزرگاہ پر بنواتے آپ کو خوف تھا کہ کہیں ان کی قبر مسجد (سجدہ، سجود، طواف و اعتکاف، نذر و نیاز اور دعا و فریاد کی جگہ) نہ بنا لی جائے۔ اس لئے حضورؐ کی قبر حجرۂ عائشہ میں بنائی گئی۔"

چہرۂ مبارک سے چادر ہٹا کر

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا نُزِلَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيْصَةً لَهٗ عَلٰی وَجْهِهٖ فَاِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهٖ فَقَالَ وَهُوَ كَذَالِكَ يَقُوْلُ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَآئِهِمْ مَسَاجِدًا يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا۔

(رواہ البخاری)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب حضورؐ پر نور صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو (شدتِ مرض کے باعث) اپنے منہ پر سیاہ چادر ڈالنے لگے۔ جب سانس گھٹنے لگتا تو منہ کھول لیتے۔ آپ نے اسی حالت میں فرمایا۔ خدا یہودیوں اور عیسائیوں پر لعنت کرے انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا۔ حضورؐ نے یہ فرما کر اپنی امت کو اس ملعون کام سے ڈرایا اور ہوشیار کیا ہے۔"

قبروں کو مسجدیں بنانا

قبروں کو مسجدیں بنانے کا یہ مطلب ہے کہ جو کام عبادت کے مسجد میں کئے جاتے ہیں وہ کام قبروں پر کرنے لگیں۔ مثلاً مسجد میں قیام، سجدہ، رکوع،

اعتکاف، دعا، نذر و نیاز ماننا اور پورا کرنا یہ سب کام عبادت کے اللہ کے لئے کئے جاتے ہیں۔ یہ کام اگر قبروں پر کئے جائیں تو قبروں کو مسجدیں بنایا گیا۔ یہودی یہ کام، جو اللہ کے لئے کئے جاتے ہیں۔ انبیاؑ کی قبروں پر کرتے تھے۔ دور دراز مقامات سے چل کر خاص تاریخ معین پر وہاں حاضر ہوتے تھے۔ ان کی قبروں پر قیام کرتے سجدے اور طواف کرتے، منتیں اور چڑھاوے چڑھاتے تھے۔ نذروں، نیازوں کی صورت میں لاکھوں روپے کے قبروں پر انبار لگ جاتے تھے جو سجادہ نشین، گدی نشین صاحبزادے اور مجاور کہلاتے تھے۔ حاجت روائیوں کے لئے ہزاروں لوگ اونٹ، گائے، بکرے، مرغ ہر قسم کا غلہ پختہ اور خام میوے انواع و اقسام کے ملبوسات مزاروں کی نذر کرتے تھے ــــ تاکہ صاحبِ قبر کی روح خوش ہو کر ان کے وارے نیارے کرے یا خدا سے کرائے۔ حضورؐ نے اپنی امت کو اس قبر پرستی سے بہ سختی تمام منع کیا۔ کہ خبردار! ملعون یہودیوں والے کام تم نہ کرنا۔ آخری بیماری کی حالت میں باوجود سخت تکلیف اور نقاہت کے جب کہ حکیم ڈاکٹر ایسے مریض کو چارپائی سے ہلنے، حرکت کرنے اور بولنے تک کی اجازت نہیں دیتے۔، حضورؐ نے کئی مرتبہ قبروں کی پرستش سے اُمت کو منع کیا۔ بار بار روکا، بکرات و مرات ٹوکا کہ تم بھی اپنے بزرگوں اور ولیوں کی قبروں پر یہودیوں اور عیسائیوں والے کام نہ کرنے لگ جانا ــــ لیکن ــــ افسوس! اُمت کے "سپوتوں" پیروں، درویشوں، صوفیوں، صاحب نادروں، گدی نشینوں، سجادہ بافوں، مجاوروں نے حضورؐ کی تپ محرقہ کی حالت میں فرمائی ہوئی وصیت کی کچھ پرواہ نہ کرتے ہوئے بالکل وہی کام قبروں پر کرنے

شروع کر دیئے۔ جو معلون یہودی کرتے تھے۔ شہیدوں اور بزرگوں کے مزاروں کو "دکانیں" بنا ہی لیا۔۔۔اور آج ان "دکانوں" کی لاکھوں روپے کی آمدن سے نوابی کر رہے ہیں۔۔۔رنگ رلیاں منا رہے ہیں۔ حضورؐ پُر نور کی آخری بیماری کا ایک اور ارشاد سنو۔ اس وصیت پر دل سے کان دھرو۔

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا يُّعْبَدُ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ ن اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَآءِ هِمْ مَسٰجِدَ۔ (رواہ مالک مرسلا)

خداوندا! تو میری قبر کو بت نہ بنانا۔ جس کی (نذر نیاز، سجدہ سجود، قیام، طواف اور چڑھاووں کی صورت میں) عبادت کی جائے۔ ان لوگوں (یہود و نصاریٰ) پر خدا کا سخت غضب اُترا، جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہیں (عبادت گاہیں) بنا یا۔"

بنانا نہ تربت کو میری صنم تم

یہودی اپنے بزرگوں کی قبروں کی پرستش کرتے تھے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو تنبیہہ کی۔ کہ وہ بھی یہود و نصاریٰ کی طرح قبر پرستی شروع نہ کر دیں۔ یہ تو ہُوا دوسروں کی قبروں کی پرستش کے متعلق انتباہ۔۔۔خود حضورؐ نے اپنی قبر کے بارے میں بھی ارشاد فرما دیا۔

لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا۔ (مشکوٰۃ)

(خبردار!) میری قبر کو عید (میلہ گاہ[1]) نہ بنانا۔ یعنی میری قبر پر عرس نہ کرنا۔ تاریخ معین پر میری قبر پر آکر میلہ نہ لگانا۔"

امت کو اپنی تربت کے متعلق بھی تاکید کر دی کہ جس طرح یہود و نصاریٰ نے اپنے انبیاء و اولیاء کی قبروں پر میلے لگائے اور عرس کئے تھے۔ خبردار! تم میری قبر پر تاریخ معین پر جمع ہو کر عرس نہ شروع کر دینا۔ جب حضورؐ کی قبر پاک پر عرس منع ہوا۔ بلکہ آج تک ایک مرتبہ بھی نہیں ہوا۔ کبھی کوئی چڑھاوا نہیں چڑھا۔ نذر و نیاز، منت، روضۂ پاک پر ایک بار بھی نہیں مانی گئی۔ تو امتیوں کی قبروں پر یہ کام کس طرح روا ہو سکتا ہے۔

یاد رکھیں یہ شرکیہ کام ہیں۔ پوری قبر پرستی ہے۔ اسی سے حضورؐ نے بہ سختی تمام منع کیا تھا۔ آپ کی اطاعت کا دم بھرنے ——— محمد رسول اللہ دل سے کہنے والوں کو چاہیئے کہ ان کاموں سے فوراً باز آ جائیں۔

حضرت انورؐ نے اپنی بیماری کے دوران جہاں قبر پرستی سے امت کو منع فرمایا۔ وہاں اپنی قبر کے متعلق اللہ سے دعا کی کہ "اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا کہ پوجی جائے۔" گویا اپنی قبر کو خدا کے سپرد

---

[1] بعض جاہل کہتے ہیں کہ حاجی جب حج کرنے کے لئے جاتے ہیں تو وہ روضۂ نبویؐ پر بھی پہنچتے ہیں۔ لہٰذا میلہ ہو گیا! غلط ہے۔ جس طرح میدان عرفات میں تاریخ معین (۹، ذی الحج) پر تمام حاجی جمع ہوتے ہیں۔ اس طرح ایک ہی تاریخ پر حاجی روضۂ اقدس پر جمع نہیں ہوتے۔ ایک قافلہ آ جاتا ہے۔ پھر چلا جاتا ہے۔ پھر اور قافلہ آتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ اسی طرح آمد و رفت جاری رہتی ہے۔ کیا یہ میلہ ہے ——— ؟ عرس ہے ——— ؟

کیا۔ کہ وہ اس کے شرک سے حفاظت کرے۔ یعنی قبر پر عرس نہ ہو۔ میلہ نہ لگے۔ چڑھاوا نہ چڑھے۔ نذریں، نیازیں نہ لائی جائیں۔ منتیں نہ مانی جائیں رکوع، سجدہ، اعتکاف اور طواف نہ ہو۔ قبر پر فریاد اور دُعا نہ کی جائے۔
سبحان اللہ! حضورؐ کی دعا اللہ نے قبول فرمائی اور روضۂ اقدس آج تک شرک اور بدعت کی آلودگی سے پاک رہا ہے۔ اور انشاء اللہ تاصور اسرافیل پاک ہی رہے گا۔

امت کے لوگو! سپوتو! بولو! آپ کے دل میں حضورؐ پُر نور کی سچی محبت اور عزت ہے۔ تو کیوں آپؐ کی وصیت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے قبروں پر میلے لگانے اور عرس رچاتے ہو۔ وہاں چڑھاوے چڑھاتے، منتیں مانتے، سجدے اور طواف کرتے ہو۔ حاجتوں اور مشکلوں میں اہلِ قبور کو پکارتے ہو ــــ! باوجود حضورؐ کے منع کرنے کے کیوں منع نہیں ہوتے ہو؟ آپ کے روکنے سے کیوں رکتے نہیں ہو؟ روضۂ اقدس پر یہ کام نہ ہوں ــــ اور آپ امتیوں کے مزاروں پر یہ کام کریں ــــ انصاف سے بتائیں ــــ کیا جواب دیں گے آپ اللہ کو اور کون سا منہ دکھائیں گے آپ شافعِ روزِ جزا صلی اللہ علیہ وسلم کو؟

کیا اُمت کے ولیوں اور بزرگوں کے روضے روضۂ اقدس سے زیادہ عزت والے روضے

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس سے زیادہ عزت والے ہیں؟ کہ ان کے روضوں پر عرس ہوں، نذریں نیازیں لائی جائیں، مصائب میں اہلِ قبور کو پکارا جائے۔ ان کے روضوں پر سجدے اور طواف کئے جائیں لیکن روضۂ اقدس پر ان کاموں میں سے کوئی بھی نہ ہُوا۔

آخر کیوں؟ کیوں نہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے روضۂ اقدس کی مجاوری کرکے اس پر عرس کیا — نذروں نیازوں، سجدوں، طوافوں پر زور دیا؟ کیوں نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مرقد اطہر پر یہ سب کام کئے۔ جو آج "عشاق" — قبروں پر کرتے ہیں؟ اور کیوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ روضۂ اقدس کی محبت کا ثبوت دینے سے محروم رہے۔

قبروں کی تجارت

سچی بات تو یہ ہے کہ قبروں پر میلے عرس، بھنڈارے کرنے، وہاں نذروں نیازوں کے انبار لگنے شرعاً ممنوع ہیں۔ حرام ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شمع رسالت کے پروانوں نے جو حضورؐ سے سارے جہان سے بڑھ کر محبت کرنے والے تھے — روضۂ پاک پر ہرگز یہ کام نہ کئے۔ دورِ حاضر کے لوگ محض آمدن کی خاطر یہ پاپڑ بیل رہے ہیں۔ قبروں کی تجارت کرکے دولت رول رہے ہیں۔ یہ ان لوگوں کا روزگار ہے روزگار! اگر یہ "دکانیں" ٹھپ ہو جائیں۔ تو خدا کے "پیارے" کہاں سے کھائیں؟ بھوکوں مر جائیں!!

مزاروں کو عبادت گاہ نہ بناؤ

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہیں اور یہ بیماری موت کی بیماری ہے۔ حضورؐ فرما رہے ہیں۔ اِنِّیْ مُفَارِقٌ لِلدُّنْیَا — "میں دنیا کو چھوڑنے والا ہوں۔" اس بیماری میں بڑی بڑی اہم وصیتیں فرمائی ہیں۔ قبر پرستی سے بار بار منع کر رہے ہیں۔ چنانچہ مزید ارشاد فرماتے جسے حضرت عائشہؓ صدیقہ، حضرت کعبؓ، حضرت جندبؓ وغیرہ متعدد راویوں

نے بیان کیا ہے۔ یہ ارشاد پاک بھی وفات سے پانچ دن پہلے کا ہے۔ صوفی، پیر، مرشد، گدی نشین، صاحبزادے اور مجاور حضرات توجہ سے سماعت فرمائیں۔ اللہ انہیں دل کے کانوں سے سننے کی توفیق دے۔ اور ان کے لئے عمل کے دروازے کھول دے۔

اَلَا وَ اِنَّ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ کَانُوْا یَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِیَاءِ ھِمْ وَ صَالِحِیْھِمْ مَسَاجِدَ، اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اِنِّیْ اَنْھَاکُمْ عَنْ ذَالِکَ۔ (صحیح مسلم)

(سنو! سنو!) خبردار! تم سے پہلے لوگوں نے اپنے نبیوں، ولیوں اور نیک لوگوں کی قبروں کو عبادت گاہیں بنا لیا تھا (ہوشیار ہو کر سنو! یاد رکھو) خبردار! تم قبروں کو سجدہ گاہیں، عبادت گاہیں نہ بنانا۔ (پھر سنو!) میں تمہیں اس کام سے بہ سختی تمام منع کرتا ہوں"

فریب نفس اس حدیث کو سن کر نفس کے بندے کہہ دیں گے، قبروں کی آمدن سے تنور شکم کو جھونکنے والے فرمائیں گے۔ ابھی ہم نے قبروں کو عبادت گاہیں نہیں بنایا ہوا ہے۔ ہم تو بزرگوں کی یاد قائم رکھنے کی غرض سے عرس کرتے ہیں۔ لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ یہود و نصاریٰ بھی تو اپنے بزرگوں کی یاد قائم رکھنے کی غرض سے قبروں پر میلے عرس لگا کر لاکھوں روپے اکٹھے کرتے تھے۔ دور دور سے لوگ آکر حاجت روائیوں کے لئے قبروں پر سجدے کرتے، طواف کرتے اور نذریں چڑھاتے تھے۔ آپ لوگ بھی قبروں پر یہی کام کرتے ہیں۔ ان کاموں کے کرنے سے قبریں عبادت گاہیں نہیں بنتیں

تو اور کس طرح عبادت گاہیں بنتی ہیں ؟ " بھولے بزرگو! ــــ ان ہی کاموں کے کرنے سے قبریں مساجد ــــ یعنی عبادت گاہیں ٹھہرتی ہیں ۔ اللہ سے ڈر کر توبہ کرو ۔ قبروں کی آمدن کھانی چھوڑ دو ۔ اور کوئی ذریعہ معاش اختیار کرو ۔ کچھ تو حضورؐ کی وصیت کا پاس کرو ۔ آپ نے بار بار بیماری کی حالت میں یہ وصیت فرمائی ہے ۔ فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ!

قبر پرستی اتنی بری اور خطرناک ہے جہنم میں لے جانے والی آفت ہے کہ حضورؐ کو اس کے متعلق کئی بار حکم پر حکم دینا پڑا چنانچہ اسی بیماری کی حالت میں ایک دن پھر ارشاد فرمایا ۔

قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَ النَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَآئِهِمْ مَسَاجِدَ ۔ (طبقات ابن سعد)

برباد کرے اللہ یہود و نصاریٰ کو ، کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہیں بنا لیا "

قبروں کی نذریں ، نیازیں کھانے ، ان پر سجدے ، طواف ، اعتکاف ، اور عرس رچانے والے یہود و نصاریٰ کے متعلق حضورؐ نے " اللہ لعنت کرے " " برباد کرے " " پھٹکارے " " غارت کرے " کے الفاظ استعمال کئے ہیں ۔ سوچئے ۔ کہ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم جن فعلوں پر لعنت پھٹکار ، بربادی ، غارت بھیجیں ــــ وہ فعل کتنے برے ، زبوں اور جہنم بردوش ہو سکتے ہیں ؎

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے ناامیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

لے کسی بزرگ کا مزار بذاتہ بت نہیں ہوتا ۔ جب کوئی اس پر سجدہ ، رکوع ، (باقی ص۲۰۶ پر دیکھیں)

وفات سے تین روز قبل

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبْلَ مَوْتِہٖ بِثَلَاثٍ اَلَا لَا یَمُوْتُ اَحَدٌ مِّنْکُمْ اِلَّا وَھُوَ یُحْسِنُ بِاللّٰہِ الظَّنَّ۔ (طبقات)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے وفات سے تین روز پہلے فرمایا۔ خبردار! ہر ایک تم میں سے وفات تک اللہ تعالیٰ سے خلوص دل سے نیک گمان رکھے۔"

خدا سے حسن ظن رکھیں

خدا تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ بڑا مہربان ہے۔ ماں، باپ، رشتہ داروں، اور سارے جہان سے بڑھ کر اپنے بندہ کا خیر خواہ ہے اور اس کے ساتھ شفقت کرنے والا ہے۔ ایسے، رحیم، کریم، رب، غفور، ستار، معبود کے ساتھ بندے کو تازیست نیک گمان رکھنا چاہیئے۔ کبھی اس پر بدگمانی نہیں کرنی چاہیئے۔ جو سلوک بھی خدا بندے سے کرے اُسے اپنے حق میں بہتری پر محمول کرے اور کبھی بدظنی کو راہ نہ دے۔ حضورؐ پر نور بندہ ہونے کی حیثیت سے اپنے حقیقی مالک اور مختارِ کُل آقا کے سامنے یوں اظہار عبودیت کرتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ) قیام اور طواف کرتا ہے۔ اس پر نذر نیاز چڑھاتا ہے۔ صاحب قبر کو پکارتا، مصائب میں اس سے فریاد کرتا ہے۔ تو یہ عبادت کے کام اللہ کے سوا — اس غیر اللہ کے لئے کرنے کے سبب وہ اس کے لیئے بت قرار پاتا ہے۔ ان ہی معنوں میں حضورؐ نے فرمایا تھا۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُّعْبَدُ الخ میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی پرستش کی جائے۔ معلوم ہوا جس کی پرستش کی جائے وہ پرستار کا بت بن جاتا ہے۔ (صادق)

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ نَاصِیَتِیْ بِیَدِكَ مَاضٍ فِیَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَآؤُكَ۔ (حزب)

اے اللہ! میں تیرا غلام ہوں اور بیٹا تیرے غلام کا ہوں۔ اور بیٹا تیری لونڈی کا ہوں۔ میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے۔ جاری ہے میرے حق میں حکم تیرا۔ انصاف ہے میرے حق میں فیصلہ تیرا۔"

حضورؐ کے الفاظ پر غور کریں۔ اللہ کی جناب میں عرض کرتے ہیں کہ میں تیرا غلام ہوں۔ تیرے غلام کا بیٹا ہوں۔ یعنی میرا باپ بھی تیرا غلام، تیری لونڈی کا بیٹا ہوں یعنی میری ماں بھی تیری لونڈی۔ یعنی حضرت آدمؑ تک سب تیرے غلام اور حضرت حوّا تک سب عورتیں تیری لونڈیاں ہیں۔ کسی کو تیری غلامی سے مفر نہیں۔ سب ہی تیرے عاجز اور محتاج بندے ہیں۔ اور ان سب میں سے ــــ میں (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) بھی تیرا ایک بندہ اور غلام ہوں۔ اور اتنا محتاج اور عاجز ہوں کہ میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے۔ یعنی تیرے آگے محض بے بس ہوں۔ تیرے قبضے میں مسخر مطیع منقاد اور بے اختیار ہوں۔ جب میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہوئی تو پھر تیرے آگے میرا کوئی زور، اختیار اور بس نہ رہا۔ میرے اللہ! تیرا حکم میرے حق میں جاری ہے یعنی تو وہ مختارِ کُل اور قادرِ مطلق حاکم ہے کہ میرے حق میں تیرا حکم ہر حال میں جاری ہے۔ تیرے حکم کے اجراء کو میں ایک لمحہ کے لئے بھی روک نہیں سکتا، پلک مارنے تک ٹال نہیں سکتا۔ اور اے مالکِ حقیقی! میرے حق میں تیرا فیصلہ عدل ہے۔ یعنی جو فیصلہ بھی تو میرے حق میں کرے عین عدل ہے۔ کتنا حسن

ظن ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ پر کہ اللہ کے حکم سے سرتابی کی مجال نہیں۔ اور اللہ کے ہر فیصلے کو اپنے حق میں عدل مانتے ہیں گویا ذاتِ برحق پر ہر حال میں حسن ظن رکھتے ہیں۔ بدظنی کو کبھی دخل نہیں یہی چیز اپنی آخری بیماری میں آپؐ نے اُمت کو سکھائی ہے کہ اللہ پر تمام زندگی نیک گمان ہی رکھنا۔ کتنی پاکیزہ تعلیم ہے۔ اور خالق و مخلوق کا کتنا خوبصورت مابہ الامتیاز ہے۔ سبحان اللہ! رحمت للعالمینؐ کے سوا بندے کو حقِ غلامی ادا کرنے کا ایسا درس اور کون دے سکتا ہے؟ صلی اللہ علیہ وسلم!

اُمت کے نام آخری پیغام

چودہ روز کی بیماری میں آپ نے بہت سی وصیتیں صادر فرمائیں۔ بڑے بڑے اہم احکام بیان فرمائے ضروری باتیں اُمت کو بتائیں۔ جن میں مختصر طور پر آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اب آپ حضورؐ انورؐ کی آخری وصیت سنیں۔ ارشاد ہوتا ہے:-

اَلصَّلٰوۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ۔ (طبقات)

نماز اور اپنے ماتحتوں (عورتوں، بچوں، لونڈیوں، غلاموں، نوکروں) کی حفاظت کرنا۔"

نماز اور عورتوں کی حفاظت

مسلمان بھائیوں کو غور کرنا چاہیئے کہ رسولِ خداؐ کی آخری وصیت نماز کی حفاظت اور ماتحتوں (عورتوں، بچوں، نوکروں وغیرہ) کے ساتھ نیک سلوک کرنے سے متعلق تھی پھر ہمیں چاہیئے کہ آج ہی صدقِ دل سے خدا کے ساتھ عہد کر لیں کہ کبھی نماز ترک نہ کریں گے۔ اور بڑی

حفاظت اور توبہ سے پڑھیں گے اور اپنے اخلاق کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنے کی سعی کریں گے۔

اور مردوں کو چاہیئے کہ عورتوں سے متعلق حضورؐ کی وصیت کا پورے طور سے خیال رکھیں۔ ان پر ظلم زیادتی نہ کریں انہیں اچھا کھلائیں، اچھا پہنائیں اور خوش حال رکھنے کی پوری کوشش کریں کہ حضرتِ انورؐ آخری وقت بھی عورت سے نیکی خیر خواہی، اور نرمی کرنے کی وصیت فرما گئے ہیں۔

رسولِؐ رحمت کا آخری کلمہ

حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ تندرستی کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نبی کی روح ہرگز قبض نہیں کی جاتی یہاں تک کہ دکھائی جاتی ہے اس کو جگہ اُس کی۔ (یعنی بہشت میں بلند منزل) پھر اختیار[1] دیا جاتا ہے اس کو (دنیا میں رہنے کا یا اللہ کے پاس جانے کا) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کا وقت آیا (یعنی موت کی نشانیاں دکھائی دیں) تو حضورؐ کا سر مبارک میری ران پر تھا۔ غُشِيَ عَلَيْهِ۔ حضورؐ بے ہوش ہو گئے۔ ثُمَّ أَفَاقَ۔ پھر (جب) ہوش میں آئے۔ فَأَشْخَصَ بَصَرَهُ إِلَى السَّقْفِ۔ پھر نگاہ اُٹھائی آپ نے طرف چھت کے۔ ثُمَّ قَالَ

---

[1] انبیاء کی عزت اور بزرگی کے اظہار کے لئے خدا بذریعہ جبریلؑ ان کو وفات کے قریب پوچھتا ہے کہ ہمارے پاس آنے یا دنیا میں رہنے کا تم کو اختیار دیا جاتا ہے۔ دونوں امروں میں کون سا پسند کرتے ہو۔ انبیاءؑ خدا کے پاس جانا ہی پسند کرتے ہیں۔ حضرت اکرمؐ سے بھی یہ بات دریافت کی گئی تو حضورؐ نے رفیقِ اعلیٰ کو ہی پسند کیا! (صادق)

اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی ـــ پھر فرمایا۔ اختیار کیا میں نے رفیقِ اعلےٰ کو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ میں نے کہا۔ اب حضورؐ اختیار کرنے اُس عالم کو، نہیں اختیار کریں گے ہم کو۔ اور میں (حضرت عائشہؓ) نے پہچان لیا۔ کہ یہ (رفیقؒ اعلیٰ کو اختیار کرنا) اشارہ ہے اس حدیث کی طرف ـــ جو تندرستی میں آپؐ نے کہا تھا کہ نبی کی روح ہرگز قبض نہیں کی جاتی۔ یہاں تک کہ دکھائی جاتی ہے اس کو جگہ اس کی (بہشت میں) پھر اختیار دیا جاتا ہے اس کو (یعنی حضورؐ نے چھت کی طرف نگاہ اُٹھا کہ اپنی جگہ بہشت میں دیکھ لی ہے اور رفیقِ اعلےٰ کو اختیار کر لیا ہے) حضرت عائشہؓ آگے فرماتی ہیں۔ فَکَانَ اٰخِرُ کَلِمَۃٍ تَکَلَّمَ بِھَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَوْلَہٗ اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی۔ پس حضرت انورؐ کا آخری کلمہ جو زبان مبارک سے نکلا وہ یہ تھا۔ اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی "یا الٰہی! اختیار کیا میں نے رفیقِ اعلیٰ کو۔" (بخاری، مسلم)

دستِ مُبارک جھک گیا

حضرت عائشہؓ روایت کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ خدا کی مجھ پر جو خاص نعمتیں ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میرے گھر میں میری نوبت میں ہوئی (وفات کے قریب)

لہ رفیق اعلیٰ اسم جنس ہے۔ اس سے مراد ایک بھی اور بہت بھی ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ رفیق اعلےٰ سے مراد اللہ رب العزت، بھی ہو سکتی ہے کہ حضورؐ نے بہ مقابلہ دنیا کے اللہ کو اختیار کیا۔ اور مراد اعلےٰ علیین کے ساکن حضرات انبیاء علیہم السلام بھی ہو سکتے ہیں۔ نیز عالم ملکوت بھی مراد لی جا سکتی ہے۔ الحاصل حضورؐ نے خدا کا پیغام اجل آنے پر دنیا میں رہنے سے ملاءِ اعلیٰ کو پسند کیا۔ اللہ کے پاس جانے کو اختیار کیا! (صادق)

حضورؐ کے سامنے ایک برتن پانی سے بھرا ہُوا پڑا تھا۔ حضورؐ (شدت حرارت کے باعث) اپنے دونوں ہاتھ اس میں داخل کرتے اور چہرۂ مبارک پر پھیرتے تھے اور کہتے تھے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَکَرَاتٌ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، بے شک واسطے موت کے سختیاں ہیں۔ ثُمَّ نَصَبَ یَدَہٗ فَجَعَلَ یَقُوْلُ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی حَتّٰی قُبِضَ وَ مَالَتْ یَدُہٗ۔۔۔ پھر حضورؐ نے (بطور دعا کے) اپنا ہاتھ اٹھایا اور (زبان مبارک سے) کہنا شروع کیا۔ شامل کر مجھ کو رفیق اعلیٰ میں۔ یہاں تک آپ کی روح قبض کی گئی اور دستِ مبارک جھک گیا، گر پڑا۔

(بخاری شریف)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ط اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ط

روزۂ رمضان کی فرضیت

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ط فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ط (پ۲ ع ۷)

"اے ایمان والو! فرض کیا گیا ہے تم پر روزہ، جیسے فرض کیا گیا ہے تم سے اگلوں پر، تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ (روزے) کئی دن کی گنتی کے ہیں۔ پھر جو کوئی تم میں سے بیمار یا سفر میں ہو تو لازم ہیں۔ اتنے (فوت شدہ) روزے اور دنوں سے"

مُلاحظہ:۔ اس آیت سے رمضان کے روزوں کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔ جس طرح پہلی اُمتوں پر فرض تھا۔ اسی طرح ہم پر فرض ہے۔ رمضان المبارک کے روزہ کا تارک کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اور منکر اس کا کافر ہے اس لئے بغیر عذر شرعی کسی مسلمان کو ترکِ صوم روا نہیں۔ مسافر ہو یا بیمار جو کوئی سفر یا مرض کے باعث روزہ نہ رکھ سکے تو اسے چاہیئے کہ مقیم اور تندرست ہو کر اتنے دنوں کی قضا کرے۔

رمضان کے روزوں کی فرضیت اور تاکید کے متعلق ایک اور ارشادِ خداوندی ہوتا ہے:۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى

لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۖ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝

(پ ۲ ع ۷)

رمضان کا مہینہ (ہی) ہے جس میں قرآن (لوحِ محفوظ سے بیت العزت میں) اترا ہے۔ جو لوگوں کو (اسلام کی) راہ دکھانے والا، ہدایت کی کھلی نشانیاں اور (قیامت تک زندہ) معجزہ ہے۔ پھر جو کوئی تم میں سے رمضان کے مہینے کو پائے۔ تو وہ سارا مہینہ روزہ رکھے۔ اور جو کوئی بیمار یا مسافر ہو۔ وُہ (بحالتِ مرض یا سفر روزہ نہ رکھے اور چھوڑے ہوئے روزوں کو) گن کر (سوائے رمضان کے) اور دنوں میں رکھ لے۔ خدا تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور نہیں چاہتا تم پر سختی تاکہ تم (رمضان کے روزوں کی) گنتی پوری کرو۔ اور خدا کو بہت بزرگی سے یاد کرو۔ کہ اس نے تم کو (اسلام کا) راستہ دکھایا۔ اور تاکہ تم (اس طرح خدا کا) شکر کرو۔"

مُلاحظہ:۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ رمضان المبارک ایسے بابرکت مہینے میں قرآن کا نزول ہُوا ہے۔ یک بارگی، لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا کے بیت العزت میں اُترا ہے اور پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا ضرورت کے مطابق تئیس سال میں رحمت للعالمینؐ پر وحی کی

صورت میں نازل ہو کر دنیا والوں کو ملا ہے۔ یہ قرآن کیا ہے ؟ ہدایت کی واضح آیات — مہر نیمروز سے روشن نشانیاں — اور لازوال معجزہ ہے اور پھر فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ سے رمضان کا پورا مہینہ روزہ رکھنے فرض ثابت ہوتے ہیں۔ بعینہ جس طرح نماز، زکوٰۃ، اور حج فرض ہے۔ اسی طرح روزۂ رمضان فرض ہے۔ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ توحید و رسالت کی شہادت صدق دل کے ساتھ، نماز، زکوٰۃ، حج، روزہ، جس طرح دیگر ارکانِ اربعہ کے بغیر مسلمانی لاشی ہے۔ اسی طرح روزہ کے فقدان سے اسلام جواب دے جاتا ہے۔ اگر ترک نماز سے دین کا سقفِ مرفوع گر پڑتا ہے۔ تو روزہ کے چھوڑنے پر بھی دین کی چار دیواری دھڑام سے زمین پر آ پڑتی ہے۔

سحری کھانا

تَسَحَّرُوا فَاِنَّ فِي السَّحُوْرِ بَرَكَةً (بخاری)

حضورؐ فرماتے ہیں۔ سحری کھاؤ۔ اس لئے کہ سحری کھانے میں بہت برکت ہے۔"

صحیح مسلم میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں کے درمیان سحری کھانا حدِ فاصل ہے۔

غیر مقبول روزہ

حضرت ابی ہریرۃؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ۔ (بخاری)

جو شخص نہ چھوڑے جھوٹ بولنا اور برا کام کرنا (روزہ رکھ کر) تو خدا تعالیٰ اس کے کھانے اور پینے کے چھوڑنے کی کچھ پرواہ

نہیں کرتا۔"

حدیث کی تعلیم:۔ باطل کلام وہ ہوتا ہے جس سے گناہ لازم آئے مثلاً جھوٹی گواہی دینا، افترا کرنا، غیبت کرنا، بہتان باندھنا، گالی دینا، جھوٹی قسم کھانا، وعدہ خلافی کرنا، جھوٹ بولنا وغیرہ۔ جو شخص روزہ رکھ کر ان کاموں سے باز نہ آئے گا خدا تعالیٰ اس کے روزے کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ جب اللہ پرواہ نہ کرے۔ توجہ نہ کرے۔ تو وہ روزہ کس کام کا ہوا۔ معلوم ہُوا کہ کھانے پینے کے علاوہ ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان اور زبان کا روزہ بھی ضرور رکھنا چاہیئے۔ بُری باتوں اور بُرے کاموں سے اجتناب چاہیئے۔ سحری اور افطار کا کھانا بھی رزقِ حلال سے ہو۔ نماز روزہ اور تراویح کی بھی پابندی کی جائے پھر روزہ خدا کے فضل سے قبول ہو گا۔

اگر روزہ رکھ کر اعضاء اور جوارح کو کھلی چھٹی دے دی جائے کھانے پینے میں حلال و حرام کی تمیز نہ کی جائے اور "بد پرہیز" بن کر روزہ رکھے تو یہ روزہ نہیں محض فاقہ ہے۔ چنانچہ حضورؐ فرماتے ہیں :۔

كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهٖ إِلَّا الظَّمَأُ

(دارمی)

"بہت روزہ دار ایسے ہیں کہ ان کو ان کے روزے سے سوائے پیاسا رہنے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔"

یہ "بد پرہیز" "شتر بے مہار" روزہ دار ہیں۔ جن کا روزہ محض بے سود ہے۔ سارا دن پیاسے بھی رہے۔ بھوک بھی کاٹی، لیکن روزہ روزہ نہ ہُوا اللہ راضی نہ ہُوا۔

مسافر، مرضع اور حاملہ

حضرت انس بن کعبیؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

إِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ شَطْرَ الصَّلٰوةِ وَ الصَّوْمَ عَنِ الْمُسَافِرِ وَ عَنِ الْمُرْضِعِ وَ الْحُبْلٰى۔ (ابوداؤد، ترمذی)

خدا تعالیٰ نے (سفر میں) مسافر سے آدھی نماز موقوف کر دی اور معاف کر دیا مسافر سے، دودھ پلانے والی سے اور حمل والی سے روزہ"

حدیث کی تعلیم:۔ مسافر سفر میں روزہ چھوڑ سکتا ہے۔ مقیم ہو کر چھوٹے ہوئے روزے پورے کرے اسی طرح دودھ پلانے والی اور حاملہ کو بھی روزہ معاف ہے۔ ہاں عذر کے بعد قضا کریں۔

روزہ توڑنے کا کفارہ

صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور مجامعت سے باز رہنے کا نام روزہ ہے۔ جو شخص روزہ رکھ کر ان میں کسی فعل کا جان بوجھ کر مرتکب ہو گا۔ تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اسی طرح روزہ توڑنے والے پر کفارہ لازم آتا ہے کہ وہ حضورؐ کے ارشاد کے مطابق:۔

ایک غلام آزاد کرے یا دو ماہ کے روزے رکھے یا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلائے۔ (مشکوٰۃ باب تنزیہ الصوم)

بھولے سے کھانا پینا

حضرت ابی ہریرۃؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

جو روزہ دار بھول کر کھا پی لے۔ اُسے چاہیئے کہ اپنا روزہ پورا کرے (کہ ٹوٹا نہیں ہے) کیونکہ اسے اللہ نے کھلایا پلایا ہے۔"
(بخاری، مسلم)

روزہ کے متفرق مسائل

(۱) روزہ میں سرمہ لگا سکتے ہیں۔ (ترمذی)

(۲) مسواک کر سکتے ہیں۔ (ترمذی)

(۳) شدتِ تپش میں بار بار سر پہ پانی ڈال سکتے ہیں۔ تولیہ رومال وغیرہ پانی سے بھگو کر سر منہ پر رکھ سکتے ہیں۔ روزہ میں کوئی خلل نہیں آتا۔
(ابوداؤد)

(۴) قے خود بخود آ جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (ترمذی)

(۵) بحالتِ روزہ احتلام ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (ترمذی)

(۶) جو شخص (حلق میں انگلی ڈال کر) قے لائے۔ اس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ وہ قضا کرے۔ (ترمذی)

(۷) بیوی سے بوس و کنار کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (ترمذی)

(نوٹ) اگرچہ بیوی کا بوسہ لینے سے روزہ ہرگز نہیں ٹوٹتا لیکن تقوے اور احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس خواہش کو دبا ہی دیا جائے ایسا نہ ہو کہ اس "رخصت" کے بعد پھر "ممانعت" پر "قدرت" نہ رہے اور کئے کرائے پہ پانی پھر جائے۔

(۸) حیض اور نفاس والی عورتیں اپنے ان ایام میں روزہ نہ رکھیں اور جتنے روزے رہ جائیں۔ رمضان کے بعد کسی مہینے میں رکھ لیں۔ (مشکوٰۃ)

(۹) شیخ فانی ــــ بوڑھا پھوس ــــ جس میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ رہی ہو۔ روزہ نہ رکھے۔ اسے معاف ہے۔ ہاں ہر روزہ کے بدلے ایک

مسکین کو کھانا کھلاتا رہے۔ (الروضۃ الندیہ)

(۱۰) رمضان کی راتیں میاں بیوی کے لئے حلال ہیں۔ (قرآن)

(۱۱) حضورؐ نے فرمایا جو شخص بلا عذرِ شرعی، رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دے گا۔ وہ اگر تمام عمر (نافلہ) روزے رکھے تو اس (فرض روزے) کے گناہ کی تلافی نہیں ہو گی۔ (بخاری)

(۱۲) حضورؐ نے فرمایا۔ جو شخص رمضان کا روزہ رکھ کر (بلا وجہ) توڑ دے گا۔ اس کو دوزخ میں معلق لٹکایا جائے گا اس کی باچھیں چیری جائیں گی اور وہ کتے کی طرح چیخے گا۔ (ابن خزیمہ)

(۱۳) حضورؐ نے فرمایا جو شخص رمضان میں بھی خدا کو خوش نہ کرے وہ بڑا بدبخت ہے۔ (ابن حبان)

(۱۴) حضورؐ نے فرمایا۔ مسلمانوں پر رمضان سے بہتر اور منافقوں پر اس سے بدتر اور کوئی مہینہ نہیں آیا۔ (ابنِ خزیمہ)

ملاحظہ:۔ رمضان کے روزوں کی قرآن سے صرف فرضیت ثابت ہوتی ہے۔ رمضان کی فضیلت، روزوں کے احکام و مسائل، تراویح، فطر اور دیگر بہت سے متفرق مسائل صرف حدیث سے مل سکتے ہیں۔ قرآن کی تشریح، تفسیر اور قرآنی احکام پر عمل کی تمام صورتیں رحمتِ عالمؐ کے اقوال و افعال میں ہی نظر آ سکتی ہے[1]۔

ملاحظہ:۔ ہم نے اس کتاب میں سارا دین صرف احادیث سے

---

[1] رمضان کے فضائل اور روزوں کے تمام مسائل و احکام لیلۃ القدر، نماز عیدین، شب برات نماز تراویح، قربانی اور نفل روزوں اور فضائل قرآن پر ہماری دو صد صفحات کی مکمل اور مدلل کتاب "تجلیات رمضان" ملاحظہ فرمائیں۔

بیان کرنا ہے کہ مسلمان پیدائش سے لے کر موت تک حدیث کی گود میں ہے اس سے پہلے ماں کے پیٹ سے لے کر بالغ ہونے تک زندگی حدیث کی فضا میں پروان چڑھ چکی ہے ارکانِ خمسہ کی عملی صورتیں سنت کی روشنی میں دیکھ چکی ہے اور اب توحید و رسالت کو مان کر۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے عمل کی شاہراہ پر گامزن ہے۔

فریضۂ حج کے ضمن میں حضورؐ کے آخری حج کے ارشادات اور مرض الموت کی نصائح بھی بیان ہو چکی ہیں۔ بچے نے بالغ ہو کر ارکانِ خمسہ کی تعلیم کے ساتھ ان "جواہرات" سے بھی اپنا دامن عمل بھر لیا ہے اب ہم اس کی اخلاقی اصلاح کے لئے چند ارشاداتِ نبویؐ بیان کرتے ہیں تاکہ جوانی کی موجوں کے تھپیڑوں سے اس کی زندگی سلامت رہے۔

ادب و اخلاق کا درس حدیث

والدین کی نافرمانی کبیرہ گناہ ہے!

حضرت ابوبکرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا میں تمہیں سب سے بڑھ کر کبیرہ گناہ نہ بتاؤں؟ ہم (صحابہؓ) نے عرض کیا فرمائیے ارشاد فرمایا:۔

خدا کے ساتھ کسی کو شریک لانا۔ والدین کی نافرمانی کرنی، جھوٹی گواہی دینا۔ (بخاری)

ملاحظہ:۔ والدین کی نافرمانی اتنا بڑا کبیرہ گناہ ہے کہ حضورؐ نے اس کو شرک کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس سے ماں باپ کی نافرمانی کے گناہ کا آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ خبردار! والدین کی (معروف) میں بصد جان تابعداری کرنی چاہیئے اور نافرمانی کرکے خدا کی ناراضی اور غضب کو مول نہیں لینا چاہیئے۔ ماں باپ کا ہر حکم (جو خلافِ شریعت نہ ہو) سر آنکھوں پر رکھنا اور اس پر عمل کرنا چاہیئے۔

چغل خوری کی ممانعت

حضرت حذیفہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

چغلخور جنت میں نہیں جائے گا۔

ملاحظہ:۔ کسی کے اندر فی الواقع جو عیب پایا جائے اس کی غیر حاضری میں وہ عیب بیان کرنا چغل خوری (غیبت) کہلاتا ہے۔ شریعت نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ خبردار! کبھی کسی کی غیبت نہ کرنا۔

اور اگر کسی کی طرف وہ عیب یا بُرائی منسوب کریں۔ جو اس میں پائی نہ جاتی ہو۔ تو یہ بہتان ہے جو غیبت سے بھی بُرا ہے۔ اس سے سخت پرہیز کریں۔

دو رخا آدمی

حضرت عمارؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس کے دنیا میں دو مُنہ ہوں گے۔ قیامت کو اس کے لئے آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔ (ابوداؤد)

مُلاحظہ۔ دو رُخا آدمی وہ ہوتا ہے جو دو رُخی پالیسی اختیار کرتا ہے جس کے سامنے جائے اسی کی بات کرے۔ سچ، جھوٹ، حق ناحق کی کوئی تمیز نہ کرے۔ دو منہ ہونے کے یہ معنی بھی ہیں کہ زید کے پاس گیا تو اس کی تعریف شروع کر دی۔ اور جب بکر کے پاس گیا۔ تو زید کی مخالفت کرنے لگ گیا۔ گویا اس کے دو منہ ہوئے۔ اللہ اس کو قیامت کے دن دو زبانیں آگ کی دے گا۔

شیریں سخنی

حضرت عدیؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

دوزخ سے بچو! خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر (ہی بچو) اور یہ بھی نہ ملے تو شیریں سخنی یعنی میٹھی بات کر کے ہی سہی۔ (بخاری)

ہمسایہ کو تکلیف نہ دو

حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جس شخص کا قیامت اور اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے وہ اپنے ہمسایہ کو تکلیف نہ دے۔" (بخاری)

حضرت ابو شریح کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
" خدا کی قسم! مومن نہیں۔ خدا کی قسم! مومن نہیں۔ پوچھا گیا۔
اے رسول اللہ! کون؟ آپ نے فرمایا۔ وہ شخص جس کا
ہمسایہ اس کی ایذاؤں سے محفوظ نہ ہو" (بخاری)

حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے

حضرت ابی ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
" حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو
جلا دیتی ہے۔" (ابوداؤد)

اخوت اور بھائی بندی

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرے۔ اور نہ (طاقت رکھتے ہوئے) اس کو مصیبت میں چھوڑے۔ جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرتا ہے۔ خدا اس کی ضرورت کو پوری کرتا رہتا ہے۔ جو (قدرت اور سامان رکھتے ہوئے) اپنے بھائی سے سختی دور کرتا ہے اللہ قیامت کے دن اس کی سختی دور کرے گا۔ جو شخص مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا۔ خدا قیامت کو اس کے عیبوں پر پردہ ڈالے گا۔" (ابوداؤد)

مسلمان کو گالی نہ دو

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
" مسلمان کو گالی دینی خدا کی نافرمانی ہے۔ اور اس کو قتل کرنا
کفر ہے۔" (بخاری)

بدترین آدمی

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

وہ بدترین انسان ہے کہ جس کی بد زبانی کے ڈر سے لوگ اس کو (ملنا) چھوڑ دیں۔" (بخاری)

بھائی بھائی بن جاؤ

حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

بدگمانی سے بچتے رہو کیونکہ بدگمانی بہت جھوٹی بات ہے۔ (اور) لوگوں کی عیب جوئی نہ کرو، آپس میں ایک دوسرے کا حسد نہ کرو، باہم بغض نہ رکھو، ایک دوسرے کی طرف پیٹھ کر کے نہ بیٹھو، سب خدا کے بندے اور بھائی بھائی بن جاؤ۔" (بخاری شریف)

ہمیشہ سچ بولو

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سچ بولنا نیکی کا راستہ بتاتا ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے اور آدمی سچ بولتے بولتے صدیق بن جاتا ہے اور جھوٹ بولنا نافرمانی کا راستہ دکھاتا ہے اور نافرمانی دوزخ میں لے جاتی ہے اور آدمی جھوٹ بولتے بولتے اللہ کے ہاں کذاب لکھا جاتا ہے (بخاری)

منافق کی تین نشانیاں

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ (پہلی)، (جب بھی) بات کرے تو جھوٹ بولے۔ (دوسری) وعدہ کرے تو (کبھی) پورا نہ کرے۔ (تیسری) اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ (بخاری شریف)

غصہ پینے والا پہلوان ہے

حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پہلوان وہ نہیں ہے جو لوگوں کو پچھاڑتا ہے بلکہ پہلوان وُہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ پر ضبط رکھتا ہے۔ (بخاری)

حیاء ایمان کی شاخ ہے

حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیاء ایمان کی شاخ ہے۔ حضرت ابو مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پہلے انبیاء کی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ جب تجھ میں حیاء نہ رہے تو جو جی چاہے کرو۔" (بخاری شریف)

سلام عام کرو

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ (آپس میں ایک دوسرے کو) کھانا کھلایا کرو۔ (دعوتیں کیا کرو تاکہ محبت بڑھے) اور جس کو پہچانو، اس کو بھی اور جس کو نہ پہچانو اس کو السلام علیکم کرو۔ (بخاری شریف)

تین دن سے زیادہ ناراضی

حضرت ابو ایوب انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کو (نفسانی رنج کی وجہ سے) تین دن سے زیادہ چھوڑ دے۔" (بخاری)

یعنی اگر کسی مسلمان بھائی سے ناراضی ہو جائے تو تین دن سے زیادہ نہیں رکھنی چاہیئے۔ ہاں بغضِ اللہ کی بنا پہ رنجش رکھی جا سکتی ہے۔

چوسر کھیلنا حرام ہے

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص چوسر کھیلے۔ اس نے گویا اپنا ہاتھ (جس سے چوسر کھیلتا ہے) خنزیر کے گوشت اور لہو میں ڈالا۔ (ابوداؤد)

ایفائے وعدہ اور عذر

حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص اپنے بھائی سے وعدہ کرے اور (وعدہ کرتے وقت) اس کی نیت ایفائے وعدہ کی ہو پھر وہ کسی (معقول) وجہ سے پورا نہ کر سکے یا اپنے وعدہ پر نہ آ سکے۔ تو (اس صورت میں) اس پر کوئی گناہ نہیں۔ (ابوداؤد)

جمائی کے وقت منہ پر ہاتھ

حضرت ابوسعیدؓ خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کسی کو جمائی آئے تو اسے چاہیئے کہ اپنا منہ (بائیں ہاتھ سے) بند کرے۔ (ابوداؤد)

محبت سے آگاہ کرنا

حضرت مقدام بن معدیکربؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص اپنے بھائی سے محبت رکھتا ہو تو اسے اس کو مطلع کر دینا چاہیئے۔ کہ میں تجھ سے محبت رکھتا ہوں۔ (ابوداؤد)

(نوٹ) اس دینی محبت کی اطلاع سے دوسرے کے دل میں بھی محبت پیدا ہو گی۔ رشتۂ دوستی اور بڑھے گا اور مستحکم ہو گا۔!

حسب نسب پر فخر کی ممانعت

حضرت ابی ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی نخوت و غرور اور آباؤ اجداد پر فخر کرنا دور (منع) کیا ہے۔ (سنو) مومن (صرف اعمالِ صالح کے لحاظ سے) نیک بخت ہے اور فاجر (صرف اعمالِ بد کے لحاظ سے) بدبخت ہے۔ (سنو!) تم سب آدمؑ کی اولاد ہو۔ اور آدمؑ مٹی سے پیدا کئے گئے تھے۔ (پس اس اصل کے لحاظ سے تم سب برابر ہو) اس لئے لوگوں کو اپنی قوموں پر فخر کرنا چھوڑ دینا چاہیئے۔ کیونکہ ان کے آباؤ اجداد (کفار) تو دوزخ کا کوئلہ ہیں۔ (پھر اگر یہ لوگ آباء پر فخر کرنا نہ چھوڑیں گے) تو خدا کے نزدیک اس کیڑے سے بھی ذلیل ہو جائیں گے۔ جو اپنی ناک سے گندگی دھکیلتا ہے۔ (ابوداؤد)

مَلاحظہ:۔ اخلاقی[1] زندگی کے سنوارنے اور بنانے کے لئے ہم اتنے بیان ہی پر اکتفا کرتے ہوئے نوجوانوں سے عمل کی درخواست کرتے ہیں۔ کہ عمل ہی سے زندگی بنتی ہے۔ بلوغت اور جوانی کے بعد نکاح کی ضرورت پڑتی ہے۔ قرآن مجید نے فَانْکِحُوْا ـــــ نکاح کرو ـــــ کہہ کر حکم دے دیا ہے اور حکم دے کر خاموش ہو گیا

[1] اسلامی اخلاق پر ہماری مکمل اور مدلل کتاب ۳۸۴ صفحات پر مشتمل "ریاض الاخلاق" ملاحظہ فرمادیں۔ جس پر پاک و ہند کے اخبار و جرائد ـــــ اور علمائے کرام بہترین تبصرے کر چکے ہیں۔ یہ کتاب ۴۰۰ سے زائد صحیح حدیثوں کا مجموعہ ہے۔ زندگی کے ہر ہر گوشہ میں رحمتِ عالم کے اقوال و افعال کی شمعیں جگمگ جگمگ کر رہی ہیں۔!

ہے۔ ہم اس نکاح کے حکم کی عملی صورت اور اس کے متعلقہ مسائل حدیث شریف سے بیان کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہم بچے کی پیدائش سے لے کر بلوغت تک سب احکام حدیث سے بیان کر چکے ہیں۔

نکاح کا بیان

نکاح کرنے کا ارشاد

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

یَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمُ الْبَاءَۃَ فَلْیَتَزَوَّجْ فَاِنَّہٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَ اَحْصَنُ لِلْفَرْجِ (بخاری ومسلم)

اے جوانوں کے گروہ! جو کوئی تم سے اسباب جماع (عورت کا نان ونفقہ اور مہر وغیرہ) کی طاقت رکھے۔ اسے چاہیئے کہ نکاح کرے۔ کیونکہ نکاح کرنا بہت ڈھانکتا ہے نظر کو (اجنبی عورتوں پر پڑنے سے) اور بہت محفوظ رکھتا ہے (حرام کاری سے) ستر کو"

ملاحظہ:۔ اس سے ثابت ہُوا کہ نکاح کرنا آنکھ اور ستر کو بدی اور حرام کاری سے بچاتا ہے اس لئے نوجوانوں کے نکاح کا جتنی جلدی ہو سکے انتظام کرنا چاہیئے۔

دنیا کی بہتر متاع

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَلدُّنْیَا کُلُّھَا مَتَاعٌ وَخَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا الْمَرْاَۃُ الصَّالِحَۃُ (مسلم)

دنیا تمام متاع ہے اور دنیا کی بہتر متاع نیک بخت عورت

ہے۔"

ملاحظہ :۔ اللہ کو توحید کے عقیدہ کے ساتھ ماننے والی (موحدہ) حدیث و سنت پر عمل کرنے والی خوش خلق، خاوند کی فرمانبردار اور خیرخواہ نیک بخت عورت کہلاتی ہے۔ لڑکی لڑکے کا رشتہ کرتے وقت دونوں کی دینداری اور خوش اخلاقی ضرور مدّ نظر رکھنا چاہیئے۔

اچھّی صفات کی عورت

حضرت ابی امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مؤمن نے خدا تعالیٰ کے تقوے کے بعد اپنے لئے نیک بخت اور خوب صورت بیوی سے (بڑھ کر) کوئی چیز حاصل نہیں کی۔ (ایسی بیوی) کہ اگر حکم کرے (خاوند) اس کو، فرمانبرداری کرے اس کی۔ اگر دیکھے طرف اس کے خوش کرے اس کو، اگر غائب ہو (خاوند) اس سے خیر خواہی کرے اس کی اپنے نفس میں، اور خاوند کے مال میں (خیر خواہی کرے کہ ضائع نہ کرے)۔" (ابن ماجہ)

عورت نصف دین ہے

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جب بندے نے نکاح کر لیا تو اپنا آدھا دین پورا کر لیا۔" (مشکوٰۃ)

ملاحظہ :۔ یہاں حضورؐ نے عورت کو مرد کا نصف دین فرمایا ہے کیونکہ عورت کے سبب مرد زنا، مقدمات زنا اور گندے خیالات سے بچتا ہے۔

کنواری بالغہ کا اذن

حضرت ابی ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

بالغہ کنواری لڑکی اپنے نکاح کے بارے میں پوچھی جائے۔ اگر خاموش رہے تو یہی ہے اذن اس کا اور اگر انکار کردے تو نہیں ہے جبر اس پر۔" (ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

ملاحظہ:۔ بالغہ لڑکی کا ولی (باپ) اگر اس کا نکاح کسی سے کردے تو نکاح کے وقت اس سے دریافت کر لینا چاہیئے کہ کیا اس کو باپ کا انتخاب پسند ہے۔ اگر خاموش رہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ اس رشتہ پر راضی ہے اور اگر انکار کردے تو پھر باپ بھی جبراً اس کا نکاح نہیں کرسکتا۔

بلا ولی کے نکاح نہیں

حضرت ابی موسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ۔ بغیر ولی (باپ کی اجازت) کے نکاح نہیں ہے۔" (احمد۔ ترمذی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

ملاحظہ:۔ اگر بالغہ لڑکی اپنے باپ (ولی) کی اجازت کے بغیر کسی جگہ نکاح کرلے۔ تو یہ نکاح ہرگز جائز نہیں ہے۔ اس سے اوپر کی حدیث میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ بالغہ کنواری کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر ولی نہیں کرسکتا۔ اس حدیث میں یہ ہے کہ بالغہ لڑکی اپنے ولی کی رضامندی کے بغیر از خود نکاح نہیں کرسکتی۔ اسلام کی تعلیم پر قربان جاؤ کہ نکاح کرتے وقت باپ کے لئے لڑکی کی رضا مندی حاصل کرنی ضروری قرار دی گئی ہے۔ تاکہ باپ کہیں چند صد یا چند ہزار روپیہ لے کر لڑکی "ڈبو" نہ دے۔ اور بالغہ لڑکی کے لئے بغیر باپ کی رضامندی کے خود بخود نکاح کرنا ناجائز ٹھہرایا، تاکہ

سول میرج کی بیخ کنی ہو جائے۔ اور لڑکی کالج گئی ہوئی، شام کو خاوند لے کر گھر نہ آ جائے۔

نکاح آشکارہ کیا جائے

عورت مرد دونوں تنہائی میں خود بخود نکاح نہیں کر سکتے بلکہ نکاح کے لئے اظہار ضروری ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اَعْلِنُوا النِّكَاحَ وَاجْعَلُوْهُ فِي الْمَسَاجِدِ۔ ظاہر اور آشکارا کیا کرو۔ اس نکاح کو اور (بلکہ شہرت کے لئے) نکاح کو مسجدوں میں کیا کرو۔" (ترمذی)

ملاحظہ:۔ نکاح کے لئے کم از کم دو گواہ ہونے ضروری ہیں۔ اور نکاح سے قبل ایک خطبہ مجلس نکاح میں پڑھنا چاہیئے کہ خطبہ پڑھنا مسنون ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں:۔

جس نکاح میں خطبہ نہ (پڑھا گیا) ہو۔ پس وہ مانند ہاتھ کٹے ہوئے کے ہے یعنی بے برکت ہے۔" (مشکوٰۃ)

خطبہ نکاح

ہم یہاں حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے پڑھا ہوا خطبہ نکاح درج کرتے ہیں۔ حضورؐ نکاح سے پہلے فرماتے تھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ ط

(پھر یہ تین قرآن کی آیتیں پڑھتے) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ

مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ا يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

تمام تعریفوں کے لائق (صرف) اللہ ہی ہے۔ ہم اس کی تعریفیں کرتے ہیں اور اس سے مدد چاہتے ہیں اور اس سے (گناہوں کے لئے) بخشش مانگتے ہیں۔ ہم اپنے نفس کی شرارتوں اور اپنے عملوں کی برائیوں سے اس کی پناہ طلب کرتے ہیں جس کو خدا ہدایت دے۔ اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ہے اور جسے وہ (اپنے در سے) دھتکار دے اس کے لئے کوئی ہادی نہیں ہے۔ میں (صدق دل سے) گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور (صدق دل سے) گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ (قرآنی آیتوں کا ترجمہ) اے لوگو، جو ایمان لائے ہو۔ ڈرو اللہ سے جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور مرنا اسلام پر ہی۔ (پ۴ ع۲) اور ڈرو اللہ سے جس کے نام سے مانگتے ہو آپس میں (یعنی کہتے ہو۔ اللہ کے واسطے یہ چیز دے دو) اور ڈرو قرابت (کی حق تلفی) سے، بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے۔ (پ۴ ع ۱۲) اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے اور کہو بات مضبوط، سنوار دے گا۔ (یعنی قبول کرے گا) تمہارے عملوں کو، اور بخشش دے گا تمہارے گناہوں کو۔ اور جس نے

اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کی۔ تو اُس نے بڑی کامیابی حاصل کر لی۔" (پ ۲۲ ع ۶)

ملاحظہ:۔ اس خطبہ میں حضورؐ نے جو تین آیتیں پڑھی ہیں۔ ان تینوں میں اللہ سے ڈرتے رہنے کا حکم آیا ہے۔ بات یہ ہے، کہ جب اللہ کا ڈر آدمی کے دل میں گھر کر لیتا ہے۔ تو پھر اس آدمی سے کسی قسم کی زیادتی یا ظلم نہیں ہو سکتا وہ ایک دوسرے کی حق تلفی نہیں کر سکتا۔ نکاح میں مرد اور عورت رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوتے ہیں اس کے بعد ان کے آپس میں حقوق قرار پاتے ہیں۔ عورت مرد کے دونوں خاندان بھی رشتہ داری کی صف میں آ کھڑے ہوتے ہیں اس لئے ان سب کو خطبہ نکاح میں اللہ سے ڈرتے رہنے کا سبق دیا ہے اور قرابت کی حق تلفی سے بھی ڈرایا ہے اور پھر ان تمام کاموں پر اللہ کو نگران ٹھہرایا ہے — خبردار! خدا تم پر ناظر و پاسبان ہے۔ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ کہ کون رشتہ داری کے حقوق پورے نہیں کرتا۔ خاوند کی حق تلفی کر کے عورت ظالم بن رہی ہے یا خاوند عورت کو پاؤں کی جوتی کہہ کر ذلیل کر رہا ہے۔ برادریوں کے افراد — کون کون وہ لوگ ہیں جو نفسانی اغراض کی بنا پر بھائیوں کو لڑا رہے ہیں اور تماشا دیکھ رہے ہیں۔ الحاصل خطبۂ نکاح میں حضورؐ نے ان آیتوں کو پڑھ کر میاں بیوی اور تمام حاضرینِ مجلس کو خوفِ خدا سے لرزایا ہے۔ اور تازیست اللہ کے احکام سے لرزہ بر اندام ہونے کا حکم سنایا ہے — آپس میں محبت، سلوک، اتفاق، اتحاد سے رہ کر — امانتِ حقوق کی ادائیگی پر زور دیا ہے۔

اس خطبہ کے بعد — ثُمَّ يَتَكَلَّمُ بِحَاجَتِهٖ — پھر کلام کرے ساتھ حاجت اپنی کے یعنی عقد نکاح کا ذکر کرے اور وہ عبارت ہے، ایجاب و قبول سے — کہ نکاح باندھنے والا — ولی کی اجازت لے کر پھر بالغہ لڑکی سے رضا مندی حاصل کرے۔ پھر خطبہ پڑھے، پھر مقررہ مہر[1] کا ذکر کرے۔ عورت کو مرد کی زوجیت میں دیدے۔ یعنی ایجاب و قبول کرادے۔

شادی میں اسراف و بدعات

بیاہ شادی پر حیثیت سے زیادہ خرچ نہ کریں۔ قرض نہ اٹھائیں۔ "ناک" کی خاطر مکان گروی نہ رکھیں۔ بلکہ سادہ طور پر نکاح کی سنت کو پورا کریں۔

اس موقع پر جاہلیت کی رسموں اور ہندوؤں کے رواجوں سے بچیں۔ باجا گاجا کی لعنت سے پرہیز کریں۔ پچاس روپیہ سے لے کر تین تین سو روپیہ تک باجے پر خرچ کرکے "اہل سنت" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی مول لیتے ہیں۔ گناہ کا ارتکاب کرکے اسراف کے جرم میں ماخوذ ہوتے ہیں۔ ناچ رنگ باجے گاجے کی معصیت رسولؐ کے علاوہ بعض لوگ دولہا کو کسی مزار پر لے جاکر سجدہ سلامی کراکر ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

دعوتِ ولیمہ

نکاح کے بعد ولیمہ سنت ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضورؐ نے زینب بنت جحش کے نکاح

---

[1] بعض لوگ کہتے ہیں کہ شرعی مہر ۳۲ روپے ہے۔ یہ غلط ہے۔ حسب حیثیت جتنا مہر مقرر کر لیا جائے وہی واجب الادا ہوتا ہے۔ (صادق)

پر لوگوں کا پیٹ گوشت اور روٹی سے بھر دیا۔

ولیمہ میں حاضری

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی تم میں سے دعوتِ ولیمہ میں بلایا جائے تو اسے اس دعوت میں حاضر ہونا چاہیئے۔" (بخاری۔مسلم)

ملاحظہ: اگر کھانے کی دعوتوں میں باجا گاجا، ناچ رنگ لہو و لعب ہو۔ تو نہ جائیں۔ کھانے کی دعوت اگر مشکوک یا کسبِ حرام سے سمجھی جائے تو بھی نہ جائیں۔ غیر اللہ کی نذر نیاز کا کھانا بھی مت کھائیں کہ نذر عبادت ہے اور عبادت غیر اللہ کی حرام ہے۔

میاں بیوی کے تعلقات

عورت سے نرمی کرو

حضرت ابی ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَيْرًا فَاِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ وَاِنَّ اَعْوَجَ شَيْئٍ فِي الضِّلَعِ اَعْلَاهُ فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهٗ كَسَرْتَهٗ وَاِنْ تَرَكْتَهٗ لَمْ يَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ۔ (بخاری، مسلم)

قبول کرو (مجھ سے) عورتوں کے حق میں وصیت بھلائی کی۔ اس لئے کہ عورتیں بلاشبہ پیدا کی گئی ہیں ٹیڑھی پسلی سے اور یقیناً بہت ٹیڑھی چیز پسلی میں اوپر کی پسلی ہے (کہ حضرت حوا آدمؑ کی اوپر کی پسلی سے پیدا ہوئی تھیں) پھر اگر تو پسلی کو سیدھا کرنے کا ارادہ کرے گا تو توڑ دے گا اس کو، اور اگر اس کو اس کے حال پر چھوڑ دے گا تو ہمیشہ ٹیڑھی رہے گی۔ پس قبول کرو عورتوں کے حق میں وصیت"

ملاحظہ:۔ حضرت اکرمؐ کے ارشاد کا یہ مطلب ہے کہ حضرت حوا آدم علیہ السلام کی اوپر کی پسلی سے (جو بہت ٹیڑھی ہے) پیدا[1]

[1] قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا۔ اور حضرت آدمؑ سے اس کے جوڑے (حوا) کو پیدا کیا۔ (صادق)

ہوئی تھیں۔ پس عورت کی اصل میں ٹیڑھا پن اور کجی ہے۔ اس ٹیڑھے پن کو کوئی دور نہیں کر سکتا۔ اگر دور کرنے کی کوشش بھی کی جائے تو یہ ٹیڑھی پسلی ٹوٹ جائے گی۔ مراد اس سے یہ ہے کہ طلاق ہو جائے گی جیسا کہ صحیح مسلم میں حضورؐ نے فرمایا ہے۔ وَكَسْرُهَا طَلَاقُهَا۔ اور اس (ٹیڑھی پسلی) کا توڑنا طلاق دینا ہے۔

ٹیڑھے پن کا مفہوم

عورت کی خلقت میں کجی سے یہ مفہوم ہے کہ وہ بہ مقابلہ مرد کے اعمال اور اخلاق میں کج اور ٹیڑھی ہے۔ من مانی کرنے والی ہے اپنی ضد ہٹ پر آ جائے تو ساری دنیا ایک طرف اور یہ حوا جائی ایک طرف ہو گی۔ اگر مرد چاہیں کہ اس کو بالکل سیدھا کریں۔ سولہ آنے اپنی تابع مرضی بنائیں تو ہرگز ایسا نہیں کر سکیں گے۔ انتہائی سختی کرنے سے مفارقت ہو جائے گی۔ پر حوا کی بیٹی اشاروں پر نہیں چلے گی۔ اس میں کوئی نہ کوئی نقص، کمی، کوتاہی، سقم، کسر اور خرابی ضرور رہے گی۔ چونکہ بغیر عورت کے مرد کی کوئی زندگی نہیں۔ وہ کسی کام کا نہیں۔ مرد عورت کے لئے لازمہ زندگی ہے۔ اس لئے اس کو چاہیئے کہ وہ محبت اور پیار سے عورت سے نباہ کرے۔ اس سے نہایت اچھی طرح سلوک اور معاملہ کرے اور اس کے ٹیڑھے پن پر صبر کرے۔ درگزر کرتا رہے۔

پس حضورؐ کی وصیت عورتوں کے حق میں قبول کرتے ہوئے نہ تو اس کے ٹیڑھے پن کو بالکل ہی سیدھا کرنے کی ٹھان لیں اور نہ ہی اس کی کجی ـــــ اور اعوجاج کو اسی حال پر چھوڑ دیں بلکہ بڑی حکمت عملی، دانائی اور اخلاق سے اس کی کجی کی وجہ گناہ کی حد تک

پہنچ جائے) اصلاح کریں۔

عورت کو ذلیل و حقیر نہ جانو

عورت کی خلقت میں ٹیڑھے پن کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ بڑی حقیر، ذلیل، گناہ کا پھل، سانپ، بچھو اور ایک مردود ہستی ہے۔ بلکہ اس سے مردوں کو یہ سمجھانا مقصود ہے کہ وہ عورتوں پر رحم کی نظر رکھیں۔ انہیں اچھا کھلائیں پلائیں اور پہنائیں۔ اور اپنے حسن سلوک کے بہشت میں بسائیں۔ اور اگر وہ اچھی سیرت، اعلیٰ اخلاق اور بلند کردار کے معیار پہ پوری نہ اتریں۔ مردوں کی کما حقہٗ تابعدار نہ ہوں۔ بلکہ مردوں کو ان سے گاہے ماہے رنج اور دکھ پہنچے۔ وہ بے وقوفی جہالت ضد اور ہٹ کی باتیں کریں تو خلیفۃ اللہ فی الارض ــــ بڑے حوصلے بڑی بردباری اور مروت سے برداشت کرے جوانمردی اور ہمت سے سہے۔ ان کی ہٹ کو بال ہٹ ــــ ضد کو ناز اور تمام کجیوں کو ادائیں کہہ کر ازدواجی ماحول کے تکدر کو فردوس بہاراں بنا لیا کریں۔ نسائیت کے آبگینہ کو ٹھوکروں سے بچائیں اور ہمیشہ اس سے محبت کی مے پیا کریں۔ آخر عورت سے زندگی گزارنی ہے اور بغیر عورت کے زندگی نہیں گزر سکتی تو پھر اس "پھول" کے رنگ مہک سے گرہست کی دنیا بساتے ہوئے اگر کوئی "کانٹا" چبھ جائے۔ تو "پھول" کے تمتع کی عنبر زانیوں میں

لہ ہاں اگر عورت کی کوئی کجی حدود شریعت کو پھاندنے لگے وہ کبیرہ گناہ کی مرتکب ہونے لگے۔ فاحشہ ہو کر خاوند کی عزت و آبرو کو خاک میں ملانے پر تُل جائے، تو پھر انتہائی مجبوری کی حالت میں جب کوئی حل نہ رہے۔ ٹیڑھی پسلی کو سیدھا کر دینا چاہیئے۔!

گم ہو کر مسکرا دیں۔ گلاب کی حسن آفرینی اور نفع بخشی کے پیش نظر خار کی اذیت کا احساس نہیں ہونا چاہیئے۔

عورتوں سے بغض نہ رکھو

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسلمان مرد کو مسلمان عورت (بیوی) سے بغض نہیں رکھنا چاہیئے۔ اِنْ کَرِہَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِیَ مِنْهَا اٰخَرَ ـــ اگر اس کے ایک فعل کو ناپسند کرے گا تو اس کے دوسرے فعل کو خوش رکھے گا۔" (مسلم)

یعنی عورت کے تمام افعال اور اقوال بُرے نہیں ہو سکتے اگر بعض بُرے ہوتے ہیں تو بعض اچھے اور پسندیدہ بھی ہوتے ہیں۔ پھر اس کی اچھی خُو و خصلت اور نیک اخلاق پر نظر رکھ کر راضی رہنا چاہیئے۔ اور سوءِ اخلاق اور کمیوں پر صبر کرنا چاہیئے کہ زندگی خوشی خوشی گزر جائے۔ ارشادِ نبویؐ سے یہ پتہ بھی چلا کہ بے عیب رفیقۂ حیات نہیں مل سکتی اگر بے عیب، بیوی کی تلاش کرو گے تو ساری عمر بن بیاہے ہی رہو گے۔ کوئی "فرشتہ" عورت نہیں ملے گی۔ پھر عورت کی اچھی خصلتوں کو غنیمت جانو اور اس کی کوتاہیوں سے درگزر کرو۔

غلام کی مانند مت مارو

عورت کے ساتھ خوشی خوشی زندگی گزارنی چاہیئے۔ اگر آپس میں ناراضگی یا نزاع پیدا ہو جائے۔ تو اس کی بڑی حکمت اور خوبی سے ختم کر دینا چاہیئے۔ لڑائی جھگڑا بڑھا کر مار پیٹ تک نوبت نہیں لانی چاہیئے کہ آخر عورت مرد نے ساری زندگی اکٹھا رہنا ہے۔ چنانچہ حضرت

انور فرماتے ہیں :-

لَا يَجْلِدُ اَحَدُكُمُ امْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ ثُمَّ يُجَامِعُهَا فِي الْيَوْمِ الْآخِرِ۔

نہ مارے کوئی تم میں سے اپنی بیوی کو، غلام کا سا مارنا پھر صحبت کرے گا اس سے آخر دن میں ۔" (بخاری)

یعنی میاں بیوی اگر آپس میں لڑیں جھگڑیں۔ اور بیوی صریحاً زیادتی پر ہو تو مرد از راہِ تنبیہہ ڈھول دھپا کر سکتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں بھی آیا ہے۔ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۔ اور (انتہائی سرکشی کی حالت میں قدرے) عورتوں کو مارو" اس مارنے کی تفسیر اور تشریح یوں ہے کہ ایسا مت مارو کہ عورت کو زخمی کر دو۔ یا کوئی ہڈی توڑ دو۔ بلکہ محض اس کی اصلاح کے لئے معمولی ڈھول دھپا سے کام لو۔ یہ بھی اس وقت کہ جب تمام سمجھانے بجھانے کے ذرائع ختم ہو جائیں۔ اور عورت کی سرکشی گستاخی اور نافرمانی کا پیمانہ لبریز ہو جائے ایسے حال میں ہی حضورؐ نے فرمایا کہ عورت کو غلام کا سا مارنا نہ مارو۔ یعنی جس طرح مالک غلاموں کو مار مار کر بے ہوش اور لہولہان کر دیتے تھے۔ خبردار! تم عورتوں کو اس طرح نہ مارو کیونکہ عورت سے پھر کام ہے۔ صبح مار مار کر بے ہوش کر دو اور شام کو مباشرت کے لئے پھر اس سے اظہارِ محبت کرنے لگو۔ اس کے پیچھے پیچھے پھرو۔ جب عورت کے ساتھ تمہارا ایسا گہرا تعلق ہے اور عورت تمہیں بد معاشی، بے حیائی، بدکاری اور زنا سے بچاتی ہے تمہاری شہوت کے دیو کو رام کئے رکھتی ہے اور تم ایک شریف اور بھلے آدمی بن کر چلتے پھرتے ہو۔ تو پھر عورت کو غلام سمجھ کر ــــ غلاموں کی سی سخت مار نہ مارو۔ آپس

میں انتہائی نفرت اور جدائی کی صورت پیدا نہ کرو کہ شاید تمہیں سرِ شام ہی اسے آغوش میں لینا پڑے۔

الحاصل میاں بیوی اپنے جھگڑوں کو طول نہ دیں کوئی بات ہو جائے تو اسے جلد ختم کر دیں۔ درگزر اور عفو کو اپنا شعار بنائیں۔ ناراض ہوں تو دو چار گھنٹہ کے بعد ___ یا ایک آدھ دن میں راضی ہو جائیں کیونکہ جب تک جینا ہے۔ اکٹھا ہی رہنا ہے۔

بہتر مرد کون ہیں؟

حضرت عائشہؓ روایت کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کامل ترین مومنوں کا ایمان میں وہ ہے کہ بہت اچھا ہو ان میں (خلقت کے ساتھ) خوش خلقی میں۔

وَخِيَارُهُمْ لِنِسَآئِهِمْ۔ (ترمذی)

"اور بہتر تمہارے وہ ہیں کہ بہتر ہوں اپنی عورتوں کے لیے"

ملاحظہ:۔ حضورؐ نے ان مردوں کو بہتر فرمایا۔ جو اپنی عورتوں کے حق میں بہتر ہوں۔ جو ان کے ساتھ نیک سلوک کریں اپنی طرح انہیں کھلائیں، پلائیں اور پہنائیں۔ ان کی کوتاہیوں کو معاف کریں۔ ان پر رحم کریں۔

خاوند کی فرمانبرداری

حضرت ابی ہریرۃؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لَوْ كُنْتُ اٰمُرُ اَحَدًا اَنْ يَسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ۔ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا۔ (ترمذی)

اگر حکم کرتا میں کسی کو یہ کہ سجدہ کرے کسی کو (یعنی اگر کسی

غیر اللہ کو سجدہ کرنا جائز ہوتا، تو ضرور حکم کرتا میں کہ عورت سجدہ کرے اپنے خاوند کو۔"

ملاحظہ:۔ سجدہ سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کے لیے درست نہیں۔ اگر درست اور جائز ہوتا، سجدہ غیر اللہ کے لیے — تو حضورؐ حکم دیتے کہ عورتیں اپنے خاوندوں کو سجدے کریں اس سے ثابت ہُوا کہ خاوند کے عورت پر بہت حقوق ہیں۔ اور عورت انہیں کما حقہٗ ادا کرنے سے عاجز ہے — حضورؐ کے اس ارشاد سے بیوی پر خاوند کی حد درجہ اطاعت واجب ہے!

خاوند کی رضامندی سے بہشت

حضرت اُمِّ سلمہؓ روایت کرتی ہوئی کہتی ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَیُّمَا امْرَأَۃٍ مَاتَتْ وَزَوْجُھَا عَنْھَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّۃَ۔ (ترمذی)

جو عورت مرے اس حال میں کہ اس کا خاوند اس سے راضی ہو۔ داخل ہو گی بہشت میں۔"

ملاحظہ: قرآن و حدیث کے عامل، نیک، صالح خاوند کی رضا مندی عورت کے لئے بہشت میں جانے کا باعث ہو سکتی ہے نہ کہ فاسق فاجر اور بے دین مرد کی منکرات میں اطاعت گزار!

خاوند کے حکم کی بجا آوری

حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین اور انصار کی جماعت میں تھے کہ ایک اونٹ آیا اور

اس نے حضورؐ کو سجدہ کیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ حضورؐ! سجدہ کرتے ہیں آپ کو درخت اور چار پائے (یہ بطور معجزہ کے تھا) پس ہم (ان سے) لائق تر ہیں کہ سجدہ کریں آپ کو

فَقَالَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَ اَكْرِمُوْا اَخَاكُمْ۔

حضورؐ نے فرمایا۔ عبادت (سجدہ) کرو رب اپنے کی اور تعظیم کرو اپنے بھائی کی (سنو) اگر میں حکم کرتا کسی کو کہ سجدہ کرے کسی کو، تو ضرور حکم کرتا عورت کو کہ سجدہ کرے اپنے خاوند کو اور اگر حکم کرے خاوند اس کو کہ لے جائے پتھر پہاڑ زرد سے طرف پہاڑ سیاہ کے اور پہاڑ سیاہ سے طرف پہاڑ سفید کے۔ لائق تر ہے عورت کو کہ بجا لاوے (ایسا مشکل) حکم اس کا۔" (مشکوٰۃ کتاب النکاح)

ملاحظہ:۔ اس ارشادِ نبویؐ سے ثابت ہوا کہ عورت خاوند کا مشکل سے مشکل حکم بھی بجا لائے۔ کسی صورت بھی خاوند کی (معروف میں) نافرمانی نہ کرے۔

سجدہ صرف خدا کے لئے ہے صحابہؓ نے حضورؐ کو کہا کہ ہم آپ کو سجدہ کریں؟ آپ نے فرمایا سجدہ کرو اپنے رب کو اور تعظیم کرو اپنے بھائی کی۔ یعنی خود کو ان کا بھائی کہا۔

قرآن مجید میں نبیوں کو ان کی امت کا بھائی کہا گیا ہے:۔

وَ اِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا۔ (پ۱۲ ع ۵)

اور (قوم) عاد کی طرف ہم نے ان ہی کے (ہم قوم) بھائی ہود کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا۔

نبی اپنی قوم کا (برادری کا) بھائی ہوتا ہے۔ حضورؐ بھی ان معنوں میں ان کے بھائی تھے اس لئے ان کو فرمایا کہ سجدہ (صرف) اللہ ہی کو کرو اور اپنے بھائی کا (اس کی فرمانبرداری کرکے) اکرام کرو۔ یعنی میں اللہ کا رسول ہونے کے علاوہ تمہارا برادری کا بھائی بھی ہوں جب بھائی ہوں تو انسان ہوں پھر انسان عبادت (سجدے) کے لائق نہیں ہو سکتا۔ اس لئے سجدہ تو اللہ ہی کو کرو اور اپنے بھائی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرو۔ بھائی تعظیم کے لائق ہوتے ہیں نہ کہ عبادت کے لائق۔ !

رحمتِ عالم بعد از خدا بزرگ ہیں

خبردار! کوئی اس سے یہ نہ سمجھے کہ جتنی عزت ہم اپنے حقیقی یا برادری کے بھائیوں کی کرتے ہیں اتنی ہی عزت حضورؐ کی کرنی چاہیئے۔

یاد رہے! حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کے صرف بھائی ہی نہیں ہیں۔ بلکہ اللہ کے رسولؐ بھی ہیں، اس لئے آپ اکرم الاولین اکرم الآخرین، شفیع المذنبین، خاتم النبیّن، رحمت للعالمین، امام الانبیاؑ والمرسلین ہو کر درجے، بزرگی اور مرتبے میں لا مثال ہیں۔ بعد از خدا آپ ہی بنی نوع انسان میں بزرگ ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اہل حدیث حضورؐ کی بڑے بھائی جتنی عزت کرتے ہیں وہ اہل حدیث جماعت پر بہتان لگاتے ہیں۔ خدا انہیں ہدایت دے۔ سن لیں، ہم حضورؐ کی اس شان، عزت، بزرگی اور مرتبے کے قائل ہیں جو قرآن اور حدیث میں مذکور ہے۔ اور آپ کی منصوص شان کی تنقیص کے خیال کرنے والے کو مردود جانتے ہیں

ہمارا ایمان ہے کہ اولادِ آدمؑ میں حضورؐ کی شان اور مرتبے کا کوئی انسان اور رسول نہ ہُوا ہے اور نہ ہو گا۔ خدا نے آپؐ جیسا پیدا ہی نہیں کیا ؎

ہمچوں تو نازنینی، سرتا بہ پا لطافت
گیتی نشاں ندادہ، ایزد نیا فریدہ!

کسب حلال کا بیان

نکاح کے بعد میاں بیوی ازدواجی زندگی بسر کرنے لگتے ہیں۔ انہیں کھانے پینے پہننے اور دوسری ضروریاتِ زندگی کی حاجت ہوتی ہے۔ خاوند کا فرض ہے کہ وہ اپنا، اپنی بیوی بچوں کا پیٹ حلال کمائی سے پالے۔ اس سلسلہ میں حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:۔

"تحقیق اللہ تعالیٰ پاک ہے (سب عیبوں اور نقصانوں سے) نہیں قبول کرتا (صدقات و اعمال سے) مگر پاک (یعنی جو اغراضِ فاسدہ اور عیوب شرعیہ سے پاک ہو) اور بے شک اللہ نے حکم دیا مومنوں کو اس چیز کا کہ حکم دیا اس کا پیغمبروں کو۔ (فرمایا قرآن میں) اے رسولو! کھاؤ حلال رزقوں سے اور عمل کرو اچھے۔ اور فرمایا۔ اے مسلمانو! کھاؤ پاک و حلال سے جو کچھ دیا ہم نے تم کو۔ پھر ذکر کیا، (حضورؐ نے) حال اس شخص کا کہ دراز کرتا ہے سفر —— پراگندہ بال غبار آلودہ —— يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ، دراز کرتا ہے اپنے دونوں ہاتھ (کہ سفر میں بھوک سے مر رہا ہے اور رو رو کر دعا کرتا ہے) اے رب میرے! اے رب میرے! میری حاجت روائی کر، میری مشکل کشائی فرما، اور (حال یہ ہے کہ مَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَأَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ ط کھانا اس کا حرام ہے اور پینا اُس کا حرام ہے۔ اور لباس

اس کا حرام ہے اور حرام کے ہاتھ (بچپن سے لے کر بڑی عمر تک) پرورش کیا گیا ہے۔ پھر ایسے شخص کی دعا کہاں سے قبول کی جاتے۔"

(صحیح مسلم)

ملاحظہ:۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور بندہ پاکی کے ساتھ ہی اس کی جناب میں قرب حاصل کر سکتا ہے۔ اس لئے حلال اور پاک رزق کا کھانا عبادتوں اور دعاؤں کی قبولیت کے لئے ضروری ہے۔ ناجائز اور حرام رزق کھا کر جو دعا منہ سے نکلتی ہے۔ اللہ پاک کے ساتھ اس کو کوئی نسبت نہیں ہوتی۔ وہ طیب ہے۔ طیب کو قبول کرتا ہے۔ طیب اور نجس دو ضدیں ہیں جو جمع نہیں ہو سکتیں۔ معلوم ہوا۔ کہ دعا کی قبولیت کے لئے رزق حلال شرط ہے۔

مردوں کو چاہیئے کہ وہ حلال کی روزی کما کر آپ بھی کھائیں اور بیوی بچوں کو کھلائیں۔

مال حرام قبول نہیں ہوتا

عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ جو مال حرام کما کر اس میں سے للہ دیتا ہے وہ قبول نہیں کیا جاتا۔ اور جو خرچ کرتا ہے (اپنی اور اہل و عیال کی ضرورتوں پر) مالِ حرام سے، اس میں اس کے لئے برکت نہیں دی جاتی۔ اور جو چھوڑ جاتا ہے مالِ حرام سے اپنے پیچھے (بعد مرنے کے) تو ہوتا ہے وہ اس کا توشہ پہنچانے والا طرف آگ کے۔ بے شک اللہ تعالیٰ برائی کو برائی کے ساتھ دور نہیں بلکہ برائی کو بھلائی کے ساتھ دور کرتا ہے یقیناً پلید مال دور نہیں کرتا پلید کو۔" (مشکوٰۃ)

ملاحظہ :۔ حدیث مذکور سے مندرجہ ذیل باتیں واضح ہوئیں :۔

(۱) ناجائز ذرائع سے کمایا ہوا مال اگر اللہ کی راہ میں کسی مد میں خرچ کریں تو خدا قبول نہیں کرتا۔ (بلکہ مالِ حرام خدا کو خوش کرنے کی نیت سے خیرات کرنا بہت بڑا گناہ ہے !)

(۲) مالِ حرام یمن و برکت سے خالی ہوتا ہے۔

(۳) جو شخص حرام وسائل سے مال اکٹھا کرکے مرجائے تو اس کے وارث اس مال کو تصرف میں لاکر مرتکب گناہ کے ہوں گے اور مرنے والے کے گناہوں میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ مثلاً ایک زانیہ عورت دس ہزار روپیہ کما کر چھوڑ مری ہے یہ دس ہزار روپیہ جب تک تصرف میں رہے گا، اس مرنے والی کے لئے موجب عذاب ہوگا۔ حدیث مذکور میں یہی بات حضورؐ نے فرمائی ہے۔ وَلَا یَتْرُکُہٗ خَلْفَ ظَھْرِہٖ اِلَّا کَانَ زَادُہٗ اِلَی النَّارِ۔ اور نہیں چھوڑتا مال حرام پیچھے اپنے (مرنے والا) مگر ہوتا ہے توشہ اس کا دوزخ میں لے جانے والا" یعنی مرنے والے کے لئے اس کا مالِ حرام اُسے دوزخ میں پہنچانے والا ہے۔ عذاب کا موجب ہے !

(۴) اللہ بُرائی کو بُرائی کے ساتھ دور نہیں کرتا —— مالِ حرام ثواب کی نیت سے خرچ کرنا بُرائی ہے۔ اس برائی سے برائی یعنی بدی کو خدا دور نہیں کرتا۔ بلکہ بھلائی سے برائی کو دور کرتا ہے۔

(۵) اِنَّ الْخَبِیْثَ لَا یَمْحُو الْخَبِیْثَ —— پلید مال دور نہیں کرتا پلید کو۔ یعنی مالِ حرام، نجس، ناپاک اور پلید ہے۔ پھر اس نجاست اور پلیدی سے کس طرح گناہوں کی پلیدی دور ہو سکتی ہے۔ !

حرام سے پیدا شدہ گوشت

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ وَكُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ كَانَتِ النَّارُ أَوْلَى بِهِ ط

(دارمی شریف۔ بیہقی)

جو گوشت حرام کھانے سے اُگا ہے وہ بہشت میں نہیں جائے گا اور جو گوشت (جسم) حرام کھانے سے اُگا ہے، دوزخ کی آگ ہو گی نزدیک تر ساتھ اس کے ۔"

ملاحظہ :۔ ارشادِ نبویؐ کا مطلب واضح ہے کہ حرام کی کمائی سے پرورش پایا ہوا گوشت ـــــ جسم بہشت میں نہیں جائے گا۔ بلکہ ایسے جسم کے لئے دوزخ کی آگ لائق تر ہے یعنی جب تک دوزخ میں اس کو سزا نہ دی جائے گی وہ بہشت میں نہ جائے گا۔

مسلمان بھائیو! یہ دنیا چند روزہ ہے۔ بیوی بچوں اور رشتہ داروں نے کل قیامت کو کام نہیں آنا، پھر ان کے لئے پاپ نہ کماؤ۔ ناجائز اور حرام ذرائع سے مال اکٹھا کر کے ان کو کھلا پلا اور پہنا کر دوزخ مول نہ لو۔ اپنے اپنے پیشوں اور روزگاروں پر کڑی نگرانی رکھو، کہ کسی طرح بھی آمدن کی صورت ناجائز اور حرام نہ ہو جائے۔ ہر شخص خوب سمجھ سکتا ہے۔ کہ کیسے آمدن حلال رہتی ہے اور کس طرح حرام ہو جاتی ہے۔ تردد اور شک کی حالت میں قرآن اور حدیث کے عالم باعمل سے مسائل دریافت کر لینے چاہئیں۔

تین بدبخت شخص

حضرت ابی ذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تین شخص ہیں کہ نہیں کلام کرے گا، (مہربانی سے) اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن، اور نہ دیکھے گا (نظرِ رحمت سے) ان کی طرف، اور نہ پاک کرے گا ان کو، (گناہوں سے) اور انہیں دردناک سزا دے گا۔ ابوذرؓ نے عرض کیا۔ حضورؐ! یہ خیر سے محروم خسارہ پانے والے کون لوگ ہیں؟ آپؐ نے فرمایا:۔

اَلْمُسْبِلُ ــــ پائنچے دراز کرنے والا! ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا۔ ازراہِ تکبر)

وَالْمَنَّانُ ــــ اور دے کر احسان جتانے والا۔

وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهٗ بِالْحَلْفِ الْكَاذِبِ ــــ اسباب (مالِ تجارت وغیرہ) کا رواج دینے والا ساتھ جھوٹی قسم کے۔"

ملاحظہ:۔ عرب کے سردار اور چوہدری لوگ ازراہِ تکبر اپنے تہبند کو ٹخنوں کے نیچے لٹکا رکھتے ہیں۔ یہ تکبر اور غرور کی علامت تھی اس پر حضورؐ نے فرمایا۔ کہ مُسْبِل ــــ قیامت کو تکبر اور غرور کے سبب خیر سے محروم رہے گا۔ اور مشکوٰۃ میں بھی فرمانِ رسولؐ موجود ہے کہ جو شخص نماز میں اپنے ازار (تہبند، پاجامہ، شلوار وغیرہ) کو ٹخنوں پر لٹکاتا ہے۔ خدا اس کی (اس متکبرانہ فعل کے سبب) نماز قبول نہیں کرتا۔

مَنَّان ــــ کسی کو کچھ دے کر پھر احسان جتانا بہت بُری بات ہے ایک تو اس نیکی کا اجر ضائع ہو جاتا ہے۔ دوسرے قیامت کو ایسا شخص

عند اللہ درخور اعتنا نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس نے ایک شخص کو دے کر پھر احسان جتا کر اس کے دل کو مجروح کیا۔ ذلیل اور شرمندہ کیا۔

جھوٹی قسم کھا کر مال کو رواج دینا اور بیچنا گناہ ہے۔ مثلاً ایک چیز دس روپے کو خرید کر گاہک کو قسم کھا کر کہنا کہ پندرہ روپے کو خریدی تھی۔ تاکہ وہ یقین کرلے کہ پندرہ روپے کی مالیت کی ہے۔ یہ دھوکا اور فریب ہے۔ ایسے دھوکا باز قیامت کے روز خسارہ پانے والے ہوں گے۔ خواہ دھوکے اور فریب سے دنیا میں کتنا ہی نفع اٹھایا ہوگا۔

سودی کاروبار

عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اٰکِلَ الرِّبٰوا وَمُوْکِلَہٗ وَکَاتِبَہٗ وَشَاھِدَیْہِ وَقَالَ ھُمْ سَوَاءٌ۔ (صحیح مسلم)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود لینے والے، دینے والے، اور (سودی تحریر) لکھنے والے اور گواہوں کو لعنت کی اور فرمایا۔ وہ سب (گناہ میں) برابر ہیں۔"

سُود خوروں کا حشر

حضرت ابی ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گزرا میں شب معراج میں ایک قوم پر کہ ان کے پیٹ گھروں کی مانند تھے۔ اور ان میں سانپ تھے۔ جو پیٹوں سے باہر دکھائی دیتے تھے۔ میں نے کہا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل نے کہا۔ ھٰؤُلَاءِ اَکَلَۃُ الرِّبٰوا۔ یہ سود کھانے والے ہیں۔" (ابن ماجہ)

مقروض سے ہدیہ نہ لو

حضرتِ انورؐ نے فرمایا۔ اِذَا اَقْرَضَ الرَّجُلُ فَلَا یَاْخُذْ ھَدِیَّۃً۔

جب قرض دیوے کوئی کسی کو، پھر نہ لیوے (مقروض سے) تحفہ۔"

(بخاری)

ملاحظہ:۔ اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ زمین گروی لے کر زمین سے غلہ کھانا اور مکان گروی لے کر اس میں رہائش رکھنی سود کھانے کے حکم میں ہے۔

کچے پھلوں کے سودے منع ہیں

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا نَهَى الْبَائِعَ وَ الْمُشْتَرِيَ۔ (بخاری مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا پھل کے بیچنے سے یہاں تک کہ ظاہر ہو پختگی اس کی۔ منع کیا بیچنے والے کو، اور خریدنے والے کو" صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ نے کھجور کے پھل بیچنے سے منع فرمایا۔ یہاں تک کہ سرخ و زرد ہو۔ اور منع کیا خوشہ کھیتی بیچنے سے یہاں تک کہ پختہ ہو اور (آفت سے) امن میں ہو۔"

ملاحظہ:۔ اس حدیث کی رُو سے ہر قسم کے پھلوں کے باغوں اور کھیتوں کے سودے کرنے منع ہو گئے۔ جن میں ابھی پھل نہیں لگے یا اگر لگے ہیں تو کچے ہیں۔ مسلمانوں کو ہوش سے کام لینا چاہیئے۔ جب تک پھل پوری طرح پختہ نہ ہو جائیں اور کھیت کے خوشے بھی زرد یا سُرخ نہ ہو جائیں۔ تب تک سودا نہ کریں۔ حضورؐ نے منع فرمایا ہے۔

ناپ تول میں تاکید

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِ الْکَیْلِ وَالْمِیْزَانِ اِنَّکُمْ قَدْ وُلِّیْتُمْ اَمْرَیْنِ ھَلَکَتْ فِیْھِمَا الْاُمَمُ السَّابِقَۃُ قَبْلَکُمْ۔ (بخاری شریف)

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپنے والوں اور تولنے والوں کے متعلق فرمایا کہ تم والی کئے گئے ہو دو کاموں (ناپنے تولنے) کے (خبردار! ناپ تول ٹھیک رکھنا کہ) ان میں ہلاک ہوئیں تم سے پہلے گزری ہوئی اُمتیں۔"

یعنی پہلی امتوں مثل قوم شعیب وغیرہ نے ناپ تول میں بے ایمانی کی۔ لوگوں سے پورا لیتے تھے اور کم تول کر دیتے تھے۔ خدا نے ان کو ہلاک اور برباد کر دیا۔ خبردار! تم احتیاط کرنا۔!

احتکار کی لعنت

عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْجَالِبُ مَرْزُوْقٌ وَالْمُحْتَکِرُ مَلْعُوْنٌ۔ (ابن ماجہ)

حضرت عمرؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی۔ فرمایا آپؐ نے۔ سوداگر رزق دیا گیا ہے۔ اور احتکار کرنے والا ملعون ہے۔"

ملاحظہ:۔ احتکار کے معنی ہیں بند کرنا غلہ کو اس نیت سے کہ گرانی کے زمانہ میں جب لوگ بھوکوں مریں گے تو بیچوں گا۔ ایسا کرنا

لعلان میں یعنی ناپ تول میں بے ایمانی اور دھوکہ فریب کرنے سے پہلی امتیں ہلاک ہوئیں۔

حرام ہے۔ آپؐ نے ایسے آدمی پر لعنت فرمائی ہے کہ خدا کی خلقت پر گرانی اور قحط کے زمانے کا انتظار کرتا ہے۔

مفلس کو مہلت دیں

عَنْ اَبِی قَتَادَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یُّنْجِیَہُ اللّٰہُ مِنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ فَلْیُنَفِّسْ عَنْ مُّعْسِرٍ اَوْ یَضَعْ عَنْہُ۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابی قتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس کو خوش لگے یہ کہ خدا اس کو قیامت کے دن کی سختیوں سے نجات دے تو اسے چاہیئے کہ مفلس سے قرض مانگنے میں تاخیر کرے۔ (یعنی اس کو مہلت دے) یا موقوف (معاف) کر دے اس سے حق (قرض) اپنا۔"

نوٹ:۔ بعض آدمی سودا ادھار لے آتے ہیں اور باوجود طاقت رکھنے کے قیمت ادا نہیں کرتے۔ یہ لوگ ظالم ہیں۔ حضورؐ فرماتے ہیں:۔ مَطْلُ الْغَنِیِّ ظُلْمٌ"۔ تاخیر کرنا (ادھار، قرض وغیرہ کی ادائیگی میں) غنی کا ظلم ہے۔" (بخاری شریف)

قرض دار کا جنازہ

حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (جب) مقروض میت کو لایا جاتا (نماز جنازہ پڑھنے کے لئے) تو آپ پوچھتے۔ کیا اس نے ادائے قرض کے لئے مال چھوڑا ہے؟ پس اگر بیان کیا جاتا کہ اس نے اس قدر چھوڑا ہے کہ قرض ادا ہو جائے گا تو نماز پڑھتے اس پر۔ اور اگر کچھ نہ چھوڑا ہوتا (تو خود اس پر نماز نہ پڑھتے اور) مسلمانوں کو فرماتے

صَلُّوْا عَلٰی صَاحِبِکُمْ۔ پڑھو تم نماز اپنے ساتھی پر۔" (بخاری ومسلم)

ملاحظہ:۔ مسلمان بھائیو! قرض بڑی بلا ہے۔ اس سے ہر حال میں بچو۔ یہ بلا حشر میں بھی پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ قرض خواہ مقروض کا دامن پکڑ لے گا۔

تمام منشی اشربہ حرام ہیں

حضرت عائشہ روایت کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ کُلُّ شَرَابٍ اَسْکَرَ فَھُوَ حَرَامٌ۔ ہر پینے کی چیز جو نشہ کرے وہ حرام ہے۔" (بخاری شریف)

شراب کی قلت بھی حرام ہے

بعض کہتے ہیں کہ شراب (خمر) کی زیادتی حرام ہے۔ کیونکہ شراب زیادہ پینے سے آدمی بدمست ہو کر واہی تباہی بکتا ہے نالیوں وغیرہ میں گرتا ہے۔ تھوڑی مقدار میں پینے سے، کہ جس سے آدمی کے حواس درست رہیں کوئی حرج نہیں ہے۔ یاد رہے کہ شراب کی کثرت اور قلت دونوں حرام ہیں۔ حضورؐ فرماتے ہیں:۔ مَا اَسْکَرَ کَثِیْرُہٗ فَقَلِیْلُہٗ حَرَامٌ۔ (ترمذی، ابن ماجہ) جو چیز نشہ لائے اس کی کثرت بھی حرام ہے اور قلت بھی حرام ہے۔" یعنی پوری بوتل بھی حرام ہے اور ایک قطرہ بھی حرام ہے

شرابی کی نماز قبول نہیں

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ لَمْ یَقْبَلِ اللّٰہُ لَہٗ صَلٰوۃً اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰہُ عَلَیْہِ۔ (ترمذی)

جو شخص خمر (شراب) پیتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس کی نماز چالیس دن قبول نہیں فرماتا۔ پھر اگر خالص توبہ کرے تو اللہ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔"

مدمن الخمر کا حال

حضورؐ فرماتے ہیں:۔ مُدْمِنُ الْخَمْرِ إِنْ مَاتَ لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى كَعَابِدِ وَثَنٍ۔ (رواہ احمد)

ہمیشہ پینے والا شراب اگر مر جائے تو بت پوجنے والے (مشرک) کی مانند اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا۔"

تین آدمیوں پر بہشت حرام

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تین آدمیوں پر بہشت حرام ہے۔

(۱) مُدْمِنُ الْخَمْرِ:۔ ہمیشہ پینے والا شراب کا۔

(۲) وَالْعَاقُّ:۔ والدین کا نافرمان۔

(۳) وَالدَّيُّوثُ يُقِرُّ فِي أَهْلِهِ الْخُبْثَ:۔ دیّوث جو روا رکھے اپنے اہل و عیال (بیوی، لونڈی وغیرہ) میں ناپاکی (زنا یا مقدمات زنا مثل بوس و کنار وغیرہ)" (نسائی)

ملاحظہ:۔ دائم الخمر پر بہشت حرام ہے۔ یعنی اوّل نجات پائے ہوؤں کے ساتھ بہشت میں نہ جائے گا۔ سزا کے بعد جائے گا۔ والدین کا نافرمان بھی سزا کے بعد بہشت میں جا سکے گا اور والدین کا نافرمان وہ ہوتا ہے جو والدین کے جائز حکموں کو باوجود طاقت رکھنے کے، جان بوجھ کر نہ مانے۔

دیوث وہ ہوتا ہے جو اپنے اہل یا بیوی وغیرہ میں بُری چیز دیکھے مثلِ زنا، بوس وکنار وغیرہ، تو منع نہ کرے، غیرت نہ کھائے۔ اس پر بھی بہشت حرام ہے۔

باجا گاجا کی حرمت

حضرت ابی امامہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی بَعَثَنِیْ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ وَهُدًی لِّلْعَالَمِیْنَ وَاَمَرَنِیْ رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ وَالْمَزَامِیْرِ وَالْاَوْثَانِ وَالصُّلُبِ وَاَمْرِ الْجَاهِلِیَّةِ۔

تحقیق خدا تعالیٰ نے بھیجا مجھ کو سبب رحمت کا سارے جہان کے لئے۔ اور سبب رہنمائی کا سارے عالم کے لئے، اور حکم کیا مجھ کو میرے رب عزت اور بزرگی والے نے باجوں اور مزامیر اور بتوں اور صلیبوں کے مٹانے کا۔ اور حالتِ کفر کی تمام رسومات، اور عادات کے نیست ونابود کرنے کا۔" (رواہ احمد)

ملاحظہ:۔ حضورؐ سارے جہان کے لئے رحمت کا سبب بن کر آئے ہیں۔ جو کوئی حضورؐ کے قول وفعل کو اپنا کر عمل میں لائے گا اس پر خدا کی رحمتیں نازل ہوں گی۔ وہ خدا کا مقرب بن جائے گا۔ حضرتِ انورؐ سارے جہان والوں کے رہنما ہیں۔ بغیر آپ کی پیشوائی اور رہنمائی کے کوئی نجات نہیں پا سکتا۔ کوئی خدا کو نہیں مل سکتا۔ راہِ رسول کا راہی ہی بہشت میں پہنچ سکتا ہے۔

معازف اور مزامیر کے مٹانے کا خدا نے حضورؐ کو حکم دیا ہے۔ آپ نے خدا کے حکم سے معازف (باجوں) یعنی ڈھول، ڈھولکی، ستار، سارنگی،

بربط، طبلہ، طنبورہ، تاشہ نقارہ ــــ اور مزامیر یعنی بانسری، چنگ، شہنائی، الغوزہ، نفیری، مرچنگ وغیرہ کو نیست و نابود کر دیا ہے۔ مٹا دیا ہے۔ اب کسی مسلمان کو روا نہیں کہ حضورؐ کی مٹائی ہوئی چیزوں کو اسلام میں پھر زندہ کرے ــــ باجا گاجا اسلام میں حرام ہے۔ بیاہوں، شادیوں میں ان کا بجانا گناہ ہے۔ مسلمانو! توبہ کرو۔ باجوں کی لعنت سے اپنے معاشرے کو پاک کرو۔ باجوں گاجوں کی مجلسوں میں نہ جاؤ۔ مزامیری دعوتوں کو قبول نہ کرو۔

ریڈیو سے فحش گانے آج کل گھر گھر ریڈیو کا رواج ہو گیا ہے۔ بازاروں میں بھی عام دکانوں پر ریڈیو لگے ہوئے ہیں۔ سائز بج رہے ہیں اور فحش گانے گائے جا رہے ہیں۔ یہ مسموم اور معصیت پرورش فضا مسلمانوں کے لئے سم قاتل ہے۔ سوچیں کہ ان کے پیغمبرؐ نے کیا حکم دے رکھا ہے۔ اور یہ کیا کر رہے ہیں۔ فحش گانے اور باجا گاجا جسے حضرت انورؐ نے مٹا دیا۔ آج یہ ان کو زندہ کر رہے ہیں۔

صلیبوں کو مٹانا عیسائیوں کے گمان کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر کھینچے گئے تھے۔ عیسائی صلیب کی شکل (+) کو متبرک سمجھ کر اپنے پاس رکھتے ہیں۔ بلکہ گلے میں سونے چاندی کی صلیب بنوا کر لٹکائے رکھتے ہیں۔ مسلمانوں بھائیوں کو یہ صلیبی نشان (ٹائی) گلے میں نہیں پہننا چاہیئے۔ حضرت عدیؓ بن حاتم طائی نے جب حضورؐ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا۔ تو آپؐ نے عدیؓ کے گلے سے صلیب[1] (جو چاندی کی بنی ہوئی تھی) اتروا دی تھی۔

[1] صلیب کے مٹانے کا مطلب یہ بھی ہے کہ تثلیث پر توحید کو غالب کیا جائے۔ عیسائیت پر اسلام کا غلبہ ہو۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مسلمانوں کو انبیاء، اولیاء اور شہداء کے کپڑوں جوتوں، عاصوں اور دوسری چیزوں کی پرستش نہیں کرنی چاہیئے۔ ان پر چڑھاوے چڑھا کر، نذریں، نیازیں مان کر ایمان برباد نہیں کرنا چاہیئے۔ بزرگوں کی بیٹھکوں اور قدموں پر سال بسال میلے نہیں لگانے چاہئیں۔

رسوم جاہلیت کو مٹانا حضورؐ نے یہ بھی فرمایا کہ خدا نے مجھے جاہلیت کی عادتوں اور رسموں کو مٹانے کا حکم دیا ہے۔ یعنی میں نے خدا کے حکم سے نوحہ کرنے اور نسب پر فخر کرنے اور حسب میں طعن کرنے کی جاہلیت کی رسموں کو مٹا دیا ہے۔ خبردار! قبل اسلام کی تمام ان عادتوں اور رسموں کو پائے استحکار سے ٹھکرا دو، مٹا دو۔!

ناتا توڑنا اور جادو پر یقین کرنا حضرت ابی موسےٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"... نہیں داخل ہوگا بہشت میں قَاطِعُ الرَّحِمِ توڑنے والا ناتا کا۔ وَمُصَدِّقٌ بِالسِّحْرِ۔ اور یقین کرنے والا جادو کا۔"

(رواہ احمد)

ملاحظہ:۔ صلہ رحمی کی قرآن و حدیث میں بڑی تاکید آئی ہے۔ اور اس کے برعکس ناتا توڑنا بڑا بھاری گناہ ہے کہ قَاطِعُ الرَّحِمِ (بغیر سزا کے) بہشت میں نہ جائے گا۔

قطع رحمی نفسانی خواہشات اور دنیوی معاملات کے ماتحت بیشک زبوں ہے۔ ہاں اگر بغض للہ کے سلسلہ میں رشتہ داروں سے بول چال بند ہو جائے تو ایسی قطع رحمی سزا کے حکم میں نہیں آسکتی۔ شرک،

بدعت اور خدا اور رسولِ رحمتؐ کی بغاوت و معصیت کے سبب ناتا داروں سے ناراض ہونا، اور خلا ملا کم یا بند کر دینا موجب رضائے الٰہی ہے۔

جادو کا یقین کرنا — کہ موثر با الذات ہے۔ موجب جہنم ہے۔ ہاں جادو کے اثر کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ماننا درست ہے۔ جس طرح کئی قسم کی ایذائیں اور تکلیفیں اللہ کے اذن سے پہنچتی ہیں۔ جیسے کانٹے کا چبھ جانا، بھڑ، بچھو وغیرہ کا کاٹنا، چوٹ لگنا، بیماریوں کا آنا — ایسے ہی جادو بھی خدا کے حکم سے اثر کرتا ہے خدا نہ چاہے تو جادو کچھ اثر نہیں کر سکتا۔

حکومت کی فرمانبرداری

حضرت ابی ہریرۃؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

وَمَنْ يُّطِعِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِىْ وَمَنْ يَّعْصِى الْاَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِىْ وَاِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّةٌ يُّقَاتِلُ مِنْ وَّرَائِهٖ وَيُتَّقٰى بِهٖ فَاِنْ اَمَرَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَعَدَلَ فَاِنَّ لَهٗ بِذَالِكَ اَجْرًا وَاِنْ قَالَ بِغَيْرِهٖ فَاِنَّ عَلَيْهِ مِنْهُ وِزْرًا۔

(بخاری مسلم)

اور جس نے اطاعت کی امیر (سلطان، والی، خلیفہ، حاکم) کی پس اطاعت کی میری، اور جس نے نافرمانی کی امیر کی، پس نافرمانی کی میری اور سوائے اس کے نہیں کہ امام (خلیفہ، امیر، سلطان، والیٔ، حاکم) بمنزلہ ڈھال کے ہے۔ قتال کیا جاتا ہے پیچھے اس کے، اور بچاؤ پکڑا جاتا ہے ساتھ اس کے، پس اگر حکم کرے ساتھ اللہ کے تقویٰ کے اور انصاف کرے (رعایا میں) تو بے شک اس امیر (حاکم) کے لئے اس (عدل و انصاف)

کے بہت ثواب ہے اور اگر حکم کرے ساتھ اس کے غیر کے (یعنی اگر خدا سے بے خوف ہو کر ظلم کرے) تو اس پر بسبب اس کام کے گناہ ہے۔"

ملاحظہ:۔ اس حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکومت کی فرمانبرداری اور وفاداری کی سخت تاکید کی ہے۔ یہاں تک کہ خلیفہ، والی، امیر، حاکم، امام کی اطاعت کو اپنی اطاعت، اور اس کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ اگر حکومت کی (معروف میں) اطاعت نہ کی جائے، اس کا حکم نہ مانا جائے۔ اس کے قانون کا احترام نہ کیا جائے تو ملک میں فتنہ فساد برپا ہو جاتا ہے۔ ملک کا نظم و نسق برباد ہو کر بغاوت و خروج کے دیو ناچنے لگتے ہیں۔ حضورؐ نے یہاں تک فرمایا:۔

اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا اَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ۔ (بخاری، مسلم)

سننا اور فرمانبرداری کرنی (اپنے والی، خلیفہ، امیر اور حاکم کی) مسلمان مرد پر واجب ہے۔ اس چیز میں کہ خوش لگے اور ناخوش لگے (ہر حال میں اطاعت ضروری ہے) جب تک کہ نہ حکم کیا جاوے ساتھ گناہ کے۔"

یعنی اپنی (اسلامی) حکومت کے ہر حکم کو سننا اور ماننا ضروری ہے خواہ وہ حکم خوش لگے یا ناخوش۔ مانتے چلے جاؤ۔ ہاں اگر قرآن۔ اور حدیث کے خلاف کوئی حکم ہو۔ تو وہ نہ مانا جائے۔ معصیت میں اطاعت جائز نہیں۔

کون سی امارت واجب الاطاعت ہے؟

بعض چالاک آدمی ایک جماعت بنا کر اس کے امیر یا امام بن جاتے ہیں اور جماعت پر اپنی اطاعت خلیفہ، والی اور بادشاہ کی مانند واجب قرار دے دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ جس نے ہماری اطاعت کی اس نے رسولِ خدا کی اطاعت کی اور جس نے ہماری نافرمانی کی اس نے رسولِ خدا کی نافرمانی کی۔ یاد رہے کہ ایسے لوگ جعلی امیر اور نقال امام ہیں۔ در اصل وہ امام یا امیر، خلیفہ یا والی، واجب الاطاعت ہے جو فی الواقع، صاحبِ امر ہو، حکومت رکھتا ہو۔ اس کے ہاتھ میں LAW AND ORDER ہو، فوجوں والا ہو۔ بوقتِ ضرورت کفار سے جہاد کر سکتا ہو۔ ملک کے اندر امن و امان قائم رکھنے کے لئے دیوانی اور فوجداری عدالتیں قائم کرتا ہو۔ چنانچہ حدیث بالا میں حضورؐ نے فرمایا — "اِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّةٌ" — یقیناً امام (امیر، خلیفہ، والی وہ واجب الاطاعت ہے جو) ڈھال ہے یعنی ملک کے دشمنوں کے مقابلہ میں سپر ہے، بچاؤ ہے — یُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِهٖ — قتال (جنگ، جہاد) کیا جاتا ہے پیچھے اس کے " یعنی ملک کو بچانے کے لئے اُس کے حکم کے ماتحت اس کے جھنڈے تلے جمع ہو کر کافروں، مشرکوں، باغیوں، خارجیوں کے ساتھ جہاد کیا جاتا ہے وَيُتَّقٰى بِهٖ — اور بچاؤ پکڑا جاتا ہے ساتھ اس کے " یعنی وہ عسکروں اور اسلامی لشکروں کے ساتھ مسلمانوں کی جان، مال، آبرو — اسلام اور اسلامی شعائر کی حفاظت کرتا ہے۔ ایسا امام، امیر، والی، سلطان حدیث کے حکم سے واجب الاطاعت ہے نہ کہ نوابِ ملک!

ظالم اور عادل حاکم

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اِنَّ اَفْضَلَ عِبَادِ اللّٰہِ عِنْدَ اللّٰہِ مَنْزِلَۃً یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِمَامٌ عَادِلٌ رَفِیْقٌ وَاِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰہِ مَنْزِلَۃً یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِمَامٌ جَائِرٌ خَرِقٌ۔ (مشکوٰۃ)

بے شک خدا کے نزدیک بہترین بندگانِ خدا، قیامت کے دن باعتبار مرتبہ کے امام (امیر، بادشاہ، خلیفہ، والی، حاکم) عدل نرمی کرنے والا ہے۔ اور بے شک خدا کے نزدیک بد ترین لوگوں کا قیامت کے دن باعتبار مرتبہ کے امام ظالم (عوام پر) سختی کرنے والا ہے۔"

حکومت لوگوں پر سختی نہ کرے

حضرت ابی موسیٰؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے اصحاب میں سے کسی کو (حاکم بنا کر حکومت کے) کسی کام پر بھیجنے کا ارادہ کرتے تو فرماتے: بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا وَیَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا۔ بشارت دلاؤ (لوگوں کو نیکیوں کے کرنے پر اجر و ثواب کی) اور نہ نفرت دلاؤ (لوگوں کو بہت ڈرا ڈرا کر اور تکلیف دے کر) اور آسانی کرو (رعایا پر) اور نہ (انہیں) دشواری میں ڈالو۔"

(بخاری شریف)

عوام اور حکومت کے تمام محکمے

حضرت معاویہؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا:۔

مَنْ وُلِّيَ مِنْ اَمْرِ النَّاسِ شَيْئًا ثُمَّ اَغْلَقَ بَابَهٗ دُوْنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَوِ الْمَظْلُوْمِ اَوْ ذِي الْحَاجَةِ اَغْلَقَ اللّٰهُ دُوْنَهٗ اَبْوَابَ رَحْمَتِهٖ عِنْدَ حَاجَتِهٖ وَفَقْرِهٖ اَفْقَرَ مَا يَكُوْنُ اِلَيْهِ۔ (مشکوٰۃ)

جو شخص لوگوں کے کام میں سے کسی کام پہ والی (حاکم) کیا گیا۔ (یعنی حکومت نے جس کسی کو جس کام پہ مامور و ملازم کیا) پھر اس نے بند کیا دروازہ اپنا مسلمانوں پر یا مظلوم یا صاحب حاجت پر، (یعنی ان کو اپنے پاس نہ آنے دیا اور ان کے کام نہ کیے) بند کرے گا اللہ اس پہ اپنی رحمت کے دروازے محتاجگی کے وقت جب کہ سخت محتاج ہو گا طرف اس کے۔"

(مشکوٰۃ شریف)

ملاحظہ:۔ حکومت کے بے شمار شعبے اور محکمے ہیں اور ان میں لاکھوں حکومت کے ملازم ہیں۔ ہر ملازم چھوٹا ہو یا بڑا کسی نہ کسی کام پر مامور ہے۔ پھر جس کو جو کام تفویض ہوا ہے۔ وہ خدا کی امانت ہے۔ اسے چاہیئے کہ دیانتداری، سے اس امانت کو پورا کرے۔ اپنے فرض کو کما حقہٗ بجا لائے۔ ذمہ داری کو نباہے۔ اگر متعلقہ لوگوں کو جھڑکے گا۔ اُن کے کام نہ کرے گا۔ اپنے منصب کی ذمہ داری کا دروازہ بند کر دے گا۔ اس کی وہ وہ حاجتیں پوری نہ کرے گا۔ جو سوائے خدا کے کسی سے پوری نہیں ہو سکتیں۔ فوج کا محکمہ، پولیس کا محکمہ، ریل، ڈاک خانہ، ہسپتال، نہر ـــــ وغیرہ وغیرہ ہزاروں سرکاری اور نیم سرکاری محکمے ہیں

ان محکموں کے لاکھوں ملازموں کو چاہیئے کہ وہ رعایا اور عوام کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئیں۔ ان کے کام خوشی خوشی کریں تاکہ اللہ احکم الحاکمین دکھوں، دردوں، سختیوں اور مشکلوں میں ان کے کام آئے اور ان پر اپنی رحمتیں نازل کرے!

ظالم حاکم دوزخ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَا مِنْ حَاكِمٍ يَحْكُمُ بَيْنَ النَّاسِ إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَلَكٌ اٰخِذٌ بِقَفَاهُ ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَآءِ فَإِنْ قَالَ اَلْقِهِ اَلْقَاهُ فِي مَهْوَاةٍ اَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا۔

(ابن ماجہ۔ شعب الایمان)

نہیں کوئی حاکم کہ حکم (فیصلہ) کرتا ہے لوگوں کے درمیان مگر آئے گا قیامت کے روز (خدا کے سامنے) اس حال میں کہ فرشتہ اس کی گدی پکڑے ہوئے گا۔ پھر اٹھائے گا فرشتہ سر اپنا آسمان کی طرف (کہ خدا اس کے لئے کیا حکم دیتا ہے) پھر اگر کہے گا خدا (فرشتے کو) ڈال دے اس کو (دوزخ میں) ڈال دے گا اس کو نیچے گڑھے چالیس برس کے۔ (یعنی دوزخ کے گڑھے میں جب ظالم حاکم کو گرایا جائے گا۔ تو چالیس برس میں نیچے پہنچے گا۔")

ملاحظہ: پولیس اور کچہری کے حاکموں اور ملازموں کو یہ حدیث پڑھ کر لرز جانا چاہیئے۔ کہ اگر انہوں نے عدل اور انصاف سے کام نہ

لیا۔ ظلم کیا تو جہنم کے گڑھے میں گرائے جائیں گے جس کی گہرائی چالیس برس کی راہ ہے۔

خودکشی پر دوزخ

حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَلَّذِیْ یَخْنُقُ نَفْسَهٗ یَخْنُقُهَا فِی النَّارِ وَالَّذِیْ یَطْعَنُهَا یَطْعَنُهَا فِی النَّارِ۔ (بخاری شریف)

جو شخص گلا گھونٹے اپنا (یعنی خودکشی کرے) گلا گھونٹے گا اپنا دوزخ میں اور جو نیزہ مارے گا اپنے آپ کو، نیزہ مارے گا اپنے آپ کو دوزخ میں۔"

ملاحظہ:۔ حضورؐ کے اس ارشاد سے ثابت ہوا کہ خودکشی کرنے والا دوزخ میں جائے گا۔ افسوس آج کل جاہلوں کے علاوہ بڑے بڑے پڑھے لکھے ـــــ ایم۔ ایل۔ اے تک خودکشی کر رہے ہیں۔ خدا کی دی ہوئی جان کو معاذ اللہ اس کے منہ پر مار کر جہنم میں جا رہے ہیں۔ تکالیف و مصائب کی تاب نہ لا کر بزدل نامرد کافرِ نعمت طعمہ نار بن رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کا جنازہ پڑھنا منع ہے۔ صرف گڑھا کھود کر دبا دینا چاہیئے۔

جہاد کا حکم

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَلْسِنَتِكُمْ۔

(ابوداؤد۔ نسائی)

جہاد کرو تم مشرکوں سے ساتھ اپنے مالوں کے، اور اپنی جانوں

اور اپنی زبانوں کے "

ملاحظہ: جب کفار جارحانہ قدم اٹھائیں، لڑنے میں ابتدا کریں تو مسلمانوں پر جہاد ضروری ہو جاتا ہے۔ ایسے موقع پر حضورؐ نے فرمایا کہ جانوں مالوں اور زبانوں کے ساتھ کافروں سے جنگ کرو۔ یعنی مال بھی خرچ کرو۔ جان بھی اسلام کے لئے فدا کرو۔ اور زبان سے لوگوں کو جہاد کے لئے ابھارو۔ جہاد، اور شہادت کے مسائل و فضائل سناؤ —— جہاد کا پروپیگنڈا کرو۔

سامانِ جنگ تیار کرو

حضرت عقبہ بن عامرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برسرِ منبر فرمایا:۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ (مسلم)

اور تیار کرو کافروں سے جنگ کرنے کے لئے وہ چیز کہ کر سکو تم قوت سے۔ خبردار! تحقیق قوت تیر اندازی (سامانِ جنگ) ہے خبردار! تحقیق قوت تیر اندازی (سامانِ جنگ) ہے۔ خبردار! تحقیق قوت تیر اندازی (سامانِ جنگ) ہے۔

ملاحظہ:۔ اس حدیث سے یہ حکم ملا کہ مسلمانوں کو کفار سے (بوقت ضرورت) جنگ کرنے کے لئے ہر طرح کے سامانِ جنگ سے ہمیشہ مسلح رہنا چاہیئے۔ ہر قسم کے جنگی ہتھیار مہیا رکھنے چاہئیں۔ لیکن تکیہ اور بھروسہ صرف اللہ پر ہے۔

روزمرّہ کے مسائل و احکام

منہ پر نہ مارو

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔
نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الضَّرْبِ فِي الْوَجْهِ۔ (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (آدمی کے) منہ پر مارنے سے منع فرمایا۔"

نوٹ:۔ چہرہ بہت عزت اور حرمت کے لائق ہے اس لئے حضورؐ نے سزا دیتے وقت چہرے پر مارنے سے منع فرمایا۔ والدین اور اساتذہ کو چاہیئے کہ سزا دیتے وقت بچوں کو منہ پر نہ مارا کریں۔

کتا پالنے کی ممانعت

حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَنِ اتَّخَذَ كَلْبًا اِلَّا كَلْبَ مَاشِيَةٍ اَوْ صَيْدٍ اَوْ زَرْعٍ انْتَقَصَ مِنْ اَجْرِهٖ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطٌ۔

(بخاری و مسلم)

جس شخص نے کتا پالا (اور گھر میں رکھا) سوائے کتے مواشی کے یا شکار کے یا کھیتی کے کم ہوتا ہے ہر روز اس کے ثواب سے برابر ایک قیراط کے۔"

ملاحظہ:۔ شکار کے لئے مواشی یا کھیتی باڑی کی حفاظت کے لئے کتا پالنا یا رکھنا جائز ہے۔ ان ضرورتوں کے بغیر کتے کے پالنے یا رکھنے

سے آدمی کے ثواب سے ایک قیراط[1] کے برابر ہر روز کم ہوتا رہتا ہے۔ ایک حدیث میں دو قیراط ثواب ہر روز کم ہونا بھی آیا ہے۔ یہ تفاوت بسبب زمانوں اور مکانوں کی بزرگی اور کتوں کے ساتھ الفت و مخالطت کے ہے۔ بہر حال بلا ضرورت کتوں کا پالنا گناہ ہے۔ یہ بڑا نجس اور موذی جانور ہے اس سے حذر[2] بہتر ہے۔

سیاہ کتا مار ڈالو

حضرت عبداللہ بن مغفل روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَوْلَا اَنَّ الْكِلَابَ اُمَّةٌ مِنَ الْاُمَمِ لَاَمَرْتُ بِقَتْلِهَا كُلِّهَا فَاقْتُلُوْا مِنْهَا كُلَّ اَسْوَدَ بَهِيْمٍ۔ (ابوداؤد)

اگر نہ ہوتی یہ بات کہ کتے (بھی) ایک جماعت ہیں جماعتوں سے تو میں ضرور حکم دیتا کہ سب کتوں کو مار ڈالو۔ (پس سب کو نہ مارو) لیکن مار ڈالو سیاہ کتے کو۔"

چارپایوں کو مت لڑاؤ

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّحْرِيْشِ بَيْنَ الْبَهَائِمِ۔ (ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چارپایوں کے درمیان لڑائی

---

[1] قیراط سے مراد ایک معین حصہ ہے جو خدا کے علم میں ہے (محمد صادق) [2] ایک شخص نے حضورؐ سے عرض کیا۔ آپ فلاں کے گھر تشریف لے جاتے ہیں اور میرے گھر کیوں نہیں قدم رنجہ فرماتے؟ آپ نے فرمایا۔ لِاَنَّ فِيْ دَارِكُمْ كَلْبًا ۔ کیونکہ تمہارے گھر میں کتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

سے منع کیا۔"

ملاحظہ:۔ اس سے مینڈھوں، ہاتھیوں، بیلوں وغیرہ کو آپس میں لڑانا منع ثابت ہوا۔ اسی حکم میں داخل ہے مرغوں، بٹیروں، بازوں کا لڑانا۔

حرام درندے اور پرندے حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كُلِّ ذِيْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَكُلِّ ذِيْ مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ۔ (مسلم)

منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلنے والے درندوں سے اور ہر چنگل گیر سے پرندوں میں سے۔"

نوٹ:۔ یعنی درندوں میں سے جو جانور کچلنے والا مانند شیر بھیڑیا وغیرہ کے ہو۔ اس کا کھانا حرام ہے اور پرندوں میں سے جو چنگل سے شکار کرنے والے ہیں۔ وہ بھی حرام ہیں مانند باز وغیرہ۔

گدھا حرام ہے حضرت ابی ثعلبہؓ سے روایت ہے کہ:۔

حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لُحُوْمَ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ۔ (بخاری، مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خدا کے حکم سے) حرام کیا گھر کے پلے ہوئے گدھوں کے گوشت سے۔"

ہاں جنگلی گدھا، جس کو گورخر کہتے ہیں حلال ہے اور اسی طرح گھوڑا بھی حلال ہے۔ بخاری، مسلم میں ہے وَاَذِنَ فِيْ لُحُوْمِ الْخَيْلِ۔ اور حضورؐ نے گھوڑوں کے گوشت کے کھانے کی (خدا کے حکم سے) اجازت دی

بلی حرام ہے

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ:۔

نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْلِ الْهِرَّةِ وَاَكْلِ ثَمَنِهَا۔ (ابوداؤد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کھانے سے منع کیا۔ اور اس کی قیمت کھانے سے (بھی) منع کیا۔"

ناظرین کرام! کتاب پڑھتے جائیں اور غور کرتے جائیں کہ آپ کو یہ سب باتیں حدیث کے ذریعے ہی معلوم ہو رہی ہیں۔ فرامین خیر الورٰی کے سمندر بردوش بادل ہی دین قیم کی کھیتی سراب کر رہے ہیں۔

فطرت پانچ چیزیں ہیں

حضرت ابی ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَلْفِطْرَةُ خَمْسٌ اَلْخِتَانُ وَالْاِسْتِحْدَادُ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيْمُ الْاَظْفَارِ وَنَتْفُ الْاِبِطِ۔ (بخاری، مسلم)

فطرت (سنت) پانچ چیزیں ہیں۔ (انہیں لازم پکڑو) ختنہ کرنا، بال زیر ناف کے لینے۔ لبیں لینی، ناخنوں کا ترشوانا، بغلوں کے بالوں کا اکھیڑنا۔"

کبوتر بازی حرام ہے

حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ کبوتروں کے پیچھے پڑ رہا ہے (یعنی کبوتروں کے کھیل اور اڑانے میں مشغول ہے۔) فرمایا:۔

شَيْطَانٌ يَتْبَعُ شَيْطَانَةً۔

شیطان ہے (یہ کبوتر باز) پیچھے پڑ رہا ہے۔ شیطان کے۔"

(ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

سخت ترین عذاب کے مستوجب

حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ مَنْ قَتَلَ نَبِيًّا اَوْ قَتَلَهٗ نَبِيٌّ اَوْ قَتَلَ اَحَدَ وَالِدَيْهِ وَالْمُصَوِّرُوْنَ وَعَالِمٌ لَّمْ يَنْتَفِعْ بِعِلْمِهٖ۔

بے شک سخت ترین لوگوں کا از راہِ عذاب کے قیامت کے نزد وہ ہے۔ کہ قتل کرے نبی کو، یا قتل کرے اس کو نبی یا قتل کرے ایک کو والدین اپنے سے، اور مصور، اور بے عمل عالم۔"

انفاسِ خیر الوریٰ کی عنبر فشانیاں

پانچ چیزوں کو غنیمت جانو

عمرو بن میمونؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے از راہِ نصیحت فرمایا:۔

اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سُقْمِكَ وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ (ترمذی)

غنیمت جان پانچ چیزوں کو (یعنی پانچ حالتوں کو جو تیرے لئے موجود ہوں) پہلے پانچ چیزوں کے۔ (یعنی پہلے پانچ متوقع عوارض آئندہ کے) غنیمت جان جوانی اپنی کو پہلے بڑھاپے اپنے کے، غنیمت جان صحتؔ اپنی کو پہلے بیماری اپنی کے، غنیمت جان تونگری اپنی کو پہلے محتاجی اپنی کے، غنیمت جان فراغ اپنے کو پہلے مشاغل اپنے کے اور غنیمت جان زندگی اپنی کو پہلے موت اپنی کے۔"

ملاحظہ:۔ جوانی زندگی کا بہترین حصہ ہے۔ طاقت، قوت، ہمت چستی کا زمانہ ہے۔ اس لئے دین و دنیا کے کام کرنے کا بہترین وقت ہے اس کے مقابلہ میں بڑھاپا۔ کمزوری، ناتوانی اور ضعف و زوال کا عالم ہے اس ناتوانی کے عالم سے قبل جوانی کے وقت کو غنیمت جان کر خدا کی عبادت کر لینی چاہیئے۔

دنیا کے ضروری کام بھی سر انجام دے لینے چاہئیں۔ خبردار! بڑھاپا ایک لا علاج مرض ہے۔ جس سے انسان بے بس اور عاجز ہو جاتا ہے۔

صحت کو بیماری سے پہلے غنیمت جانیں اوامر کے بجا لانے میں ہرگز سستی اور کوتاہی نہ کریں۔ کہ بیماری میں آدمی عبادت کرنے سے مجبور ہو جاتا ہے۔

ایسے ہی تونگری اور کشادہ دستی کو محتاجی اور تنگ دستی سے پہلے غنیمت سمجھیں۔ یعنی جب خدا نے مال دے رکھا ہو۔ تو عبادات مالیہ، صدقات و خیرات اور انفاق فی سبیل اللہ پر خوب عمل کر لیں۔ ایسا نہ ہو کہ غنا اور دولت مندی جاتی رہے اور نوبت فقر و فاقہ پر آ جائے کہ کئی کروڑ پتی دنیا سے مفلس ہو کر سدھارے ہیں۔

فراغ وقت کو بھی غنیمت سمجھنا چاہیئے اور اس فرصت میں دین و دنیا کے کام خوب خوب کر لینے چاہئیں۔ تحصیلِ علم، علم پر عمل، حلال مال کا کمانا وغیرہ فرصت چاہتا ہے۔ پھر جب مشاغل کی آندھی آ جاتی ہے تو آدمی فرصت کے لمحوں کو یاد کر کے روتا ہے۔ افسوس— میں نے علم حاصل نہ کیا کوئی ہنر نہ سیکھا۔ شادی کے بعد بیوی اور پھر اولاد کے حقوق کی ذمہ داریاں کسب معاش کے وام فکر کی قید، رشتہ داری کی وسعت کے تانے بانے کا بننا۔ صبح و شام پیش آنے والے حالات کی ٹیڑھی کھیر کا حلق سے نیچے اتارنا— فراغ وقت کا تصور نہیں کرنے دیتا ہے۔ یہی بات حضورؐ نے سمجھائی ہے کہ مشاغل کا سیلاب آنے سے پہلے فرصت کی گھڑیوں میں کرنے والے کام کر لو۔

زندگی کو موت کے آنے سے پہلے مغتنمات سے جانو — اس زندگی کا سب سے بڑا، ضروری اور اہم کام یہ ہے کہ خدا کو راضی کیا جائے۔ اس کے حکم کے مطابق زندگی گزار کر! باقی کام دنیا کے اچھے ہوں یا بُرے — گزارا ہو جائے گا۔ اگر خدا راضی نہ ہُوا۔ تو مرنے کے بعد دائمی آلام سے دو چار ہونا پڑے گا۔ اور پھر کوئی صورت نجات کی نہیں ہو سکے گی۔ پس زندگی کو غنیمت جانو! پھر غنیمت جانو! اسے کتاب و سنت کی شمع کے اجالے میں بسر کرو۔

عبدالدینار ملعون ہے

حضرت ابی ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لُعِنَ عَبْدُ الدِّیْنَارِ وَلُعِنَ عَبْدُ الدِّرْھَمِ۔

لعنت کیا گیا بندہ دینار کا اور بندہ درہم کا" (ترمذی)

ملاحظہ:۔ جو شخص مال کی ناجائز محبت میں گرفتار ہوتا ہے۔ نہ اس میں سے زکوٰۃ دیتا ہے۔ نہ اسے خویش و اقارب، ہمسایوں، دوستوں، قومی ضرورتوں پر خرچ کرتا ہے۔ بلکہ اسے جمع ہی جمع کرتا ہے۔ ایسا شخص عبدالدینار، عبدالدرہم کہلاتا ہے۔ اس پیسے کے غلام پر لعنت بھیجی گئی ہے — یہ بد بخت بخیل خدا کی رحمت سے دور ہے، دور ہے۔

بہت زیادہ پیٹ نہ بھریں

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ ایک شخص ڈکار لیتا ہے اس پر آپ نے فرمایا:۔

اَقْصِرْ مِنْ جُشَآءِكَ فَاِنَّ اَطْوَلَ النَّاسِ جُوْعًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ اَطْوَلُهُمْ شِبَعًا فِي الدُّنْيَا۔ (ترمذی شریف۔ شرح السنۃ)

باز آ ڈکار (لینے) اپنے سے، کیونکہ قیامت کے دن دراز ترین
لوگوں کا بھوک میں دراز ترین ہے ان کا پیٹ بھرنے میں
دنیا میں۔"

ملاحظہ:۔ وہب بن عبداللہ نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور ڈکار لیتے ہوئے حضرت انورؐ کے پاس آئے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا۔ باز رہ ڈکار لینے سے! اس کا مطلب یہ ہے کہ بہت پیٹ بھر کر کھانا مت کھا! کہ دنیا میں بہت پیٹ بھر کر کھانے والے قیامت کو بھوکے ہوں گے۔

افسوس! بعض آدمی اس قدر پیٹ بھر کر کھانا کھاتے ہیں کہ سانس بہ مشکل لے سکتے ہیں۔ پھر بڑے زور زور سے ڈکار مارتے ہیں۔ رحمت عالمؐ کے ارشاد کے مطابق، انہیں صرف اس قدر کھانا چاہیئے کہ ڈکاریں مارنے کی نوبت ہی نہ آئے۔

یہ بھنا ہوا گوشت ہے! یہ آلو گوشت ہے! یہ مٹر گوشت ہے یہ قیمہ ہے! یہ پلاؤ ہے! یہ حلوہ ہے! یہ فرنی ہے! اب فروٹ آ گیا۔ یہ آم ہیں، سنگترے، مالٹے..... نمبر وار سب کچھ ہی "تنور" میں ڈال لیا جاتا ہے۔ پھر سانس لینا دشوار ہو جاتا ہے۔ اب ڈکاریں پر ڈکاریں آنا شروع ہو جاتی ہیں۔

حضورؐ پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح پیٹ بھرنے اور ڈکاریں مارنے کو اچھا نہیں جانا۔ بلکہ اسے قیامت کے دن بھوکا ہونے سے تعبیر فرمایا۔ اللہ حشر کے دن کی بھوک سے بچائے۔

ہر خاص و عام کو اَدْخَلَ یُدْخِلُ کی یہ "گردان"، فراموش کرکے

صرف اتنی خوراک پر قناعت کرنی چاہیئے۔ جو ان کی پیٹھ کو سیدھی رکھ سکے۔ جس سے دنیا کے دھندوں سے نپٹنے کی سکت رہے۔ خدا کی عبادت اور دین کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکیں۔

صحت اور پانی کی نعمت

حضرت ابی ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّ اَوَّلَ مَا یُسْئَلُ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مِنَ النَّعِیْمِ اَنْ یُّقَالَ لَهٗ اَلَمْ نُصِحَّ جِسْمَكَ وَ نُرْوِكَ مِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ۔ (ترمذی)

نعمت سے متعلق سب سے پہلے قیامت کے روز بندے سے یہ پوچھا جائے گا کیا ہم نے تیرے جسم کی صحت نہیں دی تھی؟ اور تمہیں ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کیا تھا؟"

ملاحظہ:۔ تندرستی اور ٹھنڈا پانی خدا کی بڑی بھاری نعمتیں ہیں۔ قرآن میں خدا نے فرمایا ہے۔ وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ۔ "اور ہم نے ہر چیز کو پانی سے زندہ رکھا ہوا ہے" گویا پانی ہر چیز کی زندگی اور جان ہے۔ جب پیاسا ٹھنڈا پانی پیتا ہے۔ تو اس کو اس قدر راحت پہنچتی ہے کہ اس کے جسم کا رُواں رُواں سبحان اللہ پکار اٹھتا ہے۔ ٹھنڈے پانی کی قدر و قیمت روزہ داروں سے پوچھو کہ جب وہ برف آب ٹھنڈے پانی سے روزہ افطار کرتے ہیں تو ان کی جان میں جان آجاتی ہے جسم میں زندگی کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے۔ اس وقت اُن کے نزدیک دنیا و مافیہا ہیچ ہوتی ہے۔

ایسے ہی صحت بھی خدا کی بڑی نعمت ہے۔ بیماری کے وقت صحت کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ جس قدر پانی اور صحت لاجواب نعمتیں ہیں اسی طرح ان نعمتوں کا شکر بھی لاجواب ہونا چاہیئے۔ فرائض خداوندی کو کماحقہ جامۂ سنت پہنا کر عمل میں لائیں۔ تمام اعضاء اور جوارح خدا کی حکم برداری کا دم بھریں۔ خدا کی نافرمانیوں سے باز رہ کر امتثالِ اوامر میں لگے رہیں۔

صحت اور پانی کے نعمت کے سلسلہ میں ایک نصیحت آموز حکایت سماعت فرمائیں۔ کہ ایک بادشاہ دورانِ سفر جنگل کے اندر مارے پیاس کے بے حال ہو گیا۔ کچھ وقت اور گذر گیا۔ پانی نہ ہی ملا۔ حتیٰ کہ مرنے کے قریب ہو گیا۔ اتفاق سے ایک مردِ مومن کا ادھر سے گذر ہُوا۔ اس نے دیکھا کہ ایک بڑا امیر کبیر آدمی پانی نہ ملنے کے سبب مر رہا ہے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ بادشاہ ہے۔ اس نے حال پوچھا تو بادشاہ نے کہا کہ اگر تم پانی لا دو تو میں اپنی نصف بادشاہت تجھ کو دے دوں گا۔ وہ شخص چلا گیا اور پانی لے آیا۔ بادشاہ نے پیا۔ اس کی جان میں جان آ گئی۔ وہ بچ گیا۔ ابھی تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ اس کا پیشاب بند ہو گیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے بادشاہ ماہیٔ بے آب کی مانند تڑپنے لگا۔ اس نے مردِ مومن کو کہا کہ اگر تم میرے پیشاب بند ہونے کا علاج کر دو تو باقی نصف بادشاہی بھی تم کو دے دوں گا۔ اس نے بوٹی لا کر بادشاہ کو دی اور کہا کہ اسے چبا کر نگل جاؤ۔ بوٹی نگلنے کی دیر تھی کہ بادشاہ کو پیشاب کھل کر آ گیا اور وہ دوبارہ موت کی کشمکش سے رہائی پا گیا۔ اب اس مردِ مومن

نے کہا کہ تم اپنی بادشاہی واپس لے لو اور یقین کر لو کہ پانی اور صحت کی نعمتوں کے سامنے تمہاری ساری سلطنت اور بادشاہی ہیچ ہے۔ سنو! سلطنت اور بادشاہی پر کچھ غرور نہ کرنا۔ بلکہ صحت اور پانی کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا! یہ نعمتیں ملک و دولت، اور سلطنت و بادشاہی سے بدرجہا بلند ہیں۔

سات خصلتیں اختیار کرو

حضرت ابی ذرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرے جانی دوست (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے حکم دیا مجھ کو ساتھ سات خصلتوں کے۔

أَمَرَنِي بِحُبِّ الْمَسَاكِينَ وَالدُّنُوِّ مِنْهُمْ وَ أَمَرَنِي أَنْ أَنْظُرَ إِلَى مَنْ هُوَ دُونِي وَلَا أَنْظُرَ إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقِي وَ أَمَرَنِي أَنْ أَصِلَ الرَّحِمَ وَ إِنْ أَدْبَرَتْ وَ أَمَرَنِي أَنْ لَا أَسْأَلَ أَحَدًا شَيْئًا وَ أَمَرَنِي أَنْ أَقُولَ بِالْحَقِّ وَ إِنْ كَانَ مُرًّا وَ أَمَرَنِي أَن لَا أَخَافَ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ وَ أَمَرَنِي أَنْ أُكْثِرَ مِنْ قَوْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ فَإِنَّهُنَّ مِنْ كَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ۔ (رواہ احمد)

حکم کیا مجھ (ابی ذرؓ) کو کہ دوستی رکھوں مسکینوں سے، اور نزدیک رہوں اُن سے اور حکم کیا مجھ کو کہ نظر کروں میں اُس شخص کی طرف کہ کمتر ہے (امور دنیا میں) مجھ سے اور نہ نظر کروں میں اس شخص کی طرف کہ زیادہ ہو (مال و جاہ میں) مجھ سے اور حکم کیا مجھ کو کہ نظر رکھوں میں ناتے کو خواہ کاٹے ناتے والا اور حکم کیا مجھ کو کہ نہ سوال کروں میں کسی سے کچھ اور حکم کیا مجھ

کو کہوں میں (ہمیشہ) حق اگرچہ (سننے والے پر) تلخ ہو اور حکم کیا مجھ کو، کہ نہ ڈروں میں اللہ کے معاملے (امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے۔

اور حکم کیا مجھ کو کہ بہت پڑھا کروں میں (یہ کلمہ) لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہ، پس تحقیق یہ (خصلتیں یا اس کلمہ کے الفاظ) اس خزانے سے ہیں کہ نیچے عرش کے ہے"۔

ملاحظہ:۔ سب مسلمان بھائیوں کو یہ سات خصلتیں اختیار کرنی چاہئیں۔

(۱) مسکینوں سے دوستی رکھنا اور ان کا قرب چاہنا۔ یعنی بجائے (غیر دین دار) مال داروں کے غریب متقی، پرہیزگار موحدوں سے دوستی اور نشست برخاست رکھا کریں۔

(۲) اپنے سے کم حیثیت لوگوں پر نظر رکھیں اور زیادہ حیثیت والے والوں کی طرف نظر کر کے غریق یم غم نہ ہوں۔

(۳) صلہ رحمی رکھیں۔ ناتے ملائیں۔ خون کے رشتوں سے ضرور میل ملاپ رکھیں۔ خواہ وہ نہ ملانا چاہیں۔ ہاں اگر شرعی موانع ہوں تو عدم تعاون (ناپل ورتن) جائز ہے۔!

(۴) اللہ کے دروازے کے اس درجہ محتاج بن جائیں۔ کہ کسی سے کچھ سوال نہ کریں۔ کچھ نہ مانگیں! استغنا کا دریا پی کر "پیاس" کا نام بھول جائیں۔

(۵) ہمیشہ سچ اور حق سنائیں۔ خواہ کسی کو کتنا ہی کڑوا لگے آپس کے معاملات میں، رشتہ داروں کے جھگڑوں میں (دنیاوی معاملوں کے

تنازعوں میں لین دین اور جائیداد کے قضیوں میں حق اور سچ کو کبھی ترک نہ کریں۔ خواہ آپ کی حق بیانی، اور سچ گوئی پر کوئی ناراض ہو جائے۔ اسی طرح دین کے مسائل بیان کرنے میں بھی احقاقِ حق کو کبھی فراموش نہ کریں کسی سے بیجا رعایت نہ کریں۔

(۶) اللہ کے معاملے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلہ میں۔ قرآن اور حدیث کی تبلیغ و اشاعت کے دوران کسی کی ملامت سے نہ ڈریں پورے پورے نڈر اور بیباک ہو کر حق بیانی کریں۔ کسی کہہ و مہ کی پروا نہ کریں کہ فلاں ناراض ہو جائے گا۔ فلاں ملامت کرے گا۔

(۷) لاحول و لا قوت الا باللہ بکثرت پڑھا کریں یہ عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ بڑا اثر انگیز اور بابرکت کلمہ ہے۔ اس کے معنی ہیں:۔

نہیں ہے بچاؤ گناہوں سے، مگر ساتھ بچانے اللہ کے اور
نہیں ہے طاقت عبادت پر مگر ساتھ مدد اللہ کے"

یعنی اللہ کے بچائے بغیر نہ ہم گناہوں سے بچ سکتے ہیں اور اللہ کی مدد اور توفیق کے بغیر نہ ہم نیکی اور عبادت کر سکتے ہیں۔ اس مفہوم کے لحاظ سے یہ کلمہ بڑا متبرک اور جلیل القدر ہے۔ خزانۂ عرش ہے حضورؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ کلمہ ننانوے بیماریوں کا علاج ہے۔ ان میں ہلکی ترین بیماری غم ہے" (مشکوٰۃ)

تو اس کلمے کا ورد کرنے سے خدا تعالیٰ ہر قسم کے غموں، اندوہوں، دکھوں، دردوں سے نجات دیتا ہے اور تمام حاجات پوری کرتا ہے۔ اس مقصد کے لئے ہر روز پانچ صد بار ایک وقت مقرر کرکے پڑھا کریں۔

اور مقصد براری کا پھل کھائیں!

توحید کا لبریز جام

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ يَا غُلَامُ احْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ وَإِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى اَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى اَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ۔ (ترمذی)

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اے لڑکے! نگاہ رکھ تو اللہ تعالیٰ (کی امر و نہی) کو، نگاہ رکھے گا اللہ تعالیٰ (دنیا کی آفتوں اور آخرت کے عذابوں سے) تجھ کو، (پس!) نگاہ رکھ تو اللہ تعالیٰ (کے حقوق) کو! پائے گا تو اس کو سامنے اپنے، اور جب ارادہ کرے تو مدد چاہنے کا، پس مدد چاہ اللہ ہی سے، اور جان تو (جم جا اس عقیدہ پر) کہ سب خلق (کل فرشتے، جن، انسان — انبیاء، اولیاء، شہداء) اگر (متفق ہو کر) جمع ہوں (بالفرض) اس پر کہ نفع پہنچائیں تجھ کو ساتھ کسی چیز کے، تو نہیں نفع پہنچا سکیں گے تجھ کو، مگر وہ چیز (ہی تجھ کو پہنچے گی) کہ مقدر کی ہے خدا نے تیرے لئے، اور اگر جمع ہوں سب خلق اس

پر کہ ضرر پہنچائیں تجھ کو ساتھ کسی چیز کے، نہ ضرر پہنچا سکیں گے تجھ کو، مگر وہ چیز (ہی تجھ کو ملے گی) کہ مقدر کی ہے خدا نے تجھ پر، (سن) اٹھائے گئے قلم، اور خشک ہو گئے صحیفے۔"

امر و نہی کی حفاظت

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب ابنِ عباسؓ کو مخاطب کر کے اپنی ساری امت کو توحید کا ایک لافانی سبق پڑھایا ہے۔ سچے دل سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ پڑھنے والے ہر اُمتی کو حضورؐ کے اس ارشاد پر عمل کرنا چاہیئے۔ اس نصیحت کے مطابق اپنا عقیدہ بنانا چاہیئے کہ:۔

خدا کی امر و نہی کو نگاہ میں رکھیں۔ یعنی جن کاموں کے کرنے کا خدا نے حکم دیا ہے وہ کام ضرور ضرور کریں اور جن کاموں سے منع کیا ہے ان کاموں سے ضرور ضرور باز رہیں۔ ہمیشہ خدا تعالیٰ کی مرضی کو سامنے رکھیں۔ اس کی خوشی کو چاہیں اور ناراضی سے کانپیں۔ اس کی عملی صورت یہ ہے کہ سنت اور حدیث کے مطابق زندگی گزاریں۔!

خدا کے حق کی نگرانی

خدا تعالیٰ کے حق کو نگاہ رکھیں یعنی اس کو ذات و صفات میں وحدہٗ لا شریک مان کر عقیدہ توحید پر جمے رہیں۔ ہر طرح کے شرک سے بچیں۔ قولی، بدنی، مالی عبادت صرف اللہ ہی کی بجا لائیں۔ کسی نبی، ولی، بزرگ، شہید کو شریک نہ کریں ـــــ توحید کی ہر لمحہ حفاظت کریں۔ زندگی بھر کبھی خیال اور تصور میں بھی اللہ کے مقابل کسی غیر اللہ کو نہ لائیں۔ اس طرح کہ خدا کی تمام مخلوق میں خواہ کوئی چھوٹے درجے کا ہے، خواہ

بڑے درجے کا ایک بھی الوہیت کے مقام پر نہیں ہے۔ معبود ہونے کا اہل نہیں۔ یعنی کوئی حاضر ناظر نہیں، غیب جاننے والا نہیں، حاجت روا، مشکل کشا، بے بسوں، لاچاروں کی پکاروں کو سننے اور مدد کو پہنچے والا نہیں۔ بیماروں، مصیبتوں، بلاؤں، ضرروں کو سوائے خدا کے کوئی بھیجنے والا نہیں اور خدا کی بھیجی ہوئی ان بلاؤں کو سوائے واحد القہار کے کوئی دور کرنے والا نہیں۔ اللہ ہی تمام نعمتوں کا خالق اور ان کو اپنے بندوں میں بغیر کسی کے مشورے کے صرف اپنی مرضی سے تقسیم کرتا ہے۔ اس کے ارادوں، کاموں، فعلوں، اختیاروں، تصرفوں اور طاقتوں میں کوئی نبی، ولی، بزرگ، شہید، فرشتہ، جنّ وغیرہ شریک نہیں۔ اور نہ ہی ان چیزوں کا خدا نے کسی کو مختار بنایا ہے یعنی ایک لمحہ کے لئے بھی کسی پیغمبر یا ولی کو اپنا کوئی اختیار نہیں بخشا ـــ تصرف مرحمت نہیں فرمایا۔ اس پر کسی کا زور، بس، رعب، دھونس، اثر، دباؤ، نہیں۔ سب بندے اس کے عاجز اور محتاج غلام ہیں۔ ہاں وہ اپنے ان بندوں، غلاموں (پیغمبروں، ولیوں، بزرگوں، شہیدوں، خدا کی ان پر بے شمار رحمتیں نازل ہوں) کی دعاؤں کو سنتا، اور اپنی مرضی سے قبول کرتا ہے دعا کے معنی ہیں ـــ خدا سے مانگنا، ہاتھ پھیلانا، گلا کرنا! وہ سمیع وجیب ہے، مالک و مختار، پروردگار چاہے جھولی بھر دے، چاہے خالی لوٹا دے، وہ پوچھا نہیں جا سکتا کہ کیوں دعا قبول نہیں کی۔ کیوں جھولی خالی چھوڑی ہے؟

۔ آخر غلام غلام ہی ہے اور مالک مالک ہے۔ غلام کا کام ہی اپنی حاجتوں کو مانگنا ہے۔ کوئی غلام (خواہ مالک کو کتنا ہی پیارا

ہو جائے) کبھی غلامی سے جدا نہیں ہو سکتا۔ جب تا زیست غلام ہی ہے تو ضرور محتاج اور ہر وقت مرہونِ دُعا ہے۔

قیام، رکوع، سجدے، اعتکاف، نذر، نیاز کے لائق صرف اللہ ہی کی ذاتِ پاک ہے۔ ان عبادتوں میں کوئی غیر اللہ حصے دار نہیں۔ یعنی یہ کام سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی پیغمبر، ولی، بزرگ کے لئے نہیں کئے جا سکتے۔

جتنے امور اوپر ذکر ہوئے ہیں۔ اگر یہ سب صرف اللہ ہی کے لئے مانے جائیں۔ تب ہم نے اللہ کے سوا کسی کو معبود نہ جانا۔ تب ہم نے توحید کی حفاظت کی! اللہ کے حق کو نگاہ رکھا۔!

اللہ کو سامنے پاتا سچ فرمایا حضورؐ نے نگاہ رکھ اللہ (کے حق) کو پائے گا تو اس کو سامنے اپنے "

اگر مذکورہ صورت میں بندہ اپنے مالک، رب، معبودِ برحق کی توحید کی حفاظت کرے۔ اس ذاتِ برحق کو اس کے صحیح مقام پر بلا شرکت غیرے مانے، تو اللہ رب العزت ضرور اپنے موحد بندے کے سامنے آ جائے گا — مقامِ احسان میں بندہ اس کو دیکھ لے گا۔ یقینِ توحید کے ساتھ جب بندہ اللہ کی عبادت میں لگ جاتا ہے تو ماسوی اللہ فنا ہو کر صرف اللہ ہی سامنے آ جاتا ہے اور سامنے آنا یہ بھی ہے کہ مدد کرتا ہے اللہ مہمات میں، کام آتا ہے مشکلات میں۔ دستگیری کرتا ہے۔ عین دعا میں سہل کرتا ہے وہ امر کہ قصد کرتا ہے موحد! ان کے فضل و کرم اور رحمت اور عنائت کی ہوائیں لوری دیتی ہیں اس کو! نصرت اور مدد سایہ کرتی ہیں حنیف پر!

الا صل من کان للّٰہ کان اللّٰہ لہٗ۔ جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔ پھر سن لیں کہ یہ درجہ اللہ کے حق کو نگاہ رکھنے سے ملتا ہے۔ اللہ قارئین کرام کو یہ درجہ نصیب کرے۔

اللہ ہی سے سوال کرنا

جب ارادہ کرے تو سوال کا، تو اللہ ہی سے کر!" سبحان اللہ! غلاموں کو صرف اپنے مالک ہی سے مانگنے کا کتنا پاکیزہ سبق دیا گیا ہے اور ان کی ذہنیت کو کتنا صاف اور روشن کیا ہے بھلا غلام غلاموں سے کیا مانگیں۔ جب سب غلام مانگنے میں صرف اللہ ہی کے در کے بھکاری ہیں! جب ہر چیز — بیٹے بیٹیاں، مال، دولت، رزق، عزت، نعمت، صحت، خوشی، خوش حالی — اور تمام بخششوں کے خزانے اللہ ہی کے ہاتھ اختیار میں ہیں۔ کسی کو ان کی ایجنسی نہیں دی گئی ہے۔ اور نہ ہی کسی کو ان کے بانٹنے کا اختیار ملا ہے۔ تو پھر کیوں غلام غلام سے سوال کرے، بھوکا بھوکے سے، پیاسا پیاسے سے اور عریاں عریاں سے مانگے، محتاج محتاج کا دروازہ کھٹکھٹائے؟

کون پانی لائے گا؟

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں (نبیوں، ولیوں، بزرگوں، شہیدوں، ہر خاص و عام) کو مخاطب کرکے پوچھتا ہے۔

إِنْ أَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِمَآءٍ مَّعِينٍ ۝ (پ۲۹ ع ۲)

اگر تمہارا پانی (جو تم پیتے ہو، زمین کے اندر) اتر جائے تو کون تمہارے پاس پانی کی سوتیں لائے گا"؟

خدا پوچھتا ہے کہ اگر یہ پانی جو تم پی کر زندہ ہو۔ اگر میں زمین کے اندر اسے خشک کر دوں۔ تو میرے سوا کون تمہارے پاس یہ جاری پانی لائے گا؟

حضورؐ نے خدا کے اس سوال کا جواب اس کی جناب میں یہ عرض کیا ہے۔ اَللّٰہُ یَاْتِیْنَا بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ۔ اللہ ہی ہمارے پاس یہ جاری پانی لائے گا" یعنی اے خدا! اگر تو زمین میں پانی خشک کرے تو تیرے سوا کوئی نہیں جو اس پانی کو جاری کر سکے۔ صرف تو ہی ہے جو خشک کرنے کے بعد پھر جاری کر سکتا ہے۔ تیرے پانی بند کئے کو کوئی غلام کھول نہیں سکتا! سبحان اللہ! یہ فرق ہے اللہ مالک اور اسکے بندوں غلاموں کے درمیان ـــ کہ اگر وہ پانی زمین سے خشک کر لیتا۔ تو تمام انبیاء، اولیاء، بزرگ، امام اور سب جاندار ہلاک ہو جاتے! معبودِ برحق کا ارشاد ہے:۔

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ۔

ہم نے پانی سے ہر چیز کو زندہ رکھا ہے"

کہیئے پھر ہے کسی کو اختیار اس کے خزانے پر؟ نہیں! تو پھر ہوئے سب بندے نبی، ولی، بزرگ اس کے در کے یکساں محتاج!!

کون رزق دے گا؟

خدا اپنے بندوں سے سوال کرتا ہے:۔ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُکُمْ اِنْ اَمْسَکَ رِزْقَهٗ (پ ۲۹ ع ۲)

(اے میرے بندو!) اگر خدا اپنا رزق (تم سے) روک لے۔ تو پھر ایسا کون ہے جو تم کو رزق پہنچا دے"

پانی خشک کرنے کے بعد پھر آپ ہی جاری کرنے کا لوہا منوا کر خدا رزق کے بارے میں بھی پوچھتا ہے کہ اگر میں رزق تم سے روک لوں تو پھر کون ہے ایسا جو میرے روکنے کے بعد تمہیں رزق پہنچا دے گا؟ ہے کوئی؟ کوئی نہیں! کوئی نہیں جو خدا کے رزق بند کرنے کے بعد کسی کو رزق دے۔ معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ رزق بند کر لیتا تو اس کے تمام بندے، کیا ادنیٰ کیا اعلیٰ ـــــ مع ذی روح مخلوق کے ہلاک ہو جاتے۔ کوئی بھی کسی کی دستگیری نہ کرتا۔ پھر ہے کسی کو خدا کے رزق کے خزانے پر دسترس، بانٹنے کا اختیار؟ نہیں! ہرگز نہیں! ثابت ہُوا قرآن کی آیت سے ـــــ کہ رزق (اور پانی) میں تمام انبیاء، اولیاء اور سب آدم کی اولاد خدا کے ایک جیسے حاجت مند ہیں یعنی سب کی زندگی پانی اور رزق سے رواں دواں ہے! اور پانی اور رزق کی محتاجی کے لیے سب اللہ کی جناب میں ناصیہ فرسا ہیں!

کون دن رات لائے گا؟

پھر خدا اپنی بارگاہِ الوہیت میں اپنے غلاموں سے شکر کی نیاز لینے کے لئے پوچھتا ہے:۔

اَرَءَیۡتُمۡ اِنۡ جَعَلَ اللّٰہُ عَلَیۡکُمُ الَّیۡلَ سَرۡمَدًا اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ مَنۡ اِلٰہٌ غَیۡرُ اللّٰہِ یَاۡتِیۡکُمۡ بِضِیَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسۡمَعُوۡنَ ۞ (پ ۲۰ ع ۱۰)

بھلا دیکھو تو سہی (اے میرے بندو!) کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیشہ قیامت تک تم پر رات کئے رہے تو اللہ کے سوا کوئی اور خدا ہے جو تمہارے لئے (دن کا) نور لے آئے۔ کیا تم (اتنی عقل

کی بات بھی) نہیں سنتے "۔

اس آیت میں اللہ اپنے غلاموں (بندوں) سے سوال کرتا ہے کہ اگر میں تم پر قیامت تک رات ہی مسلط کر دوں تو میرے سوا ہے کوئی، جو تمہارے پاس دن لے آئے گا؟ کوئی نہیں! معلوم ہوا کہ دن کی روشنی کے لیے تمام بندے خدا ہی کے محتاج ہیں۔ کوئی بھی دن نہیں لا سکتا۔ پھر فرمایا:۔

أَرَءَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُونَ فِيهِ ۖ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝ (پ ۲ ع ۱۰)

بھلا دیکھو تو سہی (اے میرے بندو!) اگر اللہ تعالیٰ (بالفرض) ہمیشہ قیامت تک تم پر دن کئے رہے تو اللہ کے سوا کوئی اور خدا ہے، جو تمہارے پاس رات کو لا موجود کرے۔ کہ تم اس میں آرام پاؤ۔ کیا تم (خدا کی اس نعمت کو بھی) نہیں دیکھتے "۔

اس آیت میں خدا تعالیٰ اپنے غلاموں سے سوال کرتا ہے۔ کہ اگر میں تم پر قیامت تک دن ہی برپا کر دوں تو میرے سوا ہے کوئی، جو تمہارے پاس آرام کرنے کے لئے رات لے آئے گا؟ کوئی نہیں ہے! معلوم ہوا کہ رات میں آرام پانے کے لیے سب کے سب اللہ ہی کے محتاج ہیں۔ کسی کو بھی لیلائے شب پر دسترس حاصل نہیں۔ اسی طرح خدا کی بے شمار نعمتیں ہیں جن کا وہ تنہا خالق ہے۔ کوئی بھی اس کا مدد و معاون اور مشیر نہیں پھر اس کی نعمتوں کو استعمال کرنے والوں پر تنہا اس کا شکر واجب ہے۔ اسی سے مانگنا اور سوال کرنا

زیبا ہے!

یہ جو حضورؐ نے فرمایا۔ "اور جب تو سوال کرے تو اللہ ہی سے کر" یہ فرما کر آپ نے امت کو سوال کرنے کی ذلت سے بچایا ہے۔ اور خود داری کا سبق سکھایا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے بھی حضورؐ ہی کی تائید میں کہا ہے ؎

تو اگر خود دار ہے، منت کش ساقی نہ ہو
عین دریا میں حباب آسا نگوں پیمانہ کر

اللہ ہی سے مدد چاہنا

(۴) اور جب ارادہ کرے تو مدد چاہنے کا، پس مدد چاہ اللہ ہی سے!

حضورؐ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کی مصیبتوں، تکلیفوں، دکھوں، دردوں، کربوں، بلاؤں، غموں، اندوہوں، بیروزگاریوں، بیماریوں — میں رو رو کر بڑی عاجزی اور زاری سے اللہ سے مدد چاہو — کسی غیر اللہ کو نہ پکارو۔ نہ اسے حاجت روا اور مشکل کشا جانو! یہی قرآن مجید میں بھی ہے وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ — خدا وندا! ہم خاص تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں" پس اس اقرار کے بعد اللہ ہی کے درِ تصرف کو دستک دینی چاہیئے۔ اس اعتقاد کے ساتھ کہ سوائے واحد القہار کے در کے کوئی اور دروازہ نہیں — کوئی سننے والا نہیں، دیکھنے والا، تصرف و قدرت والا، بگڑی بنانے والا — مضطر و لاچار کا ملجا، ماوی ہے ہی نہیں!

ہاں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ نیک کاموں میں تعاون کرنا چاہیئے۔ خدا کی دی ہوئی چیزیں جو ہمارے عارضی تصرف میں ہیں۔ ان

سے لوگوں کی اعانت کرنا چاہیئے۔ مثلاً روٹی، پانی، آٹا، سالن، سبزی، نقدی، کپڑے، نمک، مرچ وغیرہ۔ خدا نے فرمایا ہے تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى۔ آپس میں نیکی اور پرہیزگاری کے کام میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔" اس کو تعاون اور بل ورتن کہتے ہیں۔ اس کے کرنے کا حکم ہے۔۔۔ یتیموں، مسکینوں، فقیروں، بیواؤں، اندھوں، لولہوں، بوڑھوں، غریبوں، مظلوموں، بیماروں، کی حسب استطاعت مدد کرنی چاہیئے۔ کہ ہم خدا کی دی ہوئی صحت، طاقت، مال، دولت، رزق اور اسباب موافق سے ان کی معاونت کر سکتے ہیں۔

ہاں وہ باتیں، کام اور حوائج جو صرف اللہ ہی کے بس میں ہیں۔ خدا کے سوا کسی نبی، ولی، بزرگ، شہید کو ان پر طاقت و اختیار نہیں۔ اور نہ خدا نے ہی ایک لمحہ کے لئے کسی کو ان کا اختیار دیا ہے۔ نہ تصرف بخشا ہے۔ ایسی باتوں اور حاجتوں کے لئے کسی غیر اللہ سے مدد مانگنی، مافوق الاسباب طور پر اسے پکارنا شرک ہے۔ اس پکارے گئے کو اللہ کے سوا معبود بنانا ہے۔ مثلاً رزق کی تقسیم، اولاد کا بخشنا، بیماری کی شفاء، عزت و ذلت، شاہی و گدائی، مصیبتوں کا بھیجنا اور ٹالنا، جلب منفعت اور دفع مضرت، علم غیب، تصرف، حاضر ناظر ہونا، ہر ایک ۔۔۔ مضطر اور لاچار کی ہر قسم کی پکار بلا واسطہ سننا اور مشکل کشائی کرنا، سینوں کے بھیدوں کو جاننا، اپنی مرضی کرنا، نذروں، نیازوں اور دعاؤں کی عبادات کا بلا شرکت غیرے تنہا حقدار ہونا۔۔۔ یہ سب باتیں خدائے برتر کے خاصے ہیں۔ اس کے سوا یہ امور نہ کسی میں پائے جاتے ہیں اور نہ ہی اس نے کسی کو اختیار دیا

ہے۔ اس لئے ہر نبی، ولی، بزرگ، شہید، امیر و غریب، شاہ و گدا، ان باتوں کے لئے یہ کہنے پر مجبور و مامور ہے۔ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ!!

تمام اولادِ آدم دامنِ احتیاج پکڑ کر صاحبِ جلال و جبروت کے دروازے پر صدا دے رہی ہے!!

يَسْئَلُهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ کا پٹا گلے میں ڈال کر مانگ رہی ہے۔ اِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ کے سمندر سے قطرے قطرے کے لئے پیاسی ہے!!

اللہ کے سوا کوئی نافع و ضار نہیں

پھر حضورؐ نے یہ فرمایا۔ اُمت کو سنایا۔ ان کا عقیدہ بنایا

کہ سب خلق اگر جمع ہوں اس پر کہ نفع پہنچائیں تجھ کو، ساتھ کسی چیز کے، تو نہیں نفع پہنچا سکیں گے تجھ کو، مگر وہ چیز کہ مقدر کی ہے خدا نے تیرے لئے۔"

یعنی تمام مخلوقات آسمان اور زمینوں کی مل کر متفق ہو کر صلاح و مشورہ کر کے اکٹھی طاقت اور قوت لگا کر اگر تجھ کو کسی قسم کا نفع (مثل مال، دولت، رزق، اولاد، عزت، صحت، روزگار، ترقی، خوشحالی، بہبودی، خوشی وغیرہ) پہنچانا چاہیں تو ہرگز نہیں پہنچا سکتے کہ ان میں کوئی طاقت، قوت، زور، اختیار اور تصرف نہیں ہے۔ ہاں

لے (پ ۲۷ ع ۱۲) آسمانوں اور زمین میں جو کوئی ہے سب ہی اس (اللہ رب العالمین) کے در کے، سوالی ہیں۔

۲ (پ ۱۴ ع ۲) ہر ایک چیز کے ہمارے پاس خزانے ہیں۔

وہی نفع پہنچے گا۔ جو خدا چاہے گا۔ اسی نفع کے لئے، اسباب کارگر ہوں گے اسی فائدے کی خاطر مساعی بار آور ہوں گی، جس کے لئے اللہ منظوری دے گا۔ جب خدا ہی کسی کا نفع نہ چاہے تو آسمانوں والے اور زمین والے —— ساری خدا کی مخلوق —— ایک لاکھ کئی ہزار پیغمبر کروڑوں اولیاء و شہداء، اربوں اصفیاء اور کھربوں صالحین، (خدا ان پر اپنی رحمت کی برکھا برسائے) ایڑی چوٹی کا دہ زور لگا کر نفع نہیں پہنچا سکتے۔ ایسا عقیدہ حضورؐ نے اس لئے اختیار کرنے کو کہا ہے کہ مسلمان پکا موحد بن کر زندگی گزارے "مرضی مولا از ہمہ اولٰے" کی مے پی کر ربّ الارباب کو نرگس کی آنکھوں سے دیکھا کرے۔ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ کے حسن کا پجاری بن جائے۔

پھر حضورؐ نے امت کو صرف خدا ہی سے ڈرنے، لرزنے، کانپنے خوف کھانے اور غیر اللہ سے نڈر اور بے باک ہو کر رہنے کی خاطر یہ ارشاد فرمایا:۔

> کہ سب خلق اگر جمع ہوں اس پر کہ ضرر پہنچائیں تجھ کو ساتھ کسی چیز کے، تو نہیں ضرور پہنچا سکیں گے تجھ کو مگر وہ چیز کہ مقدر کی ہے خدا نے تیرے لئے۔"

یعنی تمام مخلوقات آسمانوں اور زمین کی رل کر، متفق ہو کر صلاح و مشورہ کر کے، اکٹھی طاقت اور قوت لگا کر اگر تجھ کو کسی قسم کا ضرر (مثل بھوک، ننگ، غریبی، افلاس، بے اولادی، ذلت، فقیری، بیماری دکھ، درد، بے روزگاری، تنزلی، بدحالی، معطلی، غم، اندوہ، تکلیف وغیرہ) پہنچانا چاہیں تو ہرگز نہیں پہنچا سکتے کہ ان میں کوئی طاقت

قوت، زور اور اختیار و تصرف نہیں ہے۔ ہاں وہی ضرر پہنچے گا جو خدا چاہے گا۔ اسباب اور مساعی سے وہی ضرر جنم لے گا جس کے لئے اللہ امر دے گا۔

جب خدا ہی کسی کو کوئی ضرر نہ پہنچانا چاہے تو آسمانوں والے اور زمین والے — ساری خدا کی مخلوق — ایک لاکھ کئی ہزار پیغمبر، کروڑوں اربوں، کھربوں اولیار، شہدار، اصفیار، صلحا، (خدا کا ان پر درود و سلام ہو) خون کا آخری قطرہ صرف کرکے بھی وہ ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ آپ اس عبارت کو پڑھ کر حیران نہ ہوں۔ ذرا آیت ذیل بغور ملاحظہ فرمائیں۔ ساری مخلوق کے سردار نبیوں اور رسولوں کے امام، سارے جہان کے لئے رحمت بن کر آنے والے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا مخاطب کرکے فرماتا ہے :-

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ (پ ۹ ع ۱۳)

(اے پیغمبرؐ! لوگوں سے) کہو کہ میں اپنی جان کے نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا (میں بہتیرا چاہوں) مگر (وہی ہو کر رہتا ہے) جو خدا چاہے۔"

اس آیت سے صاف ثابت ہو گیا — کہ حضرت رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جان کے لئے نفع اور ضرر کا اختیار نہیں رکھتے یعنی حضورؐ نافع اور ضار نہیں۔ جب حضورؐ نہیں تو خدا کی ساری مخلوق بدرجہ اولیٰ نافع اور ضار نہ رہی۔

یہ عقیدہ — کہ اللہ کے سوا کوئی نہ ضرر پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع — حضورؐ نے اپنی امت کے ایمان میں داخل کرکے اسے صرف اللہ واحد القہار کا غلام بنا دیا ہے۔ اور ساتھ ہی مخلوق کے بیشمار

خداؤں کی ذہنی غلامی سے آزاد کر دیا ہے۔ نڈر اور بیباک بنا دیا ہے۔
ہاں تو یاد رہے کہ یہ تعلیم آپ کو حدیث پاک کے ذریعہ ہی مل رہی ہے۔ زندگی کے دھاروں کے غلط رخ رحمتِ عالم کی زبان ہی موڑ رہی ہے۔

دکھلانے سنانے کے اعمال

حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلَىٰ صُوَرِكُمْ وَ أَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَ أَعْمَالِكُمْ۔

تحقیق اللہ نہیں دیکھتا تمہاری صورتوں کی طرف اور نہ تمہارے مالوں کی طرف، اور لیکن دیکھتا ہے تمہارے دلوں کی طرف اور تمہارے عملوں کی طرف۔"

ملاحظہ:۔ خدا صورتیں نہیں دیکھتا ہے کہ کون خوبصورت ہے اور کون بدصورت ہے۔ کس کا رنگ گورا ہے اور کس کا کالا۔ اور نہ ہی مالوں کی کثرت اور قلت کو دیکھتا ہے۔ ہاں اس کی نظر دلوں پر ہوتی ہے کہ کس نیت سے یہ شخص عمل کر رہا ہے۔ اس کے دل میں صدق، یقین، اخلاص ہے یا ریا اور سمعہ ہے۔ لوگوں کو دکھلانا سنانا ہے؟ نیز وہ اعمال کو دیکھتا ہے کہ کتاب اور سنت کے مطابق کر رہا ہے یا بدعت اور شرک کو عمل میں لا رہا ہے حضورؐ کے اس ارشاد کے مطابق ہر مسلمان کو ہر دین کا کام حدیث اور سنت کے مطابق کرنا چاہیئے۔ حضورؐ نے جو کام کیا ہے وہ کریں اور جو نہیں کیا وہ نہ کریں۔

اور دوسری بات یہ یاد رکھیں کہ تمام مسنون اعمال خدا کو دکھانے سنانے کے لئے کریں۔ صدق و خلوص سے کریں۔ اگر نیت میں ریا کاری ہوئی تو وہ اعمال برباد ہو جائیں گے۔ ریاکاری کا حج، زکوٰۃ، نماز، روزہ اور تمام صدقات و خیرات اور دیگر اعمالِ خیر قبول نہیں ہوں گے۔

پوشیدہ شرک

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اِيَّاكُمْ وَ شِرْكَ السَّرَآئِرِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ وَمَا شِرْكُ السَّرَائِرِ قَالَ يَقُوْمُ الرَّجُلُ فَيُصَلِّيْ فَيُزَيِّنُ صَلٰوتَهٗ جَاهِدًا لِّمَا يَرٰى مِنْ نَّظَرِ النَّاسِ اِلَيْهِ فَذَالِكَ شِرْكُ السَّرَائِرِ۔

(رَوَاهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ)

اے لوگو! پوشیدہ شرک سے بچو۔ لوگوں نے پوچھا حضورؐ! پوشیدہ شرک کیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ لوگوں کے رُو برو ان کے دکھاوے کے لئے خوب سنوار کر نماز پڑھنا۔"

نماز بے شک بڑے آرام اور اطمینان سے خوب اچھی طرح ادا کرنی چاہیئے اور جس وقت جہاں بھی نماز پڑھیں آرام اور چین سے پڑھیں اور دل میں نیت خالص خدا کو دکھانے کی ہو اور اگر آپ اکیلے تو بڑی جلدی جلدی پڑھتے ہوں اور لوگوں کے سامنے ریاکاری کی نیت سے خوب سنوار کر پڑھیں تو یہ ریاکاری پوشیدہ شرک ہے۔ قیامت کے دن ایسے لوگوں کو کہا جائے گا کہ تم نے جن لوگوں کو دکھانے کے لئے یہ عبادتیں کی تھیں اُن سے ان کا اجر لو۔ پس مسلمان بھائیوں کو چاہیئے کہ وہ ہر قسم کی عبادت نمود

ریار سے بچ کر صرف اللہ کو دکھانے سنانے کے لئے صرف اسی کی خوشنودی کی خاطر، بڑے خلوص سے ادا کریں اور ریار کے شائبہ سے بھی بچیں۔

محبت للہ کا مرتبہ

حضرت ابی مالک اشعریؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ (ایک دفعہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اے لوگو سنو! سمجھو اور جانو —— کہ اللہ تعالیٰ کے بعض بندے وہ ہیں جو نہ نبی ہیں اور نہ شہید ہیں۔ لیکن (قیامت کو) انہیں درجے وہ ملیں گے اور وہ خدا کا ایسا قرب پائیں گے کہ (دیکھ کر) نبیوں اور شہیدوں کو بھی رشک آئے گا۔ یہ سن کر ایک اعرابی دور کی صفوں میں سے گھٹنوں کے بل کھڑا ہوا اور حضورؐ کی طرف ہاتھ بڑھا کر عرض کرنے لگا۔ کہ اے اللہ کے رسولؐ! وہ لوگ نہ نبی ہوں گے اور نہ شہید، لیکن پھر بھی انہیں مرتبے اور قرب خدا اس قدر ملے گا کہ نبی اور شہید رشک کریں گے حضور! آخر وہ کون لوگ ہوں گے؟ ان کے اوصاف کیا ہیں؟ آپ اس کے پوچھنے پر خوش ہوئے اور فرمایا۔ یہ لوگ قبیلے اور برادریوں سے الگ ہوں گے (یعنی مختلف برادریوں کے مسلمان لوگ ہوں گے) محض اللہ کے لئے آپس میں دوستی اور محبت رکھنے والے ہوں گے نہ تو ان کے (دنیا میں) رشتے ناتے تھے۔ اور نہ لین دین کے تعلقات۔ ان کا میل جول اور محبتیں محض اللہ کی خوشنودی اور رضا مندی کی خاطر تھیں ہ

يَضَعُ اللّٰهُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَنَابِرَ مِنْ نُّوْرٍ فَيَجْلِسُوْنَ عَلَيْهَا فَيَجْعَلُ وُجُوْهَهُمْ نُوْرًا وَّثِيَابَهُمْ نُوْرًا۔

خدا تعالیٰ ان کے لئے نور کے منبر بچھائے گا۔ وہ ان پر بیٹھیں گے۔ انہیں نور کا لباس پہنائے گا اور ان کے چہرے نورانی کریگا۔

يَفْزَعُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يَفْزَعُوْنَ۔

قیامت کے دن اوروں کو گھبراہٹ ہو گی لیکن انہیں نہ ہو گی۔

وَهُمْ اَوْلِيَاءُ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ۔

یہ خدا کے دوست ہیں ان پر نہ تو خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

(رواہ احمد والحاکم وقال صحیح الاسناد)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ عملِ صالح کرنے والے موحّد مسلمان خواہ وہ کسی برادری سے تعلق رکھتے ہوں اگر دنیا میں بغیر نفسانی اغراض کے آپس میں محض لِلّٰہ محبت کریں گے۔ خدا کی خوشی کے لئے آپس میں ملیں گے اور تعلقات قائم کریں گے۔ تو میدانِ محشر میں اللہ اُن کو بڑے درجے دے گا اور وہ شان عطا کرے گا کہ انبیاء اور شہداء بھی دیکھ کر باغ باغ ہوں گے۔ بھائیو! پھر ملو آپس میں اللہ کے لئے! محبت کی پینگیں بڑھاؤ۔ اللہ کی محبت کی فضا میں اجو اللہ والا ہے اس کو اپنا لو اپنا سمجھو! اس سے محبت کرو۔ ملو جلو۔ خواہ وہ کسی برادری کا ہو۔ در اصل وہ آپ ہی کا ہے کہ اصل برادری ایمان اور توحید کی برادری ہے۔ حضرت شیخ سعدیؒ نے بہت خوب فرمایا ہے ؎

ہزار خویش کہ بے گانہ از خدا باشد
فدائے یک تن بے گانہ کآشنا باشد

یعنی ہزار اپنا (رشتہ دار) جو خدا سے بیگانہ۔ (یعنی نافرمان) ہو، ایک بیگانہ (غیر رشتہ دار) پر قربان جو خدا کا آشنا (فرمانبردار) ہو۔

جاہلیت کا فخر و گھمنڈ حرام ہے

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَ فَخْرَهَا بِالْآبَاءِ النَّاسُ بَنُوْ آدَمَ وَ آدَمُ مِنْ تُرَابٍ۔ مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ وَ فَاجِرٌ شَقِيٌّ ۔ لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ يَفْتَخِرُوْنَ بِرِجَالٍ إِنَّمَا هُمْ فَحْمٌ مِّنْ فَحْمِ جَهَنَّمَ أَوْ لَيَكُوْنُنَّ أَهْوَنَ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الْجُعْلَانِ الَّتِيْ تَدْفَعُ النَّتْنَ بِأَنْفِهَا۔ ط

(ابوداؤد۔ ترمذی)

لوگو! اللہ عزت اور بزرگی والے نے جاہلیت کا فخر و گھمنڈ اور باپ دادوں پر فخر کرنا تم پر حرام کر دیا ہے۔ دیکھو! تم سب آدم کی اولاد ہو۔ اور آدم مٹی سے (بنائے گئے) ہیں۔ یاد رکھو! انسان دو ہی قسم کے ہیں مومن، متقی! یا بدکار بدنصیب! سنو! یا تو لوگ اپنے باپ دادوں پر فخر کرنا ترک کر دیں گے۔ یا وہ اللہ کے نزدیک گوبر کے کیڑے سے بھی زیادہ ذلیل ہو جائیں گے جو اپنی ناک سے گندگی دھکیلتا ہے۔ ان پر کیا فخر کرتے ہو جو جہنم کا کوئلہ بنے ۔"

مسلمان بھائیو! اللہ کے عاجز بندے بن کر زندگی گزارو۔ فخر، غرور، تکبر اور گھمنڈ مسلمانوں کا شیوہ نہیں ہو سکتا پھر برادریوں، باپ دادوں

حسب نسب اور ذات پات پر گھمنڈ کرنا خدا کے غضب کا موجب ہے
اللہ کو خلوص نیت سے کئے ہوئے اعمال صالح پسند ہیں۔ عاجزی و انکساری کے ساتھ، سب مسلمانوں کو اپنے دین کے بھائی جانو۔ اور اچھے اخلاق اور تواضع سے پیش آؤ۔

تونگری دل سے ہے مال سے نہیں

حضرت ابی ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ الْغِنَى لَيْسَ عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلٰكِنَّ الْغِنَى غِنَى النَّفْسِ۔ وَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُؤْتِي عَبْدَهُ مَا كُتِبَ لَهُ مِنَ الرِّزْقِ فَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ ـــ خُذُوا مَا أَحَلَّ وَدَعُوا مَا حَرَّمَ ط (ابو یعلی)

لوگو! تونگری مال و اسباب کی فراوانی سے نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ در اصل تونگری دل کی بے پروائی ہے۔ خدائے بزرگ و برتر نے جو روزی مقدر میں لکھ دی ہے۔ وہ ضرور پہنچے گی۔ پھر تم روزی کی تلاش میں اچھا اور بہتر طریقہ اختیار کرو۔ حلال سے کماؤ اور حرام کو ترک کر دو۔"

خلافِ شرع روزی حاصل نہ کرو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

أَنَّهُ لَا يَمُوتُ نَفْسٌ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا وَإِنْ أَبْطَأَ عَلَيْهَا۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ وَلَا يَحْمِلَنَّكُمُ اسْتِبْطَاءُ الرِّزْقِ أَنْ تَأْخُذُوهُ بِمَعْصِيَةِ اللّٰهِ

اللّٰہِ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُنَالُ مَا عِنْدَہٗ اِلَّا بِطَاعَتِہٖ

(رواہ البزار)

کوئی شخص نہیں مرتا جب تک کہ وہ اپنی روزی پوری نہ کر لے۔ خواہ زود یا بدیر ملے۔ پس اللہ سے خائف رہو۔ اور خلافِ شرع روزی حاصل کرنے کے پیچھے نہ پڑو۔ بلکہ اچھے طریقے سے رزقِ حلال حاصل کرو۔ کبھی روزی میں دیر لگ جائے۔ تو (گھبرا کر) خدا کی نافرمانی سے نہ کماؤ۔ یاد رکھو! خدا کے ہاں کی چیزیں اس کی اطاعت کے تو مل سکتی ہیں لیکن اس کی معصیت سے نہیں مل سکتیں۔"

امانت کی حفاظت کرو

حضرت عبادہ بن صامتؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جنگِ حنین کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمت کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ کے پاس کھڑے ہو کر ہمیں نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے اس اونٹ کے کچھ بال اپنی چٹکی میں لے کر ہمیں مخاطب کر کے فرمایا۔ لوگو! دیکھو! میری چٹکی میں جو یہ چند بال ہیں، یہ بھی تمہارے مالِ غنیمت میں سے ہیں۔ یاد رکھو! ایک ایک دھاگا، اور ایک ایک سوئی یہاں لا کر جمع کرو۔ پھر غنیمت تقسیم ہو گی۔ دھاگے اور سوئی سے ہلکی یا بھاری (ہر چھوٹی بڑی) چیز لا حاضر کرو۔ کچھ چھپا لینا یا خیانت کرنا قیامت کے دن شرم، عار، ننگ اور نار کا موجب ہو گا۔ (ابنِ ماجہ)

مسلمان بھائیو! دنیا میں چوری، خیانت، دھوکا، فریب اور بددیانتی

سے حاصل کیا ہوا مال و اسباب حشر کے میدان میں رسوا کرے گا۔ اور پھر موجب سزا ہوگا۔ پس ان کاموں سے بچیں۔ چند روزہ زندگی حلال کی روزی کما کر گزاریں۔ کسی پرائی چیز کو غیر نظر سے نہ دیکھیں۔

نبوت کے اجزاء سے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

نیک چلنی، حسن اخلاق اور میانہ روی نبوت کے پچیس اجزاء میں سے ایک جز ہے۔" (ابوداؤد)

غصہ کا علاج

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غصہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور شیطان آگ سے پیدا ہے اور آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے پس جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اس کو وضو کرنا چاہیئے۔ (ابوداؤد)

اچھی عادت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مومن حسنِ اخلاق کی وجہ سے ایسے شخص کا مرتبہ (اور ثواب) حاصل کر لیتا ہے۔ جو تمام دن روزہ رکھے اور تمام رات نماز پڑھے۔ (ابوداؤد)

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسنِ اخلاق سے زیادہ وزنی میزانِ عمل میں کوئی چیز نہیں ہے۔ (ابوداؤد)

نرم کلامی کا درجہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نرمی (یعنی نرم کلامی) سے محروم ہوا وہ تمام بھلائیوں سے محروم ہو گیا۔" (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن مغفلؓ سے روایت ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے اور نرمی کرنے کو پسند فرماتا ہے اور نرمی پر جو ثواب عطا فرماتا ہے وہ سختی پر عطا نہیں فرماتا۔" (ابوداوٗد)

اسلامی اخوت

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔ کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس کو مصیبت میں چھوڑے اور جو شخص اپنی بھائی کی ضرورت (قولے قدمے، درمے) پوری کرتا ہے اور جو شخص اپنے بھائی کی سختی (کوشش سے) دور کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی پریشانی دُور کرے گا۔ اور جو شخص مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ قیامت کے روز اللہ اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ (ابوداوٗد)

حضرت عیاضؓ بن حمادؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ انور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی (وحی خفی) نازل فرمائی ہے کہ عاجزی کرو اس طرح کہ کوئی کسی پر نہ تو زیادتی کرے اور نہ ایک دوسرے پر فخر کرے۔" (ابوداوٗد)

مسلمان کے مسلمان پر چھ حق

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں۔ جب کسی سے ملاقات ہو تو اس سے سلام علیک کہے۔ دعوت کی جائے تو قبول کرے۔ جب اسے چھینک آئے تو یَرْحَمُكَ اللہ کہے مریض ہو تو اس کی عیادت کرے۔ جب فوت ہو جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جائے۔ جو بات اپنے

لئے پسند کرتا ہے۔ وہ اس کے واسطے بھی پسند کرے۔ (ابن ماجہ)

عیادت کا ثواب

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی شخص کسی مریض کی عیادت کو جاتا ہے۔ تو گویا جنت کے پھل توڑتا ہے۔ جب جا کر (اس کے پاس) بیٹھ جاتا ہے تو اس کو رحمت چھپا لیتی ہے۔ اگر یہ شام کا وقت ہے تو ستر ہزار فرشتے صبح تک اس پر رحمت بھیجتے ہیں اور اگر صبح کا وقت ہوتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے رحمت بھیجتے ہیں۔ (ابنِ ماجہ)

پختہ قبر بنانے کی ممانعت

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پختہ بنانے کی ممانعت فرمائی۔ (ابن ماجہ)

قبروں پر بیٹھنے کی ممانعت

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قبر پر بیٹھنے سے تمہارے لئے یہ بہتر ہے کہ آگ کی چنگاری پر بیٹھ کر جل جاؤ۔" (ابن ماجہ)

قبروں کی زیارت کرو

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبروں کی زیارت کیا کرو۔ کیونکہ ان کی زیارت سے آخرت کی یاد دہانی ہوتی ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت حسان بن ثابتؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی۔ (ابن ماجہ)

نوحہ کرنے والی عورتیں

حضرت ابو مالک اشعریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ نوحہ کرنا جاہلیت کا طریقہ ہے جو نوحہ کرنے والی عورتیں بغیر توبہ کے مرجائیں گی۔ ان کو اللہ تعالیٰ "قطران" (گندھک) کا کرتہ اور بھڑکتی ہوئی آگ کی زرہ پہنائے گا۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابو عمامہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گریبان چاک کرنے والی عورت، منہ نوچنے والی عورت، واویلا کرنے والی عورت پر لعنت کی ہے۔ (ابن ماجہ)

والدین کے ساتھ نیک سلوک

حضرت ابو امامہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! والدین کا اپنی اولاد پر کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا یہی دونوں تیری جنت اور دوزخ ہیں۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابو درداؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ والد جنت کے وسط کا دروازہ ہے۔ اب تجھ کو اختیار ہے کہ اس کی حفاظت کرے یا اس کو ضائع کر دے۔ (ابن ماجہ)

ہمسایہ سے نیک سلوک کرو

حضرت ابی شریح خزاعی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو۔ اس کو چاہیئے کہ اپنے ہمسائے کے ساتھ نیک سلوک کرے۔ اور جو شخص خدا اور قیامت کو برحق سمجھتا ہو اس کو اپنے مہمان کی عزت اور توقیر کرنی

چاہیئے۔ جو شخص خدا اور قیامت پر ایمان لایا ہو اس کو چاہیئے کہ جب بات کرے تو اچھی کرے ورنہ خاموش رہے۔ (ابن ماجہ)

مہمان داری

حضرت ابو شریح خزاعیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو۔ اس کو اپنے مہمان کی خاطر داری کرنا چاہیئے۔ اور مہمانداری کا قاعدہ ایک دن اور ایک رات کا ہے۔ مہمان کے واسطے یہ جائز نہیں کہ اپنے میزبان کے ہاں اتنے عرصے تک رہے کہ جس سے اس کو تکلیف پہنچے۔ زاید سے زائد تین دن کی مہمانی ہے۔ اس کے بعد جو کچھ مہمان پر صرف کیا جائے گا وہ صدقہ ہو گا۔ (ابن ماجہ)

نوٹ:۔ جو شخص کسی کے پاس بطور مہمان ٹھہرنا چاہے اس کو چاہیئے کہ اپنے میزبان کو آگاہ کرے کہ وہ اس کے ہاں ٹھہرنا چاہتا ہے تاکہ میزبان اس کے لئے کھانے اور رہائش کا انتظام کرے اور جتنے دن ٹھہرنا چاہتا ہے اس مدت سے بھی آگاہ کرائے ایسا نہ چاہیئے۔ کہ مسجد میں جا کر خاموش بیٹھ رہے اور انتظار کرے کہ کوئی خود اس کو پوچھ کر مہمان بنائے گا۔

آپس میں محبت کرو

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ جب تک تم ایمان نہ لاؤ گے اس وقت تک جنت میں نہ جاؤ گے۔ اور مومن اس وقت ہو گے۔ جب آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرو گے۔ دیکھو! میں تم کو ایسا عمل بتاتا ہوں کہ جب تم اس کو کرو گے۔ تو آپس میں محبت کرنے لگو گے

(اور وہ یہ ہے کہ) ہر کس و ناکس کو سلام کیا کرو۔ (ابن ماجہ)

بُرے شعروں سے بچو

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر تمہارا پیٹ پھیپھڑے تک پیپ سے بھر جائے۔ تو یہ اس سے اچھا ہے کہ اس میں (گندے اور فحش) شعر بھر جائیں۔ (ابن ماجہ)

ملاحظہ:۔ گندے، فحش اشعار اور مخرب اخلاق ناول اور لٹریچر سے مسلمان بھائیوں کو اجتناب کرنا چاہیئے۔ یہ چیزیں نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے حق میں تو زہر قاتل ہیں۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ عوام کو گندا لٹریچر پڑھنے سے روکے۔ بلکہ ایسا مواد چھپنے ہی نہ دے۔ ریڈیو پر فحش اشعار اور گانے نشر نہ کیئے جائیں۔

مومن اور مہاجر

حضرت فضالہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مومن وہ شخص ہوگا جس سے لوگوں کو اپنی جانوں اور مالوں کے متعلق کوئی خطرہ نہ ہو۔ اور مہاجر وہ ہے جو تمام برائیاں اور گناہ چھوڑ دے۔ (ابن ماجہ)

بہشت کی بشارت

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پہ چڑھے اور دو مرتبہ قسم کھائی۔ پھر نیچے اترے اور فرمایا اَبْشِرُوْا اَبْشِرُوْا۔ خوش ہو جاؤ۔ خوش ہو جاؤ۔ (جنت کی بشارت سنو) کہ جو پانچوں وقت کا نمازی ہو اور کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہوگا۔ (کبیرہ گناہ یہ فرمائے) والدین کی نافرمانی، اللہ کے ساتھ شرک، قتلِ ناحق، پاک دامن عورتوں پر

تہمت لگانا۔ یتیم کا مال کھانا۔ میدانِ جہاد سے بھاگنا۔ سود کھانا۔ (طبرانی)

محبتِ رسولؐ

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے تو ایک آدمی آیا اور حضورؐ سے پوچھا۔ قیامت کب ہے؟ لوگوں نے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ لیکن وہ چپ نہ رہا اور پھر پوچھا، پھر پوچھا۔ حضورؐ نے فرمایا مَاذَا اَعْدَدْتَ لَهَا۔ تو نے قیامت کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے جواب دیا۔ حُبَّ اللهِ وَرَسُوْلِهٖ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی محبت! آپ نے فرمایا۔ اِنَّكَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ۔ پھر تو اُن ہی کے ساتھ ہوگا۔ جن سے محبت رکھتا ہے۔ (ابنِ خزیمہ)

بے شک خدا اور رسول کی محبت سرمایۂ آخرت ہے۔ رحمتِ عالمؐ کی محبت جنت میں لے جائے گی۔ اور معلوم ہونا چاہیئے کہ محبت رسولؐ کسے کہتے ہیں؟ خود حضورؐ نے ہی اپنی محبت کی پہچان بتا دی ہے فرمایا ہے۔ مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِيْ فَقَدْ اَحَبَّنِيْ وَمَنْ اَحَبَّنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ (ترمذی شریف) جس نے میری سنت سے محبت کی، اُس نے مجھ سے محبت کی۔ اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں داخل ہُوا" معلوم ہوا کہ حضورؐ کی فرمانبرداری، آپ کے قول و فعل اور اسوۂ حسنہ پر چلنا، حضورِ انورؐ سے محبت رکھنا ہے۔ بس یہی معیار ہے محبت رسُول کا۔!

بدبخت لوگوں کے نشان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو قوم دھوکا بازی اور خیانت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں ڈر اور رعب ڈال دیتا ہے (بزدل

ہو جاتے ہیں) اور جس قوم میں زنا کاری عام ہو جاتی ہے۔ ان میں موت کثرت سے واقع ہوتی ہے۔ جو لوگ ناپ تول میں کمی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی روزی میں کمی کر دیتا ہے۔ اور جو لوگ کتاب و سنت کے سوا فیصلے کرتے ہیں ان میں خون ریزی پھیل جاتی ہے۔ اور جو قوم عہد شکن ہو جاتی ہے۔ تو ان پر دشمن غالب آجاتا ہے۔" (طبرانی)

عبداللہ بن سلام کا اسلام

عبداللہ بن سلام کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ (ہجرت کرکے) تشریف لائے۔ تو لوگ زیارت کے لئے پل پڑے۔ میں بھی (عبداللہ بن سلام) حاضر ہوا۔ پہلی نگاہ ہی جب میں نے حضورؐ کے چہرے پر ڈالی۔ تو سمجھ گیا۔ اَنَّ وَجْهَهٗ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ۔ کہ یہ کسی جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہے۔ اس وقت میں نے سب سے پہلے جو الفاظ آپ کی زبان سے سنے یہ تھے :۔

يَا اَيُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ ط وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ ط وَصَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَ النَّاسُ نِيَامٌ ط تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ ط (ترمذی)

اے لوگو! سلام پھیلاؤ! اور کھانا کھلایا کرو! اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوں۔ تم شب خیزی کرو۔ (تہجد پڑھو) ان کاموں کے سبب تم سلامتی کے ساتھ جنت میں پہنچ جاؤ گے۔"

سنت اور بدعت کو جاری کرنے والے

حضرت عمرو بن عوف مزنیؓ اپنے دادا کی روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جس نے میری سنتوں میں سے کسی سنت کو زندہ کیا۔ اور لوگوں نے اس پر

عمل کیا تو اس کو تمام عاملین سنت کے برابر ثواب ملے گا۔ اور جس نے کوئی بدعت جاری کی اور اس پر لوگوں نے عمل کیا۔ تو اس کو تمام عاملین کے برابر عذاب ہوگا۔ بالکل کمی بیشی نہیں ہوگی۔ (ابن ماجہ)

قارئین کرام کو چاہیئے کہ وہ دنیا میں نیکیاں پھیلائیں۔ رحمتِ عالمؐ کے اقوال و افعال کی شمعیں جگائیں۔ سنت اور حدیث کو زندہ کریں۔ اور لوگوں کو ان پر عمل کرنے کی رغبت دلائیں۔ تاکہ عاملینِ سننِ ہدیٰ کے ثواب کے برابر آپ کو بھی ثواب ملے اور خبردار کسی بدعت کو جاری نہ کریں۔ کہ جب تک لوگ اس پر عمل کرتے رہیں گے۔ بدعت نکالنے اور جاری کرنے والے کو ان عاملین بدعت کے برابر عذاب ہوگا۔ پس بدیوں کو مٹائیں اور نیکیوں کو پھیلائیں۔ آپ کی زندگی کا یہی نصب العین ہونا چاہیئے۔

دین کی سمجھ

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بہتری کا ارادہ فرماتا ہے۔ اس کو دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔ (ابن ماجہ)

دین کی سمجھ جب خدا تعالیٰ عطا کرتا ہے تو آدمی توحید اور شرک کو خوب سمجھتا ہے اور پھر توحید کے مطابق اپنے عقائد اور اعمال کو درست کر لیتا ہے اور ہر قسم کے شرک سے بچتا ہے اور ساتھ ہی دین کے لانے والے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اطاعت کو جزوِ ایمان بناتا ہے۔ زندگی سنت کے مطابق گزارتا ہے سنت اور بدعت کے فرق کو سمجھتا اور سنت پر مرتا اور بدعت سے نفرت ہے۔ اور توحید اور اطاعت کا سبق سیکھنے کے لئے اولیاء اللہ

بزرگانِ دین اور علمائے ربانی کی صحبت اختیار کرتا ہے۔

دین کی تبلیغ

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے جو لوگ (یہاں) حاضر ہیں۔ ان کو چاہیئے کہ (دین) غائبین کو پہنچا دیں۔ (ابن ماجہ)

حضورؐ کے اس ارشاد پر سب مسلمانوں کو توجہ کرنی چاہیئے۔ اور انہیں اشاعتِ دین پر کمربستہ ہو جانا چاہیئے۔ زبان سے، ہاتھ سے، مال اور جان سے دینِ اسلام کو پھیلائیں۔ جس شخص کو دین نہیں پہنچا۔ اس کو پہنچائیں۔ اس حدیث شریف کی رُو سے خصوصًا یورپ والوں میں ضرور ضرور دین کی تبلیغ کرنی چاہیئے۔

علم جھگڑنے کے لئے نہیں

حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علم اس لئے حاصل نہ کرو کہ علماء پر فخر کریں گے۔ یا جہلاء سے جھگڑیں گے۔ یا لوگوں میں مشہور ہوں گے۔ ایسا شخص دوزخ میں جائے گا۔

(ابنِ ماجہ)

عالم کو چاہیئے کہ خدا کا عاجز بندہ بن کر خلوص سے دین کی تبلیغ کرے۔ شہرت کی غرض نہ رکھے کہ لوگ اسے علامہ کہیں اور بڑا عالم مشہور ہو۔ اور نہ جہلاء سے علم کے ساتھ لڑے جھگڑے کہ عالم کا کام جاہل سے سوائے خیرخواہی کے ساتھ سمجھا دینے کے اور کچھ نہیں ہے یاد رہے کہ شہرت کے بھوکے علامے، ریا کار، علم پر فخر و غرور کرنے والے دوزخ کا ایندھن ہیں۔

احقاقِ حق کی تائید

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص عالم ہوتے ہوئے علم کو چھپائے گا۔ قیامت کے روز اس کے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی۔

(ابنِ ماجہ)

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو عالم کسی غرض کے ماتحت حق بیان نہ کرے گا۔ مسئلہ نہ بتائے گا، جھگڑا نہ چکائے گا۔ وہ گونگا شیطان ہے اس کے منہ میں قیامت کو خدا تعالیٰ آگ کی لگام دے گا۔

کتے اور تصویر کی ممانعت

حضرت علی ابن ابی طالبؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جن مکانوں میں کتا اور تصویریں ہوتی ہیں ان میں (رحمت کے) فرشتے نہیں آتے۔ (ابنِ ماجہ)

افضل جہاد

حضرت ابو امامہؓ کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کنکریاں مارنے کے لئے) جمرہ اولیٰ کے پاس تھے تو ایک شخص نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! کون سا جہاد افضل ہے؟ آپ یہ سن کر خاموش رہے۔ جب جمرۂ ثانیہ کے پاس پہنچے تو اس شخص نے پھر سوال کیا۔ حضورؐ پھر بھی خاموش رہے۔ جب جمرہ عقبہ کے پاس پہنچے اور کنکریاں مار چکے تو حضورؐ نے فرمایا۔ وہ سائل کہاں گیا؟ اس نے عرض کیا میں حاضر ہوں اے اللہ کے رسول! حضورؐ نے فرمایا۔ (سنو!) ظالم بادشاہ یا حاکم کے سامنے کلمہ حق کہنا افضل جہاد ہے۔

(ابن ماجہ)

انسانوں پر آزمائش کا آنا

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ ---! لوگوں میں سب سے زیادہ آزمائش کن لوگوں کی ہوتی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا۔ انبیاء کی۔ اس کے بعد اُن سے کم مرتبہ والوں کی! اس کے بعد ان سے کم مرتبہ والوں کی! پھر انسان اس کے دین کے موافق جس کا دین زیادہ قوی ہوگا۔ اس کی سختی بھی شدید ہوگی۔ اور اگر اس کے دین میں نرمی ہوتی ہے۔ تو اس کی بلائیں بھی نرمی ہوتی ہے۔ آخرالامر بلائیں انسان پر آتی رہتی ہیں۔ حتیٰ کہ وہ زمین پر گناہوں سے پاک صاف ہو کر چلنے پھرنے لگتا ہے۔ (ابنِ ماجہ)

اچھی بات کہنا صدقہ ہے

حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر اچھی بات کہنے سے صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔" (ابوداؤد)

مسلمان بھائیو! ہمیشہ اچھی بات کہا کرو کہ وہ بھی صدقہ کرنے کے برابر ثواب رکھتی ہے۔ لایعنی، فضول اور بیہودہ گفتگو سے بچو۔ جو بات کرو کام کی بات کرو۔ معقول اور نیک بات کرو۔ ورنہ خاموش رہو۔

نیک گمان رکھنا

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک گمان کرنا عمدہ عبادت ہے۔" (ابوداؤد)

ہر مسلمان بھائی پر نیک گمان رکھنا چاہیئے اور بدظنی سے بچنا چاہیئے

محبت سے مطلع کرنا

حضرت مقدام بن معدیکرب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو کسی شخص کو اپنے کسی بھائی سے محبت ہو تو اس کو چاہیئے کہ اس کو

مطلع کر دے کہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں۔" (ابوداؤد)

محبت سے مطلع کرنے کا یہ فائدہ ہو گا کہ دوسرا شخص بھی خلوص سے محبت کرنے لگے گا۔ اور دونوں کی للہ محبت میں اضافہ ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان جائیں کہ آپ نے کتنی مفید اور خیر سگالی کی باتیں ہمیں بتائی ہیں۔

شوہر کی نافرمانی

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ (ایک روز) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مجھے دوزخ کا معائنہ کرایا گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہاں زیادہ حصہ عورتوں کا تھا۔ جو کفر کرتی تھیں۔ دریافت کیا گیا۔ کیا خدا کا انکار کرتی تھیں؟ فرمایا کہ نہیں! بلکہ شوہروں کی نافرمانی کرتی تھیں۔ کیونکہ (دیکھا گیا ہے کہ) اگر عورت کے ساتھ تمام عمر احسان کرو۔ اور پھر ایک بات تمہاری طرف سے اس کے خلافِ منشاء ہو جائے تو کہتی ہے کہ میں نے کبھی تجھ سے عافیت نہیں پائی۔" (بخاری شریف)

معلوم ہوا کہ شوہر کی (معروف میں) نافرمانی بہت بڑا گناہ ہے کہ اس کی سزا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ بتائی ہے۔ یہ بات واقعی عورت کی ناشکری اور کفرانِ نعمت پر دلالت کرتی ہے کہ اگر اس کے ساتھ برسوں نیک سلوک کیا جائے۔ اچھا کھلایا، پلایا، اوڑھایا جائے ازحد ناز برداری کی جائے پھر اگر کوئی بات اس کی مرضی کے خلاف ہو جائے تو خاوند کو کہتی ہے میں نے آج تک تجھ سے کوئی عافیت یا بھلائی نہیں پائی۔ کفرانِ نعمت کا یہ کلمہ خدا کو سخت ناراض کرتا ہے۔ عورتوں کو چاہیئے کہ وہ خاوندوں کی فرمانبردار رہیں۔ اور ان کے حسنِ سلوک

کی شکر گزار!

منافق کی نشانیاں

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں۔ کہ چار باتیں ہیں۔ جس شخص میں یہ چار ہوں گی۔ وہ پکا منافق ہے۔ اور جس میں ان چاروں میں سے ایک خصلت بھی ہوگی۔ اس میں منافقی کی ایک خصلت ہوگی۔ تاوقتیکہ اس کو ترک نہ کردے۔

(۱) اگر اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

(۲) اگر بات کہے تو جھوٹ بولے۔

(۳) اگر کچھ قول اقرار کرے۔ تو اس کے خلاف کرے۔

(۴) اگر کسی سے جھگڑا ہو جائے تو گالیاں دے۔"

(بخاری شریف)

مسلمانوں کو ان چاروں خصلتوں سے بچنا چاہیئے کہ ان کی ردائے ایمان پر یہ چار سیاہ داغ ہیں۔ ایسا آدمی منافق صفت ہونے کے علاوہ سخت بے وقار اور اخلاقی گراوٹ کی ذلت سے دو چار ہے۔ معاشرے میں اس کی کوئی عزت نہیں!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب

حضرت سمرةؓ بن جندب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ صبح کی نماز غلس (اندھیرا) میں ادا کرتے۔ پھر نماز کے بعد ہماری طرف منہ پھیر کر بیٹھتے۔ ہم سے دریافت فرماتے۔ کہ تم میں سے کسی نے آج رات کوئی خواب دیکھا ہے اگر کسی نے دیکھا ہوتا تو بیان کرتا پھر آپ اس کی تعبیر بتاتے۔ ایک دن اسی طرح ہم سے پوچھا تو میں نے دیکھا کہ آپ کا چہرہ مبارک

اس وقت ورقِ قرآن معلوم ہو رہا تھا۔ ہم نے کہا۔ حضورؐ ہم میں سے کسی نے کوئی خواب آج نہیں دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں نے جو دیکھا ہے۔ سنو آج رات میں نے دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے۔ میرا ہاتھ پکڑ کر وہ مجھے پاک زمین دشام ہ کی طرف لے چلے۔ میں دیکھتا ہوں کہ ایک شخص بیٹھا ہُوا ہے۔ اُس کے پاس ایک فرشتہ کھڑا ہے۔ اس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک آنکڑا ہے۔ جس سے وہ اس شخص کی ایک باچھ چیرتا ہے۔ پھر دوسری چیرنی شروع کرتا ہے تو پہلی درست ہو جاتی ہے پھر پہلی چیرتا ہے تو دوسری درست ہو جاتی ہے۔ یہی عذاب اُسے ہو رہا ہے۔ میں نے پوچھا۔ اسے یہ سزا کیوں ہو رہی ہے؟ میرے ساتھیوں نے مجھ سے کہا۔ ابھی آگے چلئے!

آگے چل کر دیکھا کہ ایک شخص چت لیٹا ہُوا ہے۔ اس کے سرہانے ایک فرشتہ اپنے ہاتھ میں بہت بڑا پتھر لیے ہُوئے ہے۔ جو اس کے سر پر پھینکتا ہے جس سے اس کا سر قیمہ قیمہ ہو جاتا ہے۔ وہ پھر پتھر کو اٹھاتا ہے۔ اتنے میں اس کا سر جڑ جاتا ہے۔ وہ پھر اُسے پتھر مارتا ہے یہی عذاب اُسے برابر ہو رہا ہے۔ میں نے پوچھا اس کے عذاب کا باعث کیا ہے۔ اُنھوں نے کہا آگے چلیئے۔

اب آگے جا کر کیا دیکھتا ہوں کہ ایک تنور نما گڑھا ہے۔ جو اوپر سے تنگ اور نیچے سے کشادہ ہے۔ اس میں آگ جل رہی ہے۔ اس میں کچھ مرد اور عورتیں ہیں۔ جو برہنہ ہیں اور جل رہے ہیں۔ آگ کی تیزی کا یہ حال ہے کہ اس کے شعلوں کے ساتھ ہی یہ لوگ اُوپر

لہ نبی کا خواب وحی ہوتا ہے۔ (صادق)

آ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ گویا اب باہر نکل جائیں گے۔ پھر اس کے شعلوں کے مدہم ہونے پر نیچے گر جاتے ہیں۔ میں نے پوچھا۔ یہ کیسا عذاب ہے؟ انہوں نے کہا اور آگے چلیئے۔

اب آگے جا کر دیکھتا ہوں کہ خون کی ایک نہر ہے۔ جس کے درمیان ایک شخص کھڑا ہے اور اس نہر کے کنارے ایک فرشتہ اپنے ہاتھ میں پتھر لیئے کھڑا ہے جب یہ شخص وہاں سے آتا ہے اور باہر نکلنا چاہتا ہے تو فرشتہ اس کے منہ میں پتھر ٹھونس دیتا ہے اور اسے دھکے دے کر پھر وہیں کھڑا کر دیتا ہے یہی عذاب اسے ہوتا رہتا ہے۔ میں نے عذاب کی وجہ پوچھی۔ تو ساتھیوں نے کہا۔ اور آگے چلیئے۔!

اب ہم ایک باغ میں پہنچے۔ جو بہت ہی ہرا بھرا لہلہا رہا تھا اس میں نہایت ہی عمدہ درخت ہے۔ جس کے پاس ایک بڑی عمر کے بزرگ بیٹھے ہیں۔ اور ان کے پاس بہت سے بچے ہیں۔ وہاں قریب ہی ایک اور صاحب ہیں جو آگ جلا رہے ہیں دونوں ساتھیوں نے مجھے درخت کے درمیان ایک محل میں پہنچایا۔ اس سے پہلے میں نے اس محل سے بہتر اور افضل کوئی محل نہیں دیکھا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس محل میں بڈھے بھی ہیں اور جوان بھی ہیں۔ اور عورتیں بھی ہیں اور بچے بھی۔ پھر وہاں سے ہم باہر آئے اور آگے گئے۔ پھر ایک درخت پر مجھے چڑھایا۔ اور ایک اور محل میں لے گئے اور یہ محل پہلے سے بھی احسن اور افضل تھا۔ اس میں صرف بڈھے اور جوان مرد ہی تھے۔ اب میں نے ان دونوں ساتھیوں سے کہا کہ اس رات تو تم نے مجھے خوب سیر کرائی ہے۔ اب جو میں نے دیکھا ہے اس کا مطلب

اور کیفیت بھی تو مجھے بتاؤ؟ انہوں نے کہا۔ ہاں سنیئے :-

جسے باچھیں چیرنے کا عذاب ہو رہا تھا۔ وہ جھوٹا انسان تھا۔ جو ایک جھوٹ بات اڑا دیتا تھا اور وُہ دنیا میں مشہور ہو جاتی تھی۔ اسے قیامت تک یہی عذاب ہوتا رہے گا!

اور جس کا سر کچلا جا رہا تھا۔ یہ وہ شخص ہے جسے خدا تعالیٰ نے قرآن سکھایا تھا۔ لیکن وُہ رات کو سو جایا کرتا تھا۔ اور دن کو عمل نہیں کرتا تھا۔ اسے بھی قیامت تک یہی سزا ہوتی رہے گی!

جن ننگے مرد عورتوں کو آپ نے جہنم کے تنور نما گڑھے میں جلتے دیکھا ہے۔ یہ زانی مرد عورتیں ہیں!

اور جسے خون کی نہر میں غوطے کھاتے دیکھا ہے وہ سُود خوار ہے!

جن شیخ کو آپ نے درخت کے پاس دیکھا ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور وہ بچے لوگوں کی وہ اولاد ہیں۔ جو بچپن میں ہی مر جاتے ہیں!

آگ جلاتے ہوئے جنہیں آپ نے دیکھا ہے، وہ خازن داروغہ دوزخ ہیں!

پہلے جس جنتی محل میں آپ تشریف لے گئے تھے وہ عام مومنوں کا درجہ ہے۔ اور یہ دوسرا محل شہیدوں کا درجہ ہے۔ اور میں جبرئیل ہوں۔ اور یہ میرے ساتھی حضرت میکائیل ہیں اب آپ ذرا سر اُٹھا کر دیکھیئے۔ میں نے جو دیکھا تو مثل سفید ابر بلکہ تہ بہ تہ نورانی ابر کی طرح دکھائی دیا۔ انہوں نے کہا۔ یہ آپ کی منزلِ جنت ہے میں نے کہا:۔

دَعَانِیْ اَدْخُلْ مَنْزِلِیْ

مجھے چھوڑ دو کہ میں یہاں چلا جاؤں۔

قَالَ لَا اِنَّهٗ بَقِیَ لَكَ عُمُرٌ لَمْ تَسْتَكْمِلْهُ فَلَوِ اسْتَكْمَلْتَهٗ اَتَيْتَ مَنْزِلَكَ ط

انہوں نے کہا۔ ابھی نہیں۔ کیونکہ ابھی آپ کی دنیوی عمر باقی ہے۔ جب آپ اسے پوری کر لیں گے۔ تو اپنی منزل میں پہنچ جائیں گے!۔

(بخاری شریف)

درست اسلام

حضرت ابو سعید خدری رضؓ کہتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب آدمی مسلمان ہو گیا۔ اور اسلام کو اس نے درست کر لیا۔ تو خدا تعالیٰ اس کے گذشتہ گناہ معاف کرے گا۔ اور آئندہ کو

نیکی کا ثواب دس گنے سے لے کر سات سو حصوں تک ملے گا۔ اور بدی جتنی کی اتنی ہی لکھی جائے گی۔ ہاں اگر خدا تعالیٰ اس سے درگذر فرمائے۔" (بخاری شریف)

اسلام کو درست کرنے کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو عقیدہ توحید کے ساتھ مانتے۔ کسی قسم کا شرک نہ کرے اور کتاب و سنت کے مطابق عمل کرے۔ ایسے شخص کی ہر نیکی دس گنا تک بڑھا کر لکھی جائے گی۔ تقوےٰ اور خلوص کی بنا پر نیکی بڑھائی جاتی ہے۔ جتنا تقوےٰ اور خلوص، عقیدے اور عمل کی صفائی ہو گی۔ اسی لحاظ سے نیکی بڑھائی جائے گی۔ باقی رہی بدی تو وہ ایک ہی لکھی جائے گی۔ ہاں اگر توبہ کی تو وہ بھی معاف ہو جائے گی۔ اور اگر وہ بدی صغیرہ ہے تو نیکیاں ہی اس کو مٹا دیں گی۔ یہ قرآن میں ہی آتا ہے۔ "تحقیق نیکیاں (نمازیں) برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔"

تمام اعمالِ دین پر مہر محمدی ہونی چاہیئے؛

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک شخص اونٹ پر سوار آیا۔ آکر اونٹ بٹھایا۔ اسے رسی سے باندھا۔ اور پھر (اہل مجلس کو مخاطب کرکے) پوچھنے لگا۔ تم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں؟

ہم نے جواب دیا: یہ گورے آدمی جو تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ یہی محمد ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

وہ شخص آپ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ اے ابن عبدالمطلب آپ نے فرمایا۔ ہاں سن رہا ہوں! (مدعا کہو) اس شخص نے کہا۔ میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ اور پوچھنے میں ذرا سختی سے کام لوں گا۔ آپ مجھ سے ناراض نہ ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ جو چاہتے ہو۔ دریافت کرو۔

وہ بولا آپ کے اور گذشتہ لوگوں کے پروردگار کی قسم دے کر (آپ سے) دریافت کرتا ہوں کہ کیا آپ کو خدا نے سب لوگوں کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں خدا کی قسم! (سب کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔

وہ بولا آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا خدا نے آپ کو رات دن میں پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا

ہاں خدا کی قسم!

وہ بولا۔ میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں۔ بتائیے کیا خدا نے ہر سال آپ کو ماہِ رمضان کے روزے رکھنے کا حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں خدا کی قسم!

وہ بولا۔ میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا خُدا نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپؐ ہمارے مال داروں سے زکوٰۃ وصول کرکے غرباء میں تقسیم کریں؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں خدا کی قسم!

یہ سن کر اس شخص نے کہا۔ آپ جو کچھ (خدا کی طرف سے) لائے ہیں۔ میں سب پر ایمان لایا۔ میں اپنی قوم کا نمائندہ ہوں۔ میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے۔" (بخاری)

قارئین کرام غور فرمائیں۔ کہ ضمام بن ثعلبہ مذکور شخص نے ہر دین کی بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تصدیق کرایا۔ اور تصدیق کے بعد اس پر ایمان اور عمل کرنے کا عزم بالجزم کیا۔ یوں سمجھئے کہ اس نے دینی امور پر مہرِ محمدیؐ لگوائی۔ اور امت کو سبق دیا۔ کہ وہ بھی تمام دین کے کام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق سے کریں۔ سنت اور حدیث کی مہر سے عمل میں لائیں۔ سنی سنائی بے سند باتوں کو دین نہ بنا لیں۔ رسم و رواج کو مذہب کی شکل نہ دیں کہ دین میں حرفِ آخر اور منتہائے کلام صرف حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی ہے ؎

وُہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل[1] جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

[1] سارے جہان کے سردار (صلی اللہ علیہ وسلم)

دین اسلام قرآن میں آتا ہے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰہِ الْاِسْلَامُ ۔ بیشک دین نزدیک اللہ کے اسلام ہے " اس ارشاد کے مطابق ہر مسلمان کو دین اسلام ہی کا پابند ہونا چاہیئے ۔ اور یہ دین اسلام قرآنی احکام کے مجموعہ کا نام ہے ۔ یا دوسرے لفظوں میں اسلام قرآن کے اندر ہے ۔

مذہب حدیث اب سوال پیدا ہوتا ہے ۔ کہ جب دین اسلام قرآنی احکام کو کہتے جو خدا نے آسمان سے نازل کیے ہیں ۔ تو ان احکام خداوندی پر عمل کس طرح کیا جائے ۔ یعنی دینِ اسلام پر کیسے چلیں ؟ خدا نے دینِ اسلام تو اپنے پاس سے نازل فرما دیا ۔ لیکن اس دین پر چلنے کا طریقہ نہیں اُتارا ۔ کیوں ؟ اس لئے کہ جس ذاتِ اقدس پر قرآن اتارا ۔ اسے وحی خفی کے ذریعہ قرآن پر عمل کرنے کا طریقہ بتا دیا اور اُمت کو حکم دیا کہ :۔

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ ۔ (پ ۲۸ ع ۴)

(اور (قرآنی احکام یعنی دین اسلام پر چلنے کے لئے) جو (طریقہ) دے تم کو رسولؐ پس پکڑ لو اس کو "

اس ارشادِ الٰہی کے مطابق اُمت کا فرض ہے کہ وہ دینِ اسلام پر چلنے کے لئے راہِ رسول اختیار کرے ۔ راہ کو عربی میں مذہب کہتے ۔ اور فعلِ رسولؐ (حضور کے عمل بالقرآن) کو عرف شرع میں سنت ! اور سنت کا پتہ چلتا ہے حدیث سے گویا حدیث راہ بتاتی ہے دین اسلام (قرآن) پر چلنے کا ۔ پس ہر مسلمان کا دین اسلام ہُوا ۔ اور مذہب[1] حدیث ۔

---

[1] مذہب کو مسلک بھی کہتے ہیں ۔ مذہب اہلحدیث .... یا مسلک اہلحدیث ایک ہی بات ہے ۔

جب تک مسلمان حدیث والا (اہلِ حدیث) نہ بنے تب تک دینِ اسلام (قرآن) پر عمل نہیں کر سکتا۔ دیکھئے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز کو کتنی وضاحت سے بیان فرمایا ہے:۔

تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ رَسُولِهِ۔ (موطا امام مالک)

(مسلمانو! سنو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں۔ جب تک تم ان دونوں کو مضبوط پکڑے رکھو گے۔ ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ ایک تو اللہ کی کتاب قرآن (دینِ اسلام) ہے اور دوسری اللہ کے رسول کی سنت، یعنی اللہ کے رسول کا عمل بالقرآن"

دیکھ لیا آپ نے حضورؐ دو چیزیں (اسلام کے نام سے) اُمت کو دے گئے ہیں۔ ایک قرآن اور دوسری اپنا عمل بالقرآن۔ یعنی سنت پس مسلمان پر لازم ہے۔ کہ فرقہ بندی کی راہ چھوڑ کر صرف دامنِ رسولؐ پکڑے۔ راہِ رسولؐ (مذہب حدیث) اختیار کرے۔

نبوت ختم ہے

سب مسلمان بھائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ نبوت حضورؐ انور صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے۔ اور حضورؐ کے بعد قیامت تک نبی نہیں ہو گا۔ صرف آپ کے ارشادات ہی تا صورِ اسرافیل کام دیں گے۔

آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ نبی خدا کی وحی سے دین کی تکمیل کرتا ہے۔ اپنے اقوال و افعال سے شریعت بناتا ہے۔ یہ صرف نبی کا منصب ہی ہے۔ کہ اس کی زبان دین میں مسائل کے سکے ڈھالتی ہے۔ اور یہ منصب کسی غیر نبی کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ پھر اگر کوئی

غیر نبی اسلام کے دین کامل میں احادیث کی موجودگی میں مسئلے بنائے وہ شرک فی الرسالت کرنے والا ہوگا۔ حضورؐ کی ختم نبوت پر حرف لانے والا ہوگا۔ کیونکہ اگر حضورؐ پر نبوت ختم ہے تو آپ پر مسائل بھی ختم ہیں۔ اگر حضرت کے بعد نبوت بند ہے۔ تو امتی کا منہ بھی مسائل سازی کے لئے بند ہونا چاہیئے۔

ایسے ہی حدیث کی موجودگی میں جو کوئی حدیث کے خلاف کسی امتی کے مسئلہ پر عمل کرتا ہے۔ تو وہ حضورؐ کی ختم نبوت پر حرف لاتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ مانتا ہے کہ نبوت حضورؐ پر ختم ہے۔ تو وہ حدیث کے مقابلہ میں امتی کا مسئلہ کیوں اختیار کرتا ہے۔ پس ہر مخلص مسلمان پر فرض ہے کہ وہ آیت اور حدیث کے سوا دین کے نام سے کسی کی بات نہ سنے، نہ مانے اور نہ اس پر عمل کرے۔ صرف قرآن اور حدیث سے ثابت شدہ عقاید و اعمال کو اپنائے۔

اور اگر کوئی اُمتی کے بنائے ہُوئے مسئلے (بدعت) کو مانتا ہے یا حدیث کے مقابلہ میں کسی اُمتی کی بات کو دین کی حیثیت سے قبول کرتا ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ ایسا شخص اجرائے نبوت کا قائل ہے کیونکہ دین میں مسئلے بنانا صرف خدا کے پیغمبر کا ہی منصب ہو سکتا ہے غیر نبی کا نہیں۔ ع

تو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ

اجتہاد درست ہے

اور اجتہاد کی یہ صورت ہوتی ہے کہ اگر کوئی ایسا مسئلہ درپیش آئے۔ جو آیت یا حدیث میں صریح دکھائی نہ دے۔ تو پھر مجتہد خدا داد بصیرت سے

کسی آیت یا حدیث کو مقیس علیہ بنا کر اس سے مسئلہ استنباط کرتا ہے اور اس استنباط پر آیت یا حدیث کی نظیر لاتا ہے۔ یہ اجتہاد کہلاتا ہے جو درست ہے۔ اور یاد رہے کہ آیت یا حدیث سے جو بات ثابت ہو جائے وہ قابلِ عمل ہوتی ہے۔ وہاں چون و چرا کی گنجائش نہیں ہوتی۔

آسمان کے نیچے بدترین خلائق

یہ تو آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ دین اسلام قرآن و حدیث کا نام ہے۔ اور حضورؐ یہی دو چیزیں، اسلام کے نام سے امت کو دے گئے ہیں۔ اب امت کے علماء کا فرض ہے کہ وہ صرف ان ہی دو چیزوں کی تبلیغ کریں۔ دیانت داری سے لوگوں کو کتاب و سنت پر ہی عمل کرنے کی تاکید کریں۔ لیکن بعض علماء کا یہ حال ہے کہ بجائے سنت اور حدیث کے موتیوں کے "خر مہرہ" منڈی میں لے آئے ہیں۔ یعنی قصے، کہانیاں اور خرافات سنا سنا کر امت میں تفرقہ پیدا کر رہے ہیں۔ ایسے علماء کے متعلق حضورؐ فرماتے ہیں۔

يُوْشِكُ اَنْ يَّاْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَّا يَبْقٰى مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُهٗ وَلَا يَبْقٰى مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَّهِيَ خَرَابٌ مِّنَ الْهُدٰى عُلَمَاۤءُهُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَاۤءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِيْهِمْ تَعُوْدُ۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم)

حضرت علیؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میری امت پر ایک زمانہ آئے گا۔ جب اسلام نام کا رہ جائے گا۔ اور قرآن کی فقط رسم، مسلمانوں

کی مسجدیں (بظاہر جھاڑ، فانوس، غلیچوں، دریوں، پانی، روشنی اور "بھیڑ" سے تو) آباد ہوں گی، لیکن ہدایت (خالص قرآن و حدیث کی تبلیغ اور مسنون عبادات) سے ویران ہوں گی۔ اور (اس وقت) ان کے علماء آسمان کے نیچے بدترین خلائق ہوں گے۔ ان کے پاس سے (دین میں فرقے بندیوں، گروہ سازیوں، اور اشراک و احداث کا) فتنہ پھیلے گا اور ان میں لوٹے گا"

حدیث بالا کو ایک بار پھر غور سے پڑھیں اور صاحب وحی کی خبر پر نظر کریں۔ کہ ایک زمانہ امت پر آئے گا کہ اسلام نام کا اور قرآن رسم کا رہ جائے گا۔ یعنی تبلیغ اور عمل کے لحاظ سے دونوں سے سروکار برائے نام ہو گا۔ مسجدوں میں "رونق" ہو گی۔ خوب "بھیڑ" ہو گی۔ قندیلیں، شمعیں، قمقمے، جھاڑ، فانوس، بجلی کے لیمپ، پنکھے، لاؤڈ سپیکر، پانی، وغیرہ سب ہی کچھ ہو گا۔ لیکن نہ ہو گی تو ہدایت! یاد رہے کہ ہدایت قرآن مجید ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ رمضان کے مہینے میں قرآن اتارا گیا۔ هُدًى لِّلنَّاسِ یہ قرآن لوگوں کے لیے ہدایت (راہنما) ہے۔ آگے فرمایا وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى۔ اور اس میں ہدایت کی روشن دلیلیں ہیں" ثابت ہوا۔ ہدایت صرف قرآن مجید ہے۔ اور اس کی عملی صورت سنت پاک حدیث اطہر! وَهِيَ خَرَابٌ مِّنَ الْهُدٰى۔ کا مطلب یہ ہوا۔ کہ وہ آباد اور پُر رونق مساجد ہدایت یعنی قرآن اور حدیث سے ویران ہوں گی۔ ان میں قصے کہانیاں سُنائی جائیں گی۔ تبرکاً قرآن کی آیتیں پڑھی جائیں گی اور بیان کچھ اور ہو گا غیر اللہ کی نذروں، نیازوں، خانہ ساز مسئلوں، شرکیہ عقیدوں اور رنگا

رنگ بدعتوں پر زور دیا جائے گا۔ واعظ نبیوں کو خدا کر دکھائیں گے، اماموں کا رتبہ نبیوں سے بڑھائیں گے۔ مزاروں پر نذریں چڑھانے کے خطبے ہوں گے۔ شہیدوں کی قبروں پر جا کر دعائیں مانگنے اور ولیوں بزرگوں کے روضوں پر عرس رچانے کے متعلق تقریریں ہوں گی۔ حضرت انورؐ نے فرمایا۔ جب مسجدیں (اس طرح) ہدایت سے ویران ہوں گی اس وقت ان کے علماء آسمان کے نیچے بدترین خلائق ہوں گے۔" یعنی وہ خدا کی تمام مخلوق سے بدتر ہوں گے۔ کیوں؟ اس لئے کہ بجائے قرآن و حدیث (ہدایت) کے من گھڑت، گمراہ کن قصے کہانیاں سنا کر لوگوں کے ایمان برباد کریں گے۔ آگے فرمایا۔ ان کے پاس سے فتنہ پھیلے گا۔" یعنی وہ علماء فتنہ اور فساد پھیلائیں گے۔ فرقہ بندی پیدا کریں گے۔ گروہ سازیاں اور جتھے بندیاں بنائیں گے۔ مسلمانوں کو آپس میں لڑائیں گے۔ ایک فرقے کو دوسرے فرقے کے خلاف ابھاریں گے۔ اس طرح فسادی علماء مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیں گے۔ ان کے خرمنِ امن و عافیت کو آگ لگائیں گے۔ ملت کے بوستانِ اخوت میں بغض و عناد کی آندھی اور افتراق کا جھکڑ بن کر چلیں گے۔

آج کل مسلمان مسجد سے جمعہ پڑھ کر نکلتے ہیں۔ تو وہ دوسری مسجد کے نمازیوں کو ایسی غیر نظر سے دیکھتے ہیں کہ گویا ایک دوسرے کے جانی دشمن ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کے خطبہ میں علماء ان کو فرقہ بندی کی مے پلاتے ہیں۔ انہیں ایک دوسرے کے خلاف بھڑکاتے ہیں۔ سچ فرمایا رحمتِ عالم نے ـــــ علماء کے پاس سے

فتنہ (فساد) نکلے گا" یعنی علماء فتنہ فساد پھیلائیں گے ۔

یہ تو آپ جان چکے ہیں کہ دین صرف قرآن اور حدیث میں محدود ہے۔ اس سے باہر دین نہیں ہے پھر جو عالم قرآن اور حدیث سے باہر جاتا ہے۔ آیت اور حدیث کی دلیل کے بغیر وعظ سناتا ہے۔ اپنے اپنے فرقے کے بانی کے احکام کو دین کی حیثیت دیتا ہے۔ "شاہی سکوں" میں "جعلی سکے" ملاتا اور رواج دیتا ہے۔ وہ فساد فی الدین کا ارتکاب کرتا ہے۔ وہ علماء سوء میں سے ہے ۔ کتاب اور سنت کے مقابلہ سے بڑھ کر اور کون سا بڑا فتنہ اور فساد ہو سکتا ہے ؟ مکمل دین اسلام کے اندر خود گھڑ کر مسائل (بدعات) جاری کرنے سے بڑی اور کون سی بغاوت ہو سکتی ہے ؟ پس ایسے علماء فتنہ انگیز ہیں۔ جو قرآن اور حدیث سے بے نیاز ہو کر خطبے دیتے وعظ جھاڑتے اور فرقہ بندی کے شجرۃ الزقوم کی آبیاری کرتے ہیں۔

علماء ربانی کی شناخت

رحمتِ عالم کی مسند ـــــ شریعت کے جائز وارث وہ نیک علماء ہیں۔ جو تقلید عیار سے بے نیاز ہو کر، فرقے بندی کی شراب کے کل اور جزو کو حرام مان کر علیٰ وجہ البصیرت، قرآن اور حدیث بیان کرتے ہیں۔ آیات وسنن کی شمعیں لے کر لوگوں کو وَمَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ کی راہ دکھاتے ہیں۔ وحی جلی اور وحی خفی کی دلیل کے بغیر نہ وہ وعظ و تقریر کرتے، نہ مسائل و احکام بتاتے اور نہ خطبہ و فتویٰ دیتے ہیں۔ وہ صرف تاجدارِ عالم ﷺ کا اتباع کرتے اور کراتے ہیں ان کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر قیامت

تک کے آخری مسلمان کے لئے صرف رحمتِ عالمؐ کا مرقعِ حیات ہی ضامنِ حیات ہے!

جن علماء کی زبان سے وعظوں، تقریروں، بیانوں، خطبوں، درسوں . . . . میں قال اللہ اور قال الرسولؐ ہی نکلتا ہے۔ وہ علمائے ربانی ہیں۔ امن، امان، سلامتی، اتحاد، اخوت کے پیکر، ملت کی شیرازہ بندی کے نگران ـــــ اور فتنہ فساد کی آگ کو سرد کرنے والے ابر رحمت ہیں۔ (کثر اللہ سوادہم)

دھوکا نہ کھائیں

چونکہ یہودیوں کو ان کے فسادی مولویوں اور فتنہ انگیز پیروں نے ہی فرقوں، گروہوں اور ٹولوں میں بانٹا تھا۔ امت موسوی کو پارہ پارہ کرنے والے علماء سوء اور مشائخ اکال ہی تھے۔ تورات کے ماننے والے سادہ لوحوں کو دینار کے بندوں ـــــ احبار و رہبان نے ہی برباد کیا تھا۔ اس لئے ضروری ہے کہ قارئین کرام علماء سوء سے ہوشیار اور متنبہ رہیں اور ان کی اندھا دھند تقلید کر کے گمراہ نہ ہوں بلکہ جس طرح وہ ہر معاملہ میں ہوشیار اور خبردار ہو کر قدم اٹھاتے ہیں۔ اسی طرح دین کے سننے، سنانے، جاننے بوجھنے، سیکھنے سکھانے اور عمل میں لانے کے لئے بھی بڑی احتیاط سے کام لیں۔ کھوٹے اور کھرے "سکوں" میں تمیز کریں۔ دین کے بازار میں دھوکا نہ کھائیں۔ ایمان کی جنس لٹ نہ جائیں۔ خوب یاد رکھیں کہ عقائد و اعمال کی شراب طہور صرف کتاب و سنت کے چشمۂ صافی سے ہی ملے گی!

مردود مسائل

رسولِ رحمت ارشاد فرماتے ہیں۔

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ۔

(بخاری)

جس شخص نے ہمارے اس امر (شریعت) میں کوئی نئی بات (مسئلہ وغیرہ کی صورت) نکالی جو اس (امرِ رسولؐ) میں نہیں ہے۔ پس وہ نئی بات مردود ہے۔"

مُلاحظہ :۔ حضورؐ کے فرمان کا یہ مطلب ہے کہ جس شخص نے ہمارے امر میں مکمل شریعت اور دین میں اپنی طرف سے کوئی مسئلہ نکالا۔ کسی کام کو از خود کارِ ثواب بنایا۔ ثواب کا وعدہ کیا۔ اور وہ کام یا مسئلہ دین میں نہ ہو اس کی شکل وصورت، سنت، حدیث اور تعامل صحابہؓ میں نہ پائی جائے تو وہ نیا مسئلہ مردود ہے۔ خبردار! کوئی اس پر عمل نہ کرے۔ اس بدعت پر چل کر جہنم میں نہ جائے۔ حضورؐ نے مزید ارشاد فرماتے ہیں :۔

مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَیْسَ عَلَیْہِ اَمْرُنَا فَھُوَ رَدٌّ (ترمذی)

جس شخص نے (دین جان کر) ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں ہے پس وہ عمل مردود ہے۔"

اس فرمانِ مصطفویؐ سے بھی یہی ثابت ہُوا کہ دین اور مذہب کا صرف وہی کام کارِ ثواب جان کر کرنا چاہیئے۔ جو حضورؐ نے کیا ہو یا کرنے کا حکم دیا ہو اور جس کام کو نہ حضورؐ نے کیا۔ اور نہ کرنے کو کہا اور نہ اس کام کی کوئی تشکیل اور تعین فرمائی وہ کام مردود ہے۔ معلوم ہُوا کہ خود گھڑے ہوئے مسائل، اقوال، افعال اور اعمال ٹھکرا دینے کے لائق ہیں کہ بدعتیں ہیں۔ پھر مسلمان

وہ ہے، رسالت کی قدر اور رسولِ خدا کی عزت اس کے دل میں ہے جو ہر اس دینی اور مذہبی کام کو اپنائے اور عمل میں لائے جس پر حضورؐ کے امر کی مہر لگی ہوئی ہو۔ آپ کے قول و فعل سے ثابت ہو۔ اور جس کام کو مذہب کے نام سے علمار پیش کریں۔ لیکن وہ کام حضورؐ نے نہ کیا ہو۔ اور نہ کرنے کو کہا ہو اور نہ اس کی شکل و صورت حدیث میں موجود ہو اس کو پائے استحقار سے ٹھکرا دے۔ کہ محدثات الامور کوڑے کرکٹ کے لائق ہیں۔ قادیانی نبوت کی مانند دھتکارنے کے سزا وار ہیں۔ اجرائے نبوت کے عقیدہ کی طرح پاؤں تلے مسلنے کے لیئے ہیں۔ ارشادِ نبوی ہوتا ہے۔

كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ۔ (مشکوٰۃ)

ہر نئی بات (دین کے اندر اُمتی کا نکالا ہوا مسئلہ) بدعت ہے اور ہر بدعت (خانہ ساز مسئلہ) گمراہی ہے اور ہر گمراہی (عمل بر بدعت) دوزخ میں لے جانے والی ہے۔

مسلمان بھائیو اور بہنو! علمار کے خانہ ساز (بے سند و دلیل) مسائل دوزخ میں لے جانے والے ہیں۔ ان سے بچو۔ لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا کی CAUTION (خبردار!) ہمیشہ مدِ نظر رکھو!

اجرائے نبوّت کی قسمیں

اگر کوئی صاحب کسی شکل صورت طریقے پر کوئی کام دین کا کہہ کر، ثواب کا وعدہ دے کر کریں یا آپ سے کرائیں۔ تو آپ ان سے پوچھیں کہ کیا حضرتِ انورؐ نے یہ کام اس شکل، صورت

اور طریقے پر کیا تھا؟ وہ کہیں۔ نہیں! تو پھر آپ انہیں کہیں۔ صاحب! حضرت خاتم النبیینؐ کے بعد آپ پیغمبری نہ کریں۔ رسالت کی گدی پر نہ بیٹھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو ناقص نہ بتائیں۔ حضورؐ کی نبوت میں خامی نہ نکالیں۔ آپؐ کی بھول نہ پکڑیں۔ دین کے احکام و مسائل کی شکلیں، صورتیں، ہیئتیں قاعدے اور طریقے مقرر کرنا رسولِ خدا کا کام ہے۔ آپ کے سر پر کس نے دستارِ رسالت رکھی ہے۔ جو مسائل گھڑنے لگے ہیں؟ کیا دین، شریعت، نبوت اور رسالت میں نقص ہے جو آپ پورا کرنے لگے ہیں؟ کتنے بے ادب ہیں آپ؟ کہ ایک طرف تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احکام خداوندی کی ٹکسال سے "سنہری مہریں" ڈھالیں اور ان کے مقابلہ میں آپ بھی قلب سازی کریں۔ نبوت کا سامنا! مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کرکے حضرت خاتم الانبیاءؐ کی ہمسری کی اور آپ دینِ کامل کے حامل، احکام و مسائل کے خاتم حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں مسائل سازی کرکے حضورؐ کی برابری کرتے ہیں۔ مرزا قالِ دعویٰ نبوت سے کافر ہو گیا۔ اور آپ حالِ دعویٰ نبوت سے اسلام سے خارج[1] ہو

---

[1] رحمتِ عالم فرماتے ہیں۔ وَیَخْرُجُ مِنَ الْاِسْلَامِ کَمَا تَخْرُجُ الشَّعْرَۃُ مِنَ الْعَجِیْنِ (ابوداؤد) اور بدعتی (دائرہ) اسلام سے ایسے نکل جاتا ہے۔ جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکل جاتا ہے۔

گئے۔ ختم نبوت کے مقابلہ میں دونوں برابر۔ ہدم اسلام میں یکساں شریک بربادیٔ اسلام کے توام بھائی۔

مصائب کا آنا

مصیبت ہر امر ناخوش کو کہتے ہیں اور امر کی ناخوشی کی کمی بیشی پر مصیبت چھوٹی اور بڑی کہلاتی ہے ہر مصیبت اللہ کی طرف سے آتی ہے پھر کبھی مصیبت میں خدا کی مرضی پنہاں ہوتی ہے اور کبھی قہر الٰہی پوشیدہ اگر مصیبت پہنچنے پر مسلمان صبر کرے اور راضی برضا رہے تو گناہ جھڑتے ہیں اور خدا کے نزدیک درجے بلند ہوتے ہیں۔ یہ مہر الٰہی ہے اور اگر جزع فزع کرے، خفا اور ناراض ہو۔ تو یہ مصیبت قہر الٰہی ہے مسلمان کو چاہیئے کہ ہمیشہ خدا سے عافیت اور خیر خواہی کی دعا مانگتا رہے۔ خدا کی آزمائشوں، ابتلاؤں، امتحانوں، مصیبتوں، دکھوں، دردوں، غموں، فکروں، اندوہوں، بیماریوں، آفتوں، انسانوں، جنوں اور تمام مخلوقِ خداوندی کے شر سے اللہ کی پناہ ڈھونڈتا رہے۔ گاہے گاہے حسب طاقت صدقات وخیرات بھی کرتا رہے پھر بھی اگر کوئی مصیبت آ جائے۔ تو صبر کرتے ہوئے رو رو کر اللہ سے دعا مانگے۔ سجدے میں گر گر کر اس کی جناب میں ناک رگڑے دعاؤں پر دعائیں کرے۔ بڑی عاجزی، خلوص اور ڈر سے اسے پکارے۔ غیر اللہ کے تصور سے پورا بے نیاز ہو کر سسکیاں بھرے

لہ سچ فرمایا حضورؐ نے۔ مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی هَدْمِ الْاِسْلَامِ (مشکوٰۃ) جس نے بدعتی کی عزت وتوقیر کی۔ اس نے اسلام کے ڈھانے میں مدد کی۔ ثابت ہوا کہ بدعتی اسلام کو ڈھانے اور گرانے والا ہے (صادق)

انشاء اللہ مصیبت کی کالی گھٹا چھٹ جائے گی۔ ساتھ ہی گناہوں کی سیاہی بھی دُھل جائے گی۔ اور خدا کا قرب بھی حاصل ہو گا۔ حضرت انورؐ ارشاد فرماتے ہیں:۔

مَا يُصِيْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَّلَا وَصَبٍ وَّلَا هَمٍّ وَّلَا حُزْنٍ وَّلَا اَذًى وَّلَا غَمٍّ حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا اِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ۔

(بخاری۔ مسلم)

نہیں پہنچتا مسلمان کو کوئی رنج، اور نہ کوئی دکھ، اور نہ کوئی فکر، اور نہ کوئی ہم اور نہ ایذا، اور نہ غم، یہاں تک کہ کانٹا پہنچایا جاتا ہے۔ اس کو مگر جھاڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بسبب اس کے گناہ اس (مسلمان) کے۔

مومن کی تکلیفیں

حضرت ابی ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مثال مومن کی مانند کھیتی کے ہے۔ ہمیشہ ہوائیں اس کو جھکاتی رہتی ہیں۔ اور ہمیشہ مومن کو پہنچتی رہتی ہے۔ بلا (مصیبت) اور مثال منافق کی مانند درخت صنوبر کے ہے نہیں ہلتا یہاں تک کہ اکھاڑا جاتا ہے

(بخاری، مسلم)

ملاحظہ:۔ حضورؐ کی حدیث کا یہ مفہوم ہے کہ جس طرح کھیتی کے پکنے کے وقت تک بڑی بلاؤں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بارش اولے، ہوائیں، آندھیاں سب مصائب اس پر آتے ہیں تب کہیں جا کر وہ رنگ لاتی ہے۔ پکتی ہے اس طرح مومن بھی کھیتی ایمان

کے پکنے کے وقت تک عام طور پر مصیبتوں، تکلیفوں، بیماریوں، غموں، اندوہوں سے گھرا رہتا ہے۔ اس پر بھی بلاؤں کی ہوائیں چلتی رہتی ہیں حتیٰ کہ مستریح ہو کر واصل باللہ ہو جاتا ہے۔ آلام دنیوی سے چھوٹ کر بہشت بریں میں جا پہنچتا ہے۔

الحاصل مومن بیماری، فقر و فاقہ اور رنج و غم سے خالی نہیں ہوتا اس کے ایمان کی کھیتی کو "ہوائیں" ضرور جھکاتی رہتی ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مومن متبع کتاب و سنت کو جو تکلیفیں اور مصیبتیں آتی ہیں۔ ضروری نہیں کہ اعمالِ بد کی سزا میں ہی آتی ہیں۔ بلکہ امتحان اور ابتلا کی صورت میں بھی آتی ہیں۔ جس طرح سونا کٹھالی میں ڈالنے سے غل وغش اور میل کچیل سے پاک ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی مومن بھی بلا کے بوتہ میں ڈالا جاتا ہے تاکہ گناہوں کے غل وغش اور غفلت کی میل کچیل سے پاک ہو جائے۔ برخلاف اس کے منافق کو صنوبر کے درخت کی طرح کوئی ہوا مینہ نہیں پہنچتا وقت آیا اور صنوبر کا درخت گر گیا۔ ایسے ہی منافق پر بھی مقررہ وقت آیا اور وہ ختم ہو گیا تو مومن زندگی بھر بحرِ بلا میں موجوں سے نبرد آزما رہتا ہے اور منافق ترشح کی تاب نہیں لا سکتا۔ یہ مومن ہی کے حق میں کہا گیا ہے ؎

میارا بزم بر ساحل کہ آنجا | نوائے زندگانی نرم خیز است
بدریا غلط و با موجش در آویز | حیاتِ جاوداں اندر ستیز است

(اقبالؒ)

بیماری سے گناہ جھڑتے ہیں

حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص نے تپ (بخار) کو بُرا کہا۔ (گالی دی) آپ نے فرمایا مت بُرا کہہ تپ کو۔ کیونکہ تپ گناہوں کو اس طرح دُور کرتی ہے۔ جس طرح آگ لوہے کی میل کو دور کرتی ہے۔

(ابنِ ماجہ)

ملاحظہ: حدیث مذکور سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیماری کو گالی نہیں دینی چاہیئے۔

تلقین موتے

حضرت ابی سعیدؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَقِنُوْا مَوْتَاكُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ۔ (مسلم) تلقین کرو ان شخصوں کو کہ قریب مرنے کے ہوں لا الٰہ الا اللہ۔

ملاحظہ:۔ یہاں تلقین کے یہ معنی ہیں کہ قریب المرگ شخص کے روبرو آپ یہ کلمہ پڑھے جائیں۔ تاکہ سن کر وہ بھی پڑھے۔ اس کو نہ کہیں کہ پڑھ۔ ایسا نہ ہو کہ انکار کر دے۔ ابوداؤد میں یہ بھی ہے کہ پڑھو سورۃ یٰسٓ اپنے مرنے والوں (قریب المرگ لوگوں) کے پاس۔"

تجہیز و تکفین میں تعجیل

حضرت انورؐ فرماتے ہیں:۔
وَعَجِّلُوْا فَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِيْ لِجِيْفَةِ اَنْ تُحْبَسَ بَيْنَ ظَهْرَا نَيْ اَهْلِهِ۔ (ابوداؤد)

جلدی کرو (تجہیز و تکفین میں) کیونکہ نہیں لائق واسطے مُردے مسلمان کے کہ روک رکھا جائے درمیان لوگوں اپنے کے۔"

ملاحظہ:۔ اگر دفن میں دیر کر دی جائے تو خوف ہے مُردے کے بگڑ جانے سڑ جانے کا، اور اگر سڑ گیا تو لوگ نفرت کریں گے۔ اور نفرت میں مسلمان کی بے عزتی ہے۔ اس لئے تدفین میں جلدی کرنی چاہیئے۔

غسلِ میت

حضرت ام عطیہؓ روایت کرتی ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہم ان کی بیٹی (حضرت زینبؓ) کو غسل دے رہی تھیں۔

فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلٰثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ رَاَيْتُنَّ ذٰلِكَ بِمَاءٍ وَّ سِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا۔

آپ نے فرمایا نہلاؤ اس کو تین بار یا پانچ بار یا زیادہ اس سے اگر دیکھو تم (مناسب) یہ (یعنی اگر ضرورت زیادہ غسل کی دیکھو تو پانچ بار غسل دو ورنہ تین بار کافی ہے) ساتھ پانی اور بیری کے پتوں کے (یعنی پانی میں بیری کے پتے جوش دے لو۔ کہ خوب طہارت حاصل ہو) اور آخری بار کافور ڈالو۔" حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں (کہ غسل دینے کے بعد) ہم نے ان کے بالوں کی تین چوٹیاں گوندھیں اور انہیں ان کے پیچھے ڈال دیا۔" (بخاری ومسلم)

رحمتِ عالم کا کفن

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں۔

كُفِّنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلٰثَةِ اَثْوَابٍ يَمَانِيَةٍ بِيْضٍ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفن دیئے گئے بیچ تین سفید یمنی کپڑوں کے۔" (بخاری ومسلم)

نمازِ جنازہ

وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى جَنَازَةٍ فَحَفِظْتُ مِنْ دُعَائِهِ وَهُوَ يَقُولُ حضرت عوف بن مالک سے روایت ہے۔ کہا انہوں نے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی۔ پس یاد رکھی میں نے حضورؐ کی دعا پڑھنی۔ آپ نے فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مَدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ۔ (مسلم)

یا الٰہی بخش گناہ اس کے اور رحمت کر اس پر اور امن دے اس کو اور معاف کر اس سے (تقصیریں اس کی) اور بہتر کر مہمانی اس کی (بہشت میں) اور کشادہ کر قبر اس کی اور پاک کر اس کو (گناہوں سے) ساتھ پانی اور اولوں اور برف (بخشش کے)، اور پاکیزہ کر اس کو گناہوں سے۔ جیسے پاکیزہ کرتا ہے تو سفید کپڑے کو میل سے۔ اور بدلہ دے اس کو (آخرت میں) گھر بہتر اس کے (دنیا کے) گھر سے اور اہل (خادم وغیرہ) بہتر اہل اس کے سے، اور بی بی بہتر بی بی اس کی سے اور داخل کر اس کو جنت میں اور پناہ دے اس کو عذاب قبر سے اور دوزخ کے عذاب سے۔"

ملاحظہ:۔ مذکورہ حدیث کے راوی عوف بن مالک کہتے ہیں کہ جب میں نے حضورؐ کی زبان سے جنازے پر یہ دعا سنی۔ تَمَنَّيْتُ اَنْ اَكُوْنَ ذَالِكَ الْمَيِّتَ۔ (مسلم) آرزو کی میں نے (از راہِ رشک) کہ ہوتا میں یہ میت "۔ معلوم ہوا کہ یہ دعا بڑی جامع اور بابرکت ہے اسے بھی حفظ کر لیں۔ حضورؐ نے اور دعائیں بھی پڑھی ہیں "صلوٰۃ الرَّسُوْلُ" سے یہ سب دعائیں اور جنازے کا پورا طریقہ یاد کر لیں مختصر یہ کہ شروع میں اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ پھر سورہ فاتحہ مع قل شریف پھر درود شریف، پھر دعائیں میت کے لئے پڑھیں۔ پھر سلام پھیر دیں۔

قبر میں دفن

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اپنے مرض الموت میں کہا بناؤ میرے دفن کے لئے (قبر میں) لحد اور کھڑی کرو مجھ پر کچی اینٹیں كَمَا صُنِعَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جیسے کیا گیا ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے"۔ (مسلم)

قبر پختہ نہ کرو

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا۔ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ وَاَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ وَاَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ۔ (صحیح مسلم) منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے پکے کرنے سے (یعنی چونہ وغیرہ کے ساتھ پختہ کرنے سے) اور اس پر عمارت (قبہ، گنبد، پالکی، تعویذ وغیرہ) بنانے سے اور اس پر بیٹھنے سے " (یعنی تارک دنیا ہو کر ما چلہ کش مجاور بن کر بیٹھنے

لہ "صلوٰۃ الرسول" ۴۰۰ صفحات میں ایک جامع کتاب ہم نے لکھی ہے۔ ۱۰

سے ۔)

حدیث مکتفی ہدایت ہے اس کتاب میں ہم نے یہ ثابت کیا ہے کہ مسلمان پیدائش سے وفات تک حدیث کی آغوش میں ہے طوعاً و کرہاً اسے رحمتِ عالم کی باتوں پر عمل کرنا پڑتا ہے خواہ کوئی کتنا ہی حدیث کا انکار کرے یا بے راہ روی اختیار کرے۔ راہِ مصطفےٰ کے بغیر اس کی زندگی قدم نہیں اٹھا سکتی!

منکرین حدیث باوجود اس کے کہ حدیث کی پیشوائی کے بغیر کوئی مسلمان دینِ اسلام پر نہیں چل سکتا۔ پھر بھی بعض لوگ حدیث کا انکار کرتے ہیں کہتے ہیں کہ صرف قرآن ہی واجب العمل ہے۔ حدیث کوئی چیز نہیں۔ ایسے لوگ انصاف اور بصیرت سے تہی دامن ہیں یہ نہیں سوچتے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیس برس (زمانۂ نبوت) کے قول اور فعل کہاں گئے خدا نے فرمایا ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" (پ ۲۱ ع) بے شک تمہارے (عمل کرنے کے لئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی زندگی) میں اچھا نمونہ ہے۔" جب حیاتِ رسول مسلمانوں کے لئے نمونۂ عمل ہے تو اس نمونۂ اقدس کا تئیس سال کا عمل ہمارے سامنے ہونا چاہیئے جس کے مطابق مسلمان اپنی زندگی گذاریں۔ پس ہدایت کے لیۓ حضورؐ کے ارشادات، اقوال، کردار اور اعمال کا خزانۂ حدیث لازمی ہے اور حدیث یعنی حضورؐ کے قول و فعل کا انکار کرنا انہیں بے کار اور عبث کہنا صریح

جہالت اور اسلام دشمنی ہے۔

مقلدین کی خدمت میں جو بھائی ائمہ کی تقلید کرتے ہیں ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ اگر وہ تقلید کو ضروری سمجھتے ہیں تو پھر وہ تقلید مطلق یعنی شرطی تقلید کریں اور وہ یہ ہے کہ جہاں حدیث معلوم نہ ہو امام کے قول کو اس شرط پر قبول کرے کہ اگر قول حدیث کے خلاف ثابت ہو گیا تو اسے چھوڑ دوں گا اور حدیث پر عمل کر لوں گا پھر جب حدیث مل جائے تو فوراً قول چھوڑ کر عامل بالحدیث ہو جائے۔

اور یہ بات یاد رکھیں کہ جہاں حضورؐ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث موجود ہو خدارا اس کو سر آنکھوں پر رکھ لیں اور اس کے مقابلہ میں قطعاً کسی غیر نبی کا قول نہ لیں اور یہ بات حضرت امام ابو حنیفہؒ اور دوسرے ائمہ کرام نے بھی فرمائی ہے کہ ہمارا قول حدیث کے مقابلہ میں چھوڑ دو۔ ملاحظہ ہو۔ عقد الجید۔

اعجاز حدیث پیدائش سے لے کر موت تک حدیث کی روشنی میں زندگی گزارنا آپ پڑھ چکے ہیں" بچے کے کان میں اذان" سے لے کر" قبر میں دفن" تک حیاتِ مستعار نے ارشادِ نبویؐ کی" بھیک" پر ہی گزارا کیا ہے۔ مسلمان "عصائے مصطفویؐ" کے سہارے ہی دین و دنیا کی کٹھن وادیوں سے گزرا ہے۔" قندیلِ رسالت" لے کر ہی اس نے ظلمت زاروں کو طے کیا ہے اور دنیا کے کاموں کی گتھیاں" انفاسِ خیرالوریٰ" نے ہی سلجھائی ہیں اور ابرو کے" اشاروں" نے تا صور اسرافیل انسان کے لئے

ہدایت کی راہیں کھولی ہیں۔

"اِعْجَازِ حَدِیث" میں صرف حدیث کی روشنی میں دین اور دنیا کے ضروری امور نہایت مختصر طور پر ہم نے بیان کئے ہیں۔ اگر ہم ذرا تفصیل میں جاتے تو ہزاروں صفحات کی متعدد جلدیں تیار ہو جاتیں۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حدیثِ سرورِ عالم کتنا بے پناہ سمندر ہے۔ جو سارے جہان کو قیامت تک "سیراب" کر سکتا ہے۔ ہر شخص کی ہر قسم کی "پیاس" بجھا سکتا ہے اور ہر امر کے لئے مکتفی ہے۔ یہ حدیث کا اعجاز نہیں تو اور کیا ہے!

جب حدیث ہی کی فضا میں آپ آنکھ "کھولتے" ہیں۔ اور حدیث ہی کی فضا میں "بند" کرتے ہیں اور "آمد و رفت" کا درمیانی زمانہ بھی حدیث ہی کے دستر خوان پر گذارتے ہیں یہی آپ کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ دین اور دنیا کے ہر کام میں اسی سے آپ کا سابقہ ہے۔ ہر گام پر اس کی حاجت اور ہر لمحہ اس کی ضرورت ہے۔ دین، مذہب، عبادت، اخلاق، سیاست، حکومت، تمدن، معاشرت اور معیشت ——— کی دنیاؤں میں حدیث ہی کی فرمانروائی ہے تو پھر کیا انصاف اور ایمان کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ آپ ہر طرح کی فرقہ بندی چھوڑ کر صرف مسلکِ حدیث اختیار کر لیں۔ زندگی کی تمام راہوں اور گذرگاہوں میں محض رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی شمعیں جگائیں ؎

به مصطفیٰ برساں خویش را که دیں همه اوست
اگر به او نرسیدی تمام بولہبی است

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔ سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ○ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○

ختم شد
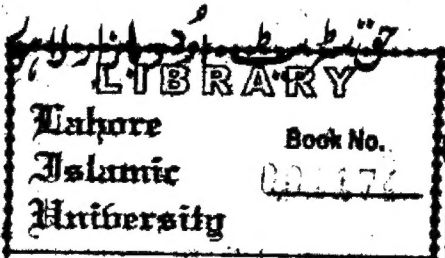
ملک کے طول و عرض میں قرآن و حدیث کا نور پھیلانے والی
مولانا محمد صادق سیالکوٹی کی شہرہ آفاق تصانیف
کوئی مسلمان گھرانا ان سرمایہ افتخار کتابوں سے خالی نہیں رہنا چاہیئے
قیمت
قیمت
(۱) صلوٰۃ الرسول
(۲) جمال مصطفٰے
(۳) انوار التوحید
(۴) ریاض الاخلاق
(۵) سید الکونین
(۶) خطبہ رحمت للعالمین
(۷) ضرب حدیث
(۸) اعجاز حدیث
(۹) قرآنی شمعیں
(۱۰) اصلاح معاشرہ
(۱۱) مسلمان کا سفر آخرت
(۱۲) ملہم مجتبیٰ
(۱۳) سبیل الرسول
(۱۴) حزب الرسول
(۱۵) حج مسنون
(۱۶) رحمت عالم کی دعائیں
(۱۷) انوار الزکوٰۃ
(۱۸) صد احادیث
(۱۹) تجلیات رمضان
(۲۰) سرور دو عالم کا پیغام آخریں
(۲۱) شان رب العالمین
(۲۲) جامعیت مصطفٰے
(۲۳) ساقی کوثر
(۲۴) نماز جنازہ
(۲۵) بستان الاربعین
(۲۶) ارشادات شیخ عبدالقادر جیلانی
(۲۷) مقام والدین
(۲۸) ریاض الاربعین
(۲۹) قندیل حج
(۳۰) نماز مقبول مع نورانی نماز
قیمت مکمل سیٹ
ہمارے ہاں! قرآن پاک ہر قسم تفاسیر، احادیث، تراجم احادیث، تواریخ، ادب
منطق، فلسفہ اور مولوی فاضل کی کتابیں ملتی ہیں
نعمانی کتب خانہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
مکتبہ نعمانیہ
اردو بازار — گوجرانوالہ